

اُردو کا گلدستہ

نظر ثانی شدہ ایڈیشن

معاون کتاب

سورج مکھی

ساتویں جماعت کے لیے

فوزیہ احسان فاروقی



کتاب کو چھپا کرنے پر اگر حاکم
کتاب کا رنگ تبدیل ہوتے تو یہ کتاب
مطلوبہ ہے۔ OUP کراچی ایئر
0000-68775 (021-2555555)
www.oup.com/urdu



OXFORD



سورج مکھی

اُردو کا گلدستہ

نظر ثانی شدہ ایڈیشن

ساتویں جماعت کے لیے

فوزیہ احسان فاروقی



OXFORD
UNIVERSITY PRESS

اؤکسفورڈ یونیورسٹی پریس

OXFORD
UNIVERSITY PRESS

اؤکسفرڈ یونیورسٹی پریس، یونیورسٹی آف اؤکسفرڈ کا ایک شعبہ ہے۔
یہ دنیا بھر میں بذریعہ اشاعت تحقیق، علم و تعلیم اور تہذیب میں اعلیٰ معیار کے مقاصد کے فروغ میں
یونیورسٹی کی معاونت کرتا ہے۔ Oxford برطانیہ اور چند دیگر ممالک میں

اؤکسفرڈ یونیورسٹی پریس کا رجسٹرڈ ٹریڈ مارک ہے

پاکستان میں اؤکسفرڈ یونیورسٹی پریس

نمبر ۳۸، بیکٹر ۱۵، گورگی انڈسٹریل ایریا،

پلی۔ اوپن ۸۴۱۳، کراچی۔ ۷۴۹۰۰، پاکستان

نے شائع کی

اؤکسفرڈ یونیورسٹی پریس ۲۰۱۵ء

کاپی رائٹ رجسٹریشن نمبر (پاکستان) ۳۵۷۴۷

مصنف کے اخلاقی حقوق پر زور دیا گیا ہے

مبلی اشاعت ۲۰۰۳ء

تقریباً ۱۵ شہزادہ ایڈیشن ۲۰۱۵ء

ہملہ حقوق محفوظ ہیں۔ اؤکسفرڈ یونیورسٹی پریس کی شگفتگی تحریری اجازت، یا جس طرح
واضح طور پر قانون اجازت دیتا ہے، لائسنس، یا ادارہ برائے رچرچ و گرانٹس حقوق
کے ساتھ ملے ہونے والی مناسب شرائط کے بغیر اس کتاب کے کسی حصے کی نقل،
کسی قسم کی ذخیرہ کاری جہاں سے اسے دوبارہ حاصل کیا جاسکتا ہو یا کسی بھی شکل میں اور
کسی بھی ذریعے سے اس کی تکثیر نہیں کی جاسکتی۔ مندرجہ بالا صورتوں کے علاوہ دوبارہ اشاعت
کے واسطے معلومات حاصل کرنے کے لیے اؤکسفرڈ یونیورسٹی پریس کے شعبہ حقوق اشاعت
سے مندرجہ بالا پتے پر رجوع کریں

آپ اس کتاب کی تقسیم کسی دوسری شکل میں نہیں کریں گے
اور کسی دوسرے حاصل کرنے والے پر بھی لازماً یہی شرط عائد کریں گے

ISBN 9780199400676

بارعربی شاعت ۲۰۲۲ء

نوری شتیق فونت میں کمپوز ہوئی

۷۰ گرام اوزن کاغذ پر طبع ہوئی

ہاس پر پتھر، کراچی میں طبع ہوئی

انکبدر لنگر

ڈیزائن: نسیم احمد

تصاویر: نجات علی، مصدق صدیقی

ہاں اس کتاب کی اشاعت کے سلسلے میں تعاون کرنے والے تمام افراد اور اداروں کا شکر گزار ہے
حفیظہ خالدہ صبری (صفحہ ۳)، شہاب الدین انصاری (صفحہ ۳۵ تا ۳۷)، محضر بیادینی (۵۶)،
انتہا ذلی تاج (صفحہ ۷۰ تا ۷۳)، سمیرا لال کپور (صفحہ ۷۹ تا ۸۰)، بین انشا (صفحہ ۱۳۱ تا ۱۳۳)،
اسد جعفری (صفحہ ۳۹ تا ۱۳۰)، دلدار گلزار (صفحہ ۱۶۷ تا ۱۶۸)
اشاعت سے قبل اشاعتی حقوق کے حامل افراد یا ان کے مصلحتین سے رابطے کی ہر ممکن کوشش کی گئی
لیکن بعض حالات میں کاسیاتی نہ ہو سکی۔ ناشران حضرات کی کاوشیں شامل کرنے پر معذرت خواہ ہے،
اور امید کرتا ہے کہ اس سلسلے میں ہاشمی نیک جینی کو طمنا رکھا جائے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان، نہایت رحم والا ہے

تعارف

”اُردو کا گلدستہ“ کی پذیرائی اور کامیابی اس کاوش کی قبولیت کی دلیل ہے۔ اُردو زبان میں طلبہ و طالبات کی دل چسپی میں اضافہ اس سلسلے کی تیاری میں بنیادی ہدف کی حیثیت رکھتا تھا اور الحمد للہ یہ ہدف حاصل ہوا۔

انسانی کاوشوں میں بہتری کی گنجائش ہمیشہ رہتی ہے۔ اساتذہ کی تجاویز اور مشوروں پر عمل کرتے ہوئے نیز طلبہ و طالبات کو پیش آنے والی مشکلات کو طوطی خاطر رکھتے ہوئے اس سلسلے کی تنظیم تو کی گئی ہے۔

”اُردو کا گلدستہ“ کے نظر ثانی شدہ ایڈیشن میں جن اہم نکات کو مدنظر رکھا گیا ہے وہ ہیں:

- ☆ اہداف میں تبدیلی نہ کرتے ہوئے نظریات کی مزید مشق کروائی گئی ہے۔
- ☆ شعری اور نثری ادبی مواد کا اضافہ کیا گیا ہے تاکہ طلبہ و طالبات میں زبان کا ذوق و شوق پیدا ہو سکے۔
- ☆ اس سلسلے میں نئے نصابی تقاضوں کو پیش نظر رکھا گیا ہے۔
- ☆ ہر کتاب کے واضح اہداف متعین کیے گئے ہیں تاکہ نہ صرف موجودہ بلکہ اس سے قبل اور بعد کے درجوں کے اہداف سے اساتذہ آگاہ رہ سکیں۔
- ☆ ادب اور شعرا کے تعارف شامل کیے گئے ہیں۔

☆ ذخیرۃ الفاظ میں بہ تدریج اور خاطر خواہ اضافہ کیا گیا ہے۔

☆ زبان کی مختلف جہتوں اور اصناف سخن سے آگہی کے مواقع دیے گئے ہیں۔

☆ قواعد کے بنیادی اور ضروری اصولوں کی مشقیں دی گئی ہیں۔

☆ فہم کی صلاحیتوں میں اضافے کے لیے Bloom's Taxonomy کو مدنظر رکھتے ہوئے مشقیں تیار کی گئی ہیں۔

☆ طلبہ و طالبات کی تحریری استعداد بڑھانے اور تخلیقی صلاحیتوں میں اضافے کے لیے منظم، مؤثر اور متنوع طریقہ کار اختیار کیا گیا ہے۔ اس ضمن میں مختلف اصناف سخن مثلاً کہانی نویسی، نظم نگاری، واقعہ نگاری، مضمون نویسی، خطوط نویسی وغیرہ کے لیے باقاعدہ ذہن نمائی مختلف اور جدید طریقوں مثلاً گرافیکل ذہن نمائی، برین اسٹارمنگ اور مائنڈنگ میپنگ کے ذریعے سے کی گئی ہے۔

☆ باہمی تعاون (Cooperative learning) کے ذریعے سے سیکھنے کے عمل کی سرگرمیاں کثرت اور رہنمائے اساتذہ میں شامل کی گئی ہیں۔

☆ ان کتب کے ساتھ پہلی بار اُردو میں تفصیلی رہنمائے اساتذہ لکھی گئی ہیں۔ ان رہنمائے اساتذہ میں پورے سال، شش ماہی اور ہر پونٹ کے نصاب کی تقسیم دی گئی ہے جن میں سے ہر ایک کے اہداف کا تعین بھی کیا گیا ہے۔

روزانہ کی منصوبہ بندی، منصوبہ بندی جس میں خصوصی اور عمومی مقاصد، وقت کا تعین، مددگار مواد کی تجاویز بھی شامل ہیں، ان رہنمائے اساتذہ کا حصہ ہیں۔ سرگرمیوں کی تجاویز اور توجہ نرم کے نمونے بھی شامل کیے گئے ہیں۔ المختصر اساتذہ کو سہولیات بہم پہنچانے اور ان کی توجہ مقاصد کی طرف مرکوز کرانے کے سلسلے میں یہ پہلی کاوش ہے۔ امید ہے کہ اساتذہ کرام اسے اپنے لیے مفید پائیں گے۔

کتب اور رہنمائے اساتذہ کا مؤثر استعمال اور اساتذہ کا اپنی تخلیقی صلاحیتوں اور جدت طرازی کو بروئے کار لانا، اُردو زبان سکھانے کا عمل اور بطور اُردو مضمون کے اعلیٰ معیار کا حصول ممکن بنائے گا۔ ان شاء اللہ!

میں ان تمام لوگوں کی شکر گزار ہوں جن سے میں نے سیکھا یا جنہوں نے اپنی نگارشات سے نوازا اور کسی بھی طرح سے میری مدد کی۔ میں خصوصاً اپنے گھر والوں اور اؤکسفرڈ یونیورسٹی پریس کے عملے کا شکر یہ ادا کرنا چاہتی ہوں جن کی مدد سے یہ سلسلہ کامیابی سے ہم کنار ہوا۔

فوزیہ احسان فاروقی

فہرست

صفحہ نمبر

یونٹ نمبر ۳ (موضوع: ایجادات)

۹۵	تعارف
۹۶	کتاب ”چیزوں کی کہانی“ سے ایک اقتباس (ڈاکٹر آصف فزلی)
۱۰۳	نظم: انسان اور سائنس (عبد القادر)
۱۰۵	رائٹ برادران (پروفیسر حسرت اللہ لودھی)
۱۰۹	مسلمان سائنس دان اور ان کی ایجادات
۱۱۳	میری یادداشت

یونٹ نمبر ۵ (موضوع: احساسات)

۱۲۱	تعارف
۱۲۲	نظم: والدہ مرحومہ کی یاد میں (علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ)
۱۲۳	وہ درخت (مرزا ادیب)
۱۳۱	نظم: یہ بچہ کس کا بچہ ہے (ابن اثنا)
۱۳۵	سیرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم (ابن کثیر)
۱۳۹	نظم: مرغ مرحوم (اسد جعفری)

یونٹ نمبر ۶ (موضوع: حُب الوطنی)

۱۳۸	تعارف
۱۳۹	پاکستان پاکستان
۱۵۲	نظم: سورج وطن ہمارا (جمیل الدین عافی)
۱۵۳	قومی پرچم کے آداب
۱۵۶	تحریک پاکستان میں خواتین کا حصہ
۱۶۰	گاؤں ایتھے یا شہر
۱۶۷	نظم: کراچی کی بس (دلاور فگار)
۱۷۲	مسدس حالی (انصاف حسین حالی)
۱۷۵	روداد یوم آزادی

صفحہ نمبر

۱	حمد (اکبر الہ آبادی)
۳	نعت (حلیقہ جالندھری)

یونٹ نمبر ۱ (موضوع: خواب)

۷	تعارف
۸	قصہ: یوسف علیہ السلام
۱۵	نظم: ایک آرزو (علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ)
۱۷	توصیف کا خواب (علامہ راشد الخیری)
۲۳	ہم اور ہمارے خواب

یونٹ نمبر ۲ (موضوع: ہم باہمت ہیں)

۳۳	تعارف
۳۵	گھریلو ملازمہ نے نوٹیل انعام پایا (شہاب الدین انصاری)
۳۱	اپنی ڈائری لکھا کرو (مسعود احمد برکاتی)
۳۵	نظم: بارش کا پہلا قطرہ (اشفیل میرٹھی)
۳۸	معذور بچہ دنیا کا سب سے بڑا موجد بنا (مسعود احمد برکاتی)
۵۱	اشاروں کی زبان
۵۲	ہماری دنیا
۵۶	نظم: معذور بچے، زندہ آواز..... (محتر ہادی)
۵۸	ابتدائی طبی امداد

یونٹ نمبر ۳ (موضوع: گرد و پیش)

۶۹	تعارف
۷۰	چچا چنگن نے روٹی نکالی (انتیاز علی تاج)
۷۶	نظم: آدمی نامہ (ظفر اکبر آبادی)
۷۹	مرزا کیتھ (کتھیا لال کیور)
۸۲	نظم: آب و باد و خاک (انور مسعود)

دلوں کو اس سے قوت ہے ، زبانوں کو سہارا ہے
 اسی کی قدرت و صنعت نے عالم کو سنوارا ہے
 ادھر موجیں ہوا کی ہیں ، ادھر پانی کا دھارا ہے
 اسی کے حکم کا تابع فلک پر ہر ستارا ہے
 زمیں پر بدلیوں سے اُس نے پانی کو اُتارا ہے
 وہی ہے وقت پر جس نے ہواؤں کو ابھارا ہے
 فلک پر چاند سورج کا بھی کیا دل کش نظارا ہے
 جو مرضی اُس کی ہے ڈل اُس میں دے یہ کس کو یاد ہے
 ہر اک کو اپنی مرضی سے چلایا اور مارا ہے
 فریدوں ہے نہ کنخرو ، سکندر ہے نہ دارا ہے
 اجل جب سر پہ آ پہنچی تو پھر کیا بس ہمارا ہے
 اسی کی شان یکنائی جہاں میں آشکارا ہے
 سمجھ لو امتحاں اس دارِ فانی میں تمھارا ہے
 انھیں اوصاف کی نسبت مذاہب میں اشارا ہے

خدا کا نام روشن ہے ، خدا کا نام پیارا ہے
 خدا ہی ہے زمین و آسماں کا خالق و مالک
 تماشا اُس کی قدرت کا ہے بڑ و بحر میں ہر دم
 اسی کے حکم سے ہے رات دن کی یہ کمی بیشی
 اسی کے حکم سے پھل اور غلے کی ہے پیدائش
 اسی کے انتظام و حکم سے موسم بدلتے ہیں
 زمیں پر سبزۂ گل کی نمودیں کیسی پیاری ہیں
 کوئی ذرہ نہیں عالم میں اُس کے علم سے باہر
 وہی دنیا میں ہے اس زندگی و موت کا خالق
 دو روزہ زندگی ہے ، جاہ و حشمت پر نہ ہو غافل
 یہ جب تک سانس چلتی ہے ، سمجھتے ہو ہمیں ہم ہیں
 کرو طاعت خدا کی بس وہی معبودِ برحق ہے
 اگر اعمال اچھے ہیں تو پاؤ گے بڑے درجے
 بزرگوں کا ادب ، اللہ کا ڈر ، شرم آنکھوں میں

اکبر الہ آبادی



تعارف

اکبر الہ آبادی کا نام سید اکبر حسین رضوی تھا۔ ۱۶ نومبر ۱۸۳۶ء کو الہ آباد (بھارت) میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم مرؤجہ دستور کے مطابق مدرسے میں حاصل کی۔ قانون کی اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کے بعد الہ آباد ہائی کورٹ میں بحیثیت سیشن جج ملازمت کی اور اسی عہدے پر ریٹائر ہوئے۔ ۱۵ فروری ۱۹۲۱ء کو الہ آباد میں وفات پائی۔

آپ کا عہد ہندوستان پر انگریزوں کے تسلط کا عہد تھا۔ مقامی ثقافت اور تہذیب و تمدن کو اپنے رنگ میں رنگنا اور لوگوں کو تاج برطانیہ کا مطیع و فرماں بردار رکھنا، سمندر پار سے یہاں آ کر قابض ہونے والے حکمرانوں کی اذیتیں ترجیح تھی۔ غلامی کے اس عہد میں اکبر الہ آبادی نے ہلکے پھلکے طنزیہ اور مزاحیہ انداز میں قلم کا حق ادا کیا۔ حکومت کے اچھے کاموں کی توصیف و ستائش کر کے باغیانہ انداز سے گریز کیا اور ساتھ ہی نئی تہذیب کی خامیاں مزاحیہ انداز میں شاعری میں شامل رکھی۔ اسی طرز نگارش کی بنا پر ”لسان العصر“ کہلائے۔

(ذخیرۃ الفاظ)

۱۔ درج ذیل الفاظ کے معانی لغت سے تلاش کر کے لکھیے اور کوئی سے پانچ الفاظ اپنے جملوں میں استعمال کیجیے:

عالم، صنعت، بزر و بجر، کمی بیشی، تابع، آشکارا، دار فانی، شان یکتائی، سبزہ گل، نمودیں، چلانا، جاہ و حشمت، آجل، معبود، اوصاف، برحق۔

(مختصر جواب کے سوالات)

۲۔ درج ذیل سوالات کے مختصر جوابات تحریر کیجیے:

(i) اس حمد کے شاعر کون ہیں؟ شاعر کے بارے میں مختصراً اپنے الفاظ میں لکھیے۔

(ii) اس حمد میں فطرت کے کون سے مظاہر اور نعمتوں کا ذکر کیا گیا ہے؟ فہرست کی شکل میں لکھیے۔

مثال: (۱) زمین و آسمان (۲) بحر و بر

(iii) حمد کے کس شعر میں اللہ تعالیٰ کے خالق و مالک ہونے کا تذکرہ ہے؟ شعر نقل کیجیے۔

(iv) اللہ تعالیٰ کے ہر شے پر محیط علم اور اس کی مرضی میں کسی کے دخل نہ دے سکنے کا تذکرہ جس شعر میں ہے، وہ نقل کیجیے۔

(v) حمد میں جن بادشاہوں کا تذکرہ ہے، ان کے نام تحریر کیجیے۔

(تشریح)

۳۔ اس حمد میں انسانوں کے نام کیا پیغام دیا گیا ہے؟ وہ اشعار لکھیے اور اُن کی تشریح کیجیے۔

۴۔ درج ذیل شعر کی تشریح شاعر کے حوالے کے ساتھ کیجیے:

۔ اسی کے انتظام و حکم سے موسم بدلتے ہیں

وہی ہے وقت پر جس نے ہواؤں کو ابھارا ہے

نوٹ: اس شعر کی تشریح کرنے سے قبل انٹرنیٹ، اخبار، ٹی وی، یا ریڈیو پر موسم کی صورت حال غور سے پڑھنا اور سمجھنا آپ کو اس شعر کے معنی سے بہت اچھی طرح روشناس کروادے گا۔

۵۔ کیا آپ کو فطری مناظر (مثلاً آسمان کا نظارہ کرنا، بارش کے مناظر سے لطف اندوز ہونا) پسند ہیں؟ فطرت کے کسی ایسے نظارے کا تفصیلی ذکر لکھیے جسے دیکھ کر آپ کو بے ساختہ خالق کائنات کا خیال آیا ہو۔

۶۔ اللہ تعالیٰ کی کوئی ایسی نعمت یا اُس کی شان کا کوئی ایسا مظہر تحریر کیجیے جسے دیکھ کر یا محسوس کر کے آپ کو ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی یاد آتی ہو یا دل میں اُس کے شکر کے جذبات پیدا ہوتے ہیں۔

۷۔ کچھ الفاظ کے اعراب بدلنے سے اُن کے معانی بدل جاتے ہیں۔ درج ذیل الفاظ کے معانی تلاش کر کے لکھیے اور دونوں الفاظ کو اپنے جملوں میں استعمال کیجیے:

جملے	معانی	الفاظ
.....	عالم
.....	عالم
.....	جلانا
.....	جلانا
.....	ملک
.....	ملک
.....	دکھانا
.....	دکھانا

نعت



محمد مصطفیٰ ﷺ ، محبوب داور ، سرورِ عالم
 وہ جس کے دم سے محبوب ملائک بن گیا آدم
 کیا ساجد کو شیدا جس نے محبوبِ حقیقی پر
 جھکایا عبد کو درگاہِ محبوبِ حقیقی پر
 دلائے حق پرستوں کو حقوقِ زندگی جس نے
 کیا باطل کو غرقِ موجہ شرمندگی جس نے
 گداؤں کو شہنشاہی کے قابل کر دیا جس نے
 غرورِ نسل کا افسون باطل کر دیا جس نے
 وہ جس کا ذکر ہوتا ہے زمینوں آسمانوں میں
 فرشتوں کی دُعاؤں میں ، مؤذن کی اذانوں میں
 وہ جس کے معجزے نے نظمِ ہستی کو سنوارا ہے
 جو بے یاروں کا یارا ، بے سہاروں کا سہارا ہے
 شاخوں جس کا قرآن ہے ، ثا ہے جس کی قرآن میں
 اسی پر میرا ایمان ہے ، وہی ہے میرے ایمان میں

(حقیقہ جالندھری)

بایسنہ

جہاں بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وَاٰحِبَّہِ وَسَلَّمَ کا اسم مبارک آئے وہاں
 ”حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وَاٰحِبَّہِ وَسَلَّمَ“ پڑھا جائے۔

(ذخیرہ الفاظ)

- ۱۔ درج ذیل الفاظ کے معانی لغت سے تلاش کر کے لکھیے:
مبجور، ملائک، مبجور حقیقی، شیدا، ساجد، عبد، گدا، غرقِ موج، شرمندگی، افسون، باطل، ثا خواں۔
- ۲۔ صفحے کے آخر میں دو عبارات درج ہیں۔ ذیل میں دیے گئے دو اشعار پڑھیے اور ان کے نیچے درست مفہوم کی عبارت تحریر کیجیے:

(i) کیا ساجد کو شیدا جس نے مبجور حقیقی پر

جھکایا عبد کو درگاؤِ مبجور حقیقی پر

.....

.....

.....

.....

(ii) گداؤں کو شہنشاہی کے قابل کر دیا جس نے

غرورِ نسل کا افسون باطل کر دیا جس نے

.....

.....

.....

.....

☆ حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبیین صَلَّی اللہ علیہ وعلی آلہ وَاَصْحَابہِ وَسَلَّمَ نے غریبوں کو بادشاہت کے منصب پر فائز کر دیا۔
لوگ اپنے حسبِ نسب، آبا و اجداد پر غرور کیا کرتے تھے۔ حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبیین صَلَّی اللہ علیہ وعلی آلہ وَاَصْحَابہِ وَسَلَّمَ نے اس غرور کے سحر کو جھوٹا ثابت کر کے صرف مومن ہونے کو باعثِ عزت بنا دیا۔

☆ حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبیین صَلَّی اللہ علیہ وعلی آلہ وَاَصْحَابہِ وَسَلَّمَ نے سجدہ کرنے والوں کو اصل حقیقت کی تعلیم دی کہ دراصل سجدے اور عبادت کے لائق کون ہے۔ حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبیین صَلَّی اللہ علیہ وعلی آلہ وَاَصْحَابہِ وَسَلَّمَ نے حقیقی ربِّ کائنات کی پہچان کر دائی۔

(تشریح)

۳۔ درج ذیل اشعار کی تشریح کیجیے :

۔ وہ جس کا ذکر ہوتا ہے زمینوں آسمانوں میں

فرشتوں کی دُعاؤں میں ، مؤذّن کی اذانوں میں

۔ ثنا خواں جس کا قرآن ہے ، ثنا ہے جس کی قرآن میں

اُسی پر میرا ایماں ہے ، وہی ہے میرے ایماں میں

۴۔ درج ذیل الفاظ کو اپنے جملوں میں استعمال کیجیے :

قابل ، غرور ، ذکر ، مؤذّن ، معجزے ، سنوارا۔

سرگرمیاں : 

☆ کسی کتاب ، اخبار یا رسالے سے کوئی نعت ڈھونڈ کر اپنی کاپی میں نقل کیجیے اور زبانی یاد کیجیے۔

☆ بیت بازی کا مقابلہ منعقد کیجیے جس میں صرف نعتیہ اشعار پڑھے جائیں۔ اس کے لیے یہ پابندی ختم کر دیجیے کہ جس حرف پر شعر

ختم ہو ، اسی حرف سے شروع ہونے والا شعر سنایا جائے۔ تلفّظ ، معیار اور شریک نہ ہونے کے پوائنٹس دیجیے۔

تعارف



”اُمّی! میں نے خواب میں دیکھا کہ میں بہت مزے دار آئس کریم کھا رہی ہوں۔“

سارہ نے صبح ناشتہ کرتے ہوئے اُمّی کو بتایا۔ ”ہاں بیٹی! ضرور دیکھا ہوگا، اُمّی کو خواب میں جھپٹے ہی نظر آتے ہیں۔“ اُمّی نے ہنستے ہوئے جواب دیا۔

ہم سب خواب دیکھتے ہیں۔ سائنسی تحقیق کے مطابق خواب گہری نیند میں آتے ہیں۔ اس حالت میں جسم پُر سکون ہوتا ہے اور دماغ متحرک حالت میں۔ یہ حالت ریپڈ آئی موومنٹ

(Rapid Eye Movement) یعنی آنکھ کی تیز حرکت کہلاتی ہے۔ ایسی نیند کا دورانیہ عموماً ۹۰ سے ۱۰۰ منٹ تک ہوتا ہے اور یہ کیفیت ایک رات میں تقریباً ۳ یا ۴ مرتبہ ہوتی ہے۔ نیند کی حالت میں انسانی جسم تو غیر متحرک ہوتا ہے لیکن دماغ متحرک رہتا ہے جس کے نتیجے میں ہمیں خواب نظر آتے ہیں۔

اس کے علاوہ بھی خوابوں کے بارے میں بہت سی باتیں کہی جاتی ہیں۔ کچھ ماہرین نفسیات کے مطابق انسان کے لاشعور میں چھپی ہوئی خواہشات خوابوں کا روپ دھارتی ہیں۔ خواب کچھ اشارے بھی فراہم کرتے ہیں۔ کبھی کبھی تو ایک ہی خواب کچھ تبدیلی کے ساتھ بار بار نظر آتا ہے۔ مثلاً بلندی سے گرنا، امتحان میں دیر سے پہنچنا یا امتحانی پرچہ سمجھ نہ آنا، کسی مشکل میں پھنسنا اور بھاگ نہ سکرنا وغیرہ۔

غرض خواب ہماری زندگی کے ساتھ ساتھ ہیں، خواہ ہم ان کی کوئی توجیہ پیش کر سکیں یا نہیں۔ کچھ خواب جاگتی آنکھوں سے دیکھے جاتے ہیں۔ یہ ایسے خواب ہوتے ہیں جن کی تعبیر، اگر اللہ تعالیٰ کی رضا شامل ہو تو، ہمارے اپنے ہاتھوں میں ہوتی ہے۔ اس تعبیر کو پانے کے لیے جذبہ، اخلاص نیت اور صبح سمت میں درست منصوبہ بندی ضروری ہوتی ہے۔ علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے مسلمانوں کے لیے الگ مملکت کا جو خواب دیکھا تھا، اس کی تعبیر قائد اعظم رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے ساتھیوں نے درست سمت میں کوششوں اور انتھک محنت سے حاصل کی۔

قصہ یوسف علیہ السلام

پس منظر

حضرت ابراہیم علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے بڑے عظیم پیغمبر تھے۔ انھیں ابوالانبیاء یعنی نبیوں کا باپ بھی کہا جاتا ہے، کیونکہ آپ علیہ السلام کی اولاد اور خاندان میں کثرت سے رسول اور نبی ہوئے۔ مسلمانوں، عیسائیوں اور یہودیوں، تینوں کا سلسلہ ہدایت حضرت ابراہیم علیہ السلام سے چلتا ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا زمانہ آج سے کوئی چار ہزار سال پہلے کا تھا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دو بیٹے تھے، حضرت اسماعیل علیہ السلام اور حضرت اسحاق علیہ السلام۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام ملک عرب کے شہر مکہ مکرمہ میں بس گئے تھے۔ حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وَاٰحْقَابِہِ وَسَلَّمَ انھیں کی اولاد میں سے ہیں۔ حضرت اسحاق علیہ السلام ملک کنعان میں رہتے تھے، جو آج کل دو ملکوں اسرائیل اور اردن پر مشتمل ہے۔ حضرت اسحاق علیہ السلام کے بیٹے یعقوب علیہ السلام تھے جنھیں اللہ تعالیٰ نے نبوت سے سرفراز کیا تھا۔ عبرانی زبان میں حضرت یعقوب علیہ السلام کو اسرائیل کہا جاتا ہے جس کے معنی ہیں ”اللہ کا بندہ۔“ قرآن مجید میں یہودیوں کو بنی اسرائیل یعنی حضرت یعقوب علیہ السلام کی اولاد کہا گیا ہے۔ حضرت یوسف علیہ السلام حضرت یعقوب علیہ السلام کے بیٹے ہیں۔

حضرت یوسف علیہ السلام کے قصے کو قرآن مجید نے احسن القصص یعنی قصوں میں خوب تر قرار دیا ہے۔ قرآن مجید کی ایک پوری سورت اس قصے کے لیے مخصوص کی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس قصے کے ذریعے حضرت یوسف علیہ السلام کے عزم و ہمت اور بلند کرداری کو آنے والی تمام نسلوں کے لیے مثال کے طور پر محفوظ کر دیا ہے۔

”بابا جان! میں نے خواب میں دیکھا کہ گیارہ ستارے، چاند اور سورج، سب میرے سامنے جھکے ہوئے ہیں۔“

”بیٹے! اس خواب کا ذکر اپنے بھائیوں سے نہ کرنا، ایسا نہ ہو کہ شیطان کے بہکاوے میں آ کر وہ تمھیں کچھ نقصان پہنچائیں۔“

یہ گفتگو حضرت یعقوب علیہ السلام اور ان کے بارہ سالہ بیٹے حضرت یوسف علیہ السلام کی ہے۔

حضرت یعقوب علیہ السلام کے بارہ بیٹے تھے۔ ان میں سے دو چھوٹے بیٹے یوسف اور بنیامین ایک ماں سے تھے اور باقی دس بیٹے دوسری ماؤں سے تھے۔ حضرت یعقوب علیہ السلام، حضرت یوسف علیہ السلام کی پیاری عادات کی وجہ سے ان سے بہت محبت کرتے تھے۔ یہ بات ان کے بھائیوں کو پسند نہ تھی اور وہ حسد کا شکار ہو گئے تھے۔ وہ حضرت یوسف علیہ السلام کو طرح طرح سے تنگ کرتے۔ ان کے اسی رویے کی وجہ سے حضرت یعقوب علیہ السلام نے حضرت یوسف علیہ السلام کو یہ نصیحت کی کہ وہ اپنا خواب بھائیوں کو نہ سنائیں۔ انھوں نے خواب کا مطلب سمجھتے ہوئے کہا، ”بیٹا! اللہ تعالیٰ تم پر اپنا فضل کریں گے اور تمھیں خصوصی مقام، حکمت اور سمجھ عطا فرمائیں گے اور اسی طرح تم پر انعام کریں گے جیسا انھوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام پر کیا۔“

حضرت یعقوب علیہ السلام چونکہ نبی تھے اس لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے انھیں اس خواب کی سمجھ عطا کی گئی کہ نبوت کا وہ سلسلہ جو حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسحاق علیہ السلام سے ہوتا ہوا ان تک پہنچا تھا، حضرت یوسف علیہ السلام کو منتقل ہوگا اور گیارہ ستاروں سے مراد ان کے بھائی اور سورج چاند ماں باپ ہیں جو اس زمانے کے رواج کے مطابق حضرت یوسف علیہ السلام



کی تعظیم کریں گے۔

حضرت یوسف علیہ السلام کے لیے اپنے والد کے دل میں محبت اور وقعت دیکھ کر تمام بھائیوں نے مل کر اُن کے خلاف ایک سازش تیار کی تاکہ اُنھیں راستے سے ہٹا دیں۔ اُنھوں نے منصوبہ بنایا کہ وہ یوسف علیہ السلام کو کنویں میں پھینک دیں گے۔ ایک دن سارے بھائی حضرت یعقوب علیہ السلام کے پاس آ کر کہنے لگے، ”ابا جان! آپ یوسف علیہ السلام کے بارے میں ہم پر اعتماد کیوں نہیں کرتے؟ وہ ہمارا بھائی ہے اور ہم اس کے خیر خواہ ہیں۔ آپ اُسے ہمارے ساتھ جنگل بھیج دیا کریں تاکہ وہ ہمارے ساتھ کھیلے کودے۔“ حضرت یعقوب علیہ السلام نے منع فرمایا لیکن جب اُنھوں نے بہت اصرار کیا تو خدشہ ظاہر کیا، ”ایسا نہ ہو کہ تم کھیل کود میں لگ جاؤ اور کوئی بھیڑیا اسے کھا جائے۔“ اُنھوں نے کہا، ”نہیں ابا جان! ہم وعدہ کرتے ہیں کہ ہم اس کی حفاظت اپنی جان سے بڑھ کر کریں گے۔“ اور یوں نہ چاہتے ہوئے بھی حضرت یعقوب علیہ السلام نے اجازت دے دی۔

روایت ہے کہ بھائیوں نے چراگاہ کے قریب پہنچ کر حضرت یوسف علیہ السلام کو بہت مارا اور گھسیٹتے ہوئے کنویں تک لے آئے۔ وہاں اُنھوں نے یوسف علیہ السلام کی قمیص اُتاری اور اُنھیں کنویں میں پھینک دیا۔ حضرت یوسف علیہ السلام جب کنویں میں گر رہے تھے تو اُنھیں محسوس ہوا کہ کوئی کہہ رہا ہے، ”اے یوسف! حوصلہ رکھنا، ایک وقت آنے والا ہے کہ یہ سب تمہارے سامنے مجرموں کی طرح کھڑے ہوں گے۔“ وہ کنویں میں موجود ایک پتھر پر بیٹھ گئے۔

ادھر بھائیوں نے ایک بکری ذبح کر کے اُس کا خون قمیص پر لگایا اور حضرت یعقوب علیہ السلام کے پاس لے گئے اور روتے پینتے ہوئے کہا کہ ہم کھیل رہے تھے اور یوسف ہمارے سامان اور کپڑوں کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔ جب ہم کھیل کر واپس آئے تو دیکھا کہ

بھیڑ یا یوسف کو کھا چکا تھا۔ حضرت یعقوب علیہ السلام کو انھوں نے قیص دکھائی جس پر خون لگا ہوا تھا۔ حضرت یعقوب علیہ السلام صدمے سے نڈھال ہو چکے تھے لیکن قیص دیکھ کر وہ سمجھ گئے کہ یوسف علیہ السلام زندہ ہیں کیونکہ اگر بھیڑ یا انھیں کھاتا تو قیص ثابت نہ رہتی۔ انھوں نے اپنے بیٹوں سے فرمایا، ”تم جتنے بھی بہانے تراشو، میں جانتا ہوں کہ تم جھوٹ بول رہے ہو لیکن میں صبر سے کام لینے والوں میں سے ہوں۔“

مصر جانے والا ایک قافلہ پانی پینے اُس کنویں کے پاس رُکا۔ پانی نکالنے کے لیے ایک آدمی نے کنویں میں ڈول ڈالا تو اس میں ایک خوبصورت لڑکے کو بیٹھا پا کر وہ بہت خوش ہوا۔ اُس شخص نے یہ سوچ کر کہ میں ان کو مصر لے جا کر غلام کے طور پر اچھے داموں بیچوں گا، اپنے پاس چھپا لیا اور یوں وہ مصر پہنچ گئے۔

عزیز مصر (مصر کے بادشاہ کا وزیر یا نائب) غلام خریدنے بازار آیا تو اس نے حضرت یوسف علیہ السلام کو خرید لیا اور گھر لے جا کر اپنی بیوی زینحہ سے کہا، ”اس کا خیال رکھنا۔ غلاموں کی طرح برتاؤ نہ کرنا شاید یہ ہمارے کام آئے یا ہم اسے بیٹا بنالیں۔“

عزیز مصر کے گھر وہ چھ برس رہے۔ انھوں نے دل و جان سے دونوں میاں بیوی کی خدمت کی۔ اب وہ نو عمر لڑکے نہیں تھے بلکہ نیک سیرت جوان بن چکے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے یہاں ان پر ایک آزمائش ڈالی لیکن انھوں نے اللہ تعالیٰ سے پناہ مانگی اور اس آزمائش سے پاک دامن نکل آئے۔ عزیز مصر کی بیوی نے اُن پر ایک جھوٹا الزام عائد کر دیا جس کے نتیجے میں عزیز مصر نے انھیں قید میں ڈلوادیا۔

اللہ تعالیٰ نے آپ کو خوابوں کی تعبیر کا علم بخشا تھا۔ آپ قید خانے میں لوگوں کو اُن کے خوابوں کی تعبیر بتاتے جو درست ثابت ہوتی۔ قید خانے کا منتظم اور دوسرے قیدی آپ کے عقیدت مند ہو گئے۔

ایک دن قید خانے کے دو قیدیوں نے حضرت یوسف علیہ السلام سے اپنے خوابوں کی تعبیر پوچھی۔ دونوں قیدی پہلے بادشاہ کے دربار میں کام کرتے تھے اور بادشاہ نے کسی بات پر ناراض ہو کر انھیں قید میں ڈلوادیا تھا۔ اُن میں سے ایک مشروب پلانے پر مامور تھا اور دوسرا نان بائی تھا۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے مشروب پلانے والے کو قید سے رہائی کی خوشخبری دی اور نان بائی کو اُس کے خواب کی تعبیر یہ بتائی کہ اُسے پھانسی ہو جائے گی۔ مشروب پلانے والے سے انھوں نے فرمایا، ”جب تم دربار میں جاؤ تو میرا ذکر ضرور کرنا۔“

دونوں افراد کے خوابوں کی تعبیریں سچ نکلیں لیکن مشروب پلانے والا دربار میں اُن کا ذکر کرنا بھول گیا۔

کئی برس کے بعد ایک دن مصر کے بادشاہ نے خواب دیکھا کہ سات دہلی گائیں سات موٹی گایوں کو کھا رہی ہیں اور گندم کے سات سبز خوشے ہیں اور سات خشک۔ مصر کے بادشاہ نے خواب سنایا اور درباریوں سے اس کی تعبیر دریافت کی لیکن کوئی بھی اس خواب کی تعبیر نہ بتا سکا۔ یہ خواب مشروب پلانے والے نے سنا تو اُسے حضرت یوسف علیہ السلام کا خیال آیا اور اُس نے بادشاہ سے اُن کا ذکر کیا۔ بادشاہ کے کہنے پر وہ اُن سے ملنے قید خانے گیا اور اپنے بھول جانے کی معذرت کے بعد تعبیر دریافت کی۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا، ”اس خواب کی تعبیر یہ ہے کہ سات سال کثرت سے بارش ہوگی اور بہت غلہ پیدا ہوگا۔ اس کے

بعد سات سال قحط اور خشک سالی کے آئیں گے۔ لوگوں کو چاہیے کہ خوشحالی کے سالوں میں جو غلہ ضرورت سے زائد ہو اُسے خوشوں میں لگا رہنے دیں اور حفاظت سے رکھیں تاکہ قحط کے سالوں میں کام آئے۔“

اس شخص نے جب حضرت یوسف علیہ السلام کی بتائی ہوئی تعبیر بادشاہ کو سنائی تو بادشاہ نے فوراً انھیں آزاد کرنے کا حکم دیا۔ بادشاہ نے انھیں بہت عزت و تکریم دی اور دربار میں کوئی اعلیٰ منصب سنبھالنے کی دعوت دی۔ انھوں نے اپنے لیے خزانے کے انتظام کی ذمہ داری منتخب کی اور فرمایا کہ میں یہ کام بہتر طریقے پر انجام دے سکتا ہوں۔

انھوں نے اپنے حسن انتظام سے آنے والے دنوں کے لیے غلہ بچایا۔ مصر کی طرح کنعان میں بھی (جہاں حضرت یعقوب علیہ السلام رہتے تھے) قحط پڑا۔ حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنے بیٹوں کو غلہ لینے مصر بھیجا لیکن چھوٹے بیٹے بنیامین کو ان کے ساتھ نہ بھیجا کیونکہ حضرت یوسف علیہ السلام کے واقعے کے بعد سے وہ اپنے بڑے بیٹوں پر بھروسہ نہیں کرتے تھے۔

غلہ دیتے وقت حضرت یوسف علیہ السلام اپنے بھائیوں کو پہچان گئے لیکن بھائی انھیں نہ پہچان سکے۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے باتوں باتوں میں اُن سے اُن کے گھر والوں کے بارے میں پوچھا اور فرمایا کہ آئندہ وہ اپنے گیارہویں بھائی کو بھی ساتھ لے کر آئیں۔ اگلی بار حضرت یعقوب علیہ السلام سے بہت مشکل سے اجازت لے کر وہ بنیامین کو بھی ساتھ لے آئے۔ وہ غلہ لے کر واپس آ رہے تھے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کے کہنے پر بنیامین کو روک لیا گیا اور بھائیوں کے بہت اصرار پر بھی نہ چھوڑا۔ آخر کار انھیں بنیامین کے بغیر ہی کنعان لوٹنا پڑا۔ حضرت یعقوب علیہ السلام کے لیے یہ دوسرا صدمہ ناقابل برداشت تھا کیونکہ حضرت یوسف علیہ السلام کی یاد میں روتے روتے اُن کی پینائی جاتی رہی تھی۔ یہ سارے بھائی تیسری بار حضرت یوسف علیہ السلام کے پاس گئے اور اپنے والد کا حال بتایا۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا، ”میں یوسف ہوں اور یہ میرا بھائی بنیامین ہے۔ اللہ تعالیٰ نیک کام کرنے والوں کا اجر ضائع نہیں کرتا۔“ شرمندگی سے اُن کے بھائیوں کے سر جھک گئے لیکن حضرت یوسف علیہ السلام نے انھیں معاف فرما دیا اور اپنا کُرتا دے کر کہا، ”یہ والد صاحب کے چہرے پر ڈال دینا، اُن کی پینائی صحیح ہو جائے گی۔ پھر انھیں یہاں لے آنا۔“

حضرت یعقوب علیہ السلام نے کُرتے کی مہک کو سونگھ کر ہی فرما دیا کہ یہ میرے یوسف علیہ السلام کا کُرتا ہے۔ آنکھوں سے لگایا تو اُن کی پینائی واپس آ گئی۔ حضرت یوسف علیہ السلام کی خواہش کے مطابق پورا کُتبہ مصر کی طرف روانہ ہوا۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے شہر سے نکل کر اُن کا استقبال کیا۔ چالیس سال کی خُدائی کے بعد اس ملاپ نے دونوں کو بہت زلایا۔ دربار میں آنے کے بعد سب نے حضرت یوسف علیہ السلام کو تعظیم دی۔

حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا، ”ابا جان! یہ میرے اُس خواب کی تعبیر ہے جو میں نے پہلے دیکھا تھا۔ میرے پروردگار نے اسے سچ کر دکھایا اور اُس نے مجھ پر (بہت سے) احسان کیے ہیں کہ مجھے جیل خانے سے نکالا، اور اس کے بعد کہ شیطان نے مجھ میں اور میرے بھائیوں میں فساد ڈال دیا تھا، آپ کو گاؤں سے یہاں لایا۔ بے شک میرا پروردگار جو چاہتا ہے تدبیر سے کرتا

ہے۔ وہ دانا (اور) حکمت والا ہے۔“ (سورۃ یوسف، آیت: ۱۰۰)

(ذخیرہ الفاظ)

۱۔ درج ذیل الفاظ کے معانی لغت سے تلاش کر کے لکھیے :
تعظیم، خیر خواہ، اصرار، خدشہ، چراگاہ، ناکرودہ، حسد، مامور، حُسن انتظام، خوشی، قسط، خشک سالی، منصب۔

(کثیر الانتخابی سوالات)

۲۔ مندرجہ ذیل میں سے ہر ایک کے درست جواب کے گرد دائرہ بنا کر خالی جگہ میں لکھیے :

- (i) حضرت یوسف علیہ السلام کے والد کا نام تھا۔
(الف) حضرت ابراہیم علیہ السلام (ب) حضرت اسماعیل علیہ السلام (ج) حضرت یعقوب علیہ السلام
- (ii) حضرت یعقوب علیہ السلام کے بیٹے تھے۔
(الف) گیارہ (ب) بارہ (ج) تیرہ
- (iii) حضرت اسحاق علیہ السلام ملک میں رہتے تھے۔
(الف) لبنان (ب) کنعان (ج) مصر
- (iv) حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائی اُن سے کا شکار تھے۔
(الف) محبت (ب) نفرت (ج) حسد
- (v) حضرت یوسف علیہ السلام کو اُن کے بھائیوں نے میں پھینک دیا۔
(الف) کنویں (ب) دریا (ج) سمندر
- (vi) حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے والد سے کہا کہ یوسف علیہ السلام کو کھا چکا ہے۔
(الف) شیر (ب) بھینڑیا (ج) چیتا
- (vii) حضرت یوسف علیہ السلام کو نے خرید لیا۔
(الف) عزیز مصر (ب) بادشاہ (ج) سپہ سالار
- (viii) اللہ تعالیٰ نے حضرت یوسف علیہ السلام کو کا علم بخشا تھا۔
(الف) طبیعیات (ب) کیمیا (ج) خوابوں کی تعبیر
- (ix) حضرت یوسف علیہ السلام کی یاد میں روتے روتے حضرت یعقوب علیہ السلام کی جاتی رہی تھی۔
(الف) پینائی (ب) ہمت (ج) صحت
- (x) اللہ تعالیٰ نیک کام کرنے والوں کا ضائع نہیں کرتا۔
(الف) رتبہ (ب) اجر (ج) کام

(مختصر جواب کے سوالات)

۳۔ درج ذیل سوالات کے مختصر جوابات تحریر کیجیے:

- (i) حضرت یوسف علیہ السلام کے والد کا کیا نام تھا؟
- (ii) حضرت یوسف علیہ السلام نے بارہ سال کی عمر میں کیا خواب دیکھا؟
- (iii) حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائی اُن سے کیوں حسد کرتے تھے؟
- (iv) حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے اُن کے خلاف کیا سازش کی؟
- (v) حضرت یوسف علیہ السلام کو چراگاہ لے جا کر اُن کے بھائیوں نے کیا کیا؟
- (vi) عزیز مصر نے حضرت یوسف علیہ السلام کو گھر لے جا کر اپنی بیوی زلیخا سے کیا کہا؟
- (vii) عزیز مصر نے حضرت یوسف علیہ السلام کو قید میں کیوں ڈلوادیا؟
- (viii) حضرت یوسف علیہ السلام کے دو قیدی ساتھی جیل سے باہر کیا کام کرتے تھے؟
- (ix) حضرت یوسف علیہ السلام نے ایک قیدی کو جیل سے رہا ہونے پر کیا کرنے کی تاکید کی؟
- (x) قید خانے سے نکلنے کے بعد حضرت یوسف علیہ السلام کے ساتھی نے اُن کی بات پر عمل کیوں نہیں کیا؟
- (xi) حضرت یوسف علیہ السلام نے بادشاہ کے کہنے پر کون سی ذمہ داری قبول کی؟
- (xii) حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں سے کس خواہش کا اظہار فرمایا؟
- (xiii) حضرت یعقوب علیہ السلام کو دوسرا صدمہ کون سا پہنچا؟
- (xiv) حضرت یوسف علیہ السلام کی اپنے کنبے سے کتنے سال خُدائی رہی؟
- (xv) حضرت یعقوب علیہ السلام کی پینائی کیسے واپس آئی؟

(تفصیلی جواب کے سوالات)

۴۔ درج ذیل سوالات کے تفصیلی جوابات تحریر کیجیے:

- (i) حضرت یعقوب علیہ السلام نے حضرت یوسف علیہ السلام کو ان کے خواب کا کیا مطلب سمجھایا اور کیا نصیحت کی؟ نیز یہ بھی بتائیے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کو خواب کی سمجھ کیسے عطا ہوئی؟
- (ii) حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے والد سے انھیں اپنے ساتھ لے جانے کی اجازت کیسے لی؟
- (iii) حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے چراگاہ سے واپس آ کر اپنے والد سے کیا کہا؟
- (iv) حضرت یوسف علیہ السلام کنویں سے کیسے نکلے؟

(v) بادشاہ مصر نے کیا خواب دیکھا اور اس کی تعبیر حضرت یوسف علیہ السلام نے کیا بتائی؟

(vi) حضرت یوسف علیہ السلام کی تعبیر سن کر بادشاہ نے کیا احکام دیے؟

(vii) حضرت یوسف علیہ السلام نے بھائیوں کو پہچان کر کیا کہا؟

(viii) حضرت یوسف علیہ السلام کے پاس اُن کے بھائیوں نے تیسری بار جا کر کیا کہا اور حضرت یوسف علیہ السلام نے

جواباً کیا کہا اور کیا کیا؟

(ix) حضرت یوسف علیہ السلام نے خود خزانے کے انتظام کی ذمہ داری کیوں مانگی؟ کیا آپ سمجھتے ہیں کہ آپ کوئی کام

بہترین طریقے سے انجام دے سکتے ہیں؟ کوئی سے دو کام لکھیے۔

۵۔ قصے کے آخر میں لکھا گیا حضرت یوسف علیہ السلام کا فرمان اپنی کاپی میں خوشخط نقل کیجیے۔

۶۔ انسانوں کی فطرت میں بہت سی مثبت اور بہت سی منفی خصوصیات پائی جاتی ہیں۔ اس قصے میں سے انسانوں کی مثبت اور منفی

خصوصیات الگ الگ لکھیے۔

۷۔ ذیل میں دیے گئے الفاظ کو جملوں میں استعمال کیجیے:

بہکاوا، سازش، خدشہ، برتاؤ، خوشہ، پینائی، مکریم۔

۸۔ قصہ یوسف علیہ السلام قرآن مجید میں پڑھیے اور ترجمے کے ذریعے اس کو سمجھنے کی کوشش کیجیے۔

۹۔ ایسے جملے تحریر کیجیے جن میں درج ذیل علامات استعمال ہو سکیں:

واوین (” “) سوالیہ نشان (؟) سکتہ (،) علامت تعجب (!)

(i) “ “

(ii) ؟

(iii) ،

(iv) !

ایک آرزو

علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے مسلمانوں کو خوابِ غفلت سے جگانے کے لیے بہت کوششیں کیں۔ اُن کی شدید خواہش تھی کہ مسلمان قوم اپنا کھویا ہوا مقام دوبارہ حاصل کر لے۔ یہ کراہن اُن کے دل کی اداسی کا سبب تھی۔ ایسے میں یہ نظم جاگتی آنکھوں سے دیکھا جانے والا ایک خواب ہے جس کی تعبیر وہ اس نظم کے آخری اشعار کی صورت میں پانا چاہتے ہیں۔

دنیا کی محفلوں سے اکتا گیا ہوں یا رب
مرتا ہوں خامشی پر ، یہ آرزو ہے میری
لذتِ سرود کی ہو چڑیوں کے چچھوں میں
گُل کی کلی چنگ کر پیغام دے کسی کا
ہو ہاتھ کا سرحانا سبزے کا ہو پھوٹا
مانوس اس قدر ہو صورت سے میری بلبل
صف باندھے دفتوں جانب بوٹے ہرے ہرے ہوں
ہو دلفریب ایسا کُھسار کا نظارہ
آغوش میں زمیں کی سویا ہوا ہو سبزہ
پانی کو چھو رہی ہو نُجک نُجک کے گُل کی ٹہنی
مہندی لگائے سورج جب شام کی دُلہن کو
راتوں کو چلنے والے رہ جائیں تھک کے جس دم
بجلی چمک کے اُن کو کُنیا مری دکھا دے
پچھلے پہر کی کوئل ، وہ صبح کی مؤذن
پھولوں کو آئے جس دم شبنم وضو کرانے
اس خامشی میں جائیں اتنے بلند نالے

ہر درو مند دل کو روتا مرا زلا دے

بے ہوش جو پڑے ہیں شاید اُنھیں جگا دے

(علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ)

تعارف

علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ ۹ نومبر ۱۸۷۷ء کو سیالکوٹ میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم اسکول مشن اسکول، سیالکوٹ سے حاصل کی۔ گورنمنٹ کالج لاہور سے بی اے کرنے کے بعد پنجاب یونیورسٹی سے ایم اے اور کیمبرج یونیورسٹی فلٹرز ان سے بیسٹ اور میونخ یونیورسٹی سے پی ایچ ڈی کی ڈگریاں حاصل کیں۔ علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ ہمارے قومی شاعر ہیں۔ ان کی شاعری نے مسلمانوں کو ان کے مقصد اور مقام کی یاد دہانی کروائی۔ مسلمانوں کو ذلت کی پستیوں سے نکالنے کے لیے ہر طرح سے کوششیں کیں۔ ان کی کچھ کتب کے نام یہ ہیں: بانگ درا، ضرب کلیم، اسرار خودی، بال جبریل۔ انھوں نے بچوں کے لیے بھی نظمیں لکھیں جن میں پہاڑ اور گلہری، ہمدردی، گائے اور بکری، ماں کا خواب، بکڑا اور مکھی قابل ذکر ہیں۔

(ذخیرہ الفاظ)

- ۱۔ درج ذیل الفاظ کے معانی کتاب کے آخر میں دی گئی فرہنگ سے دیکھ کر لکھیے:
- ساغر، جلوت، خلوت، دلفریب، قبا، سرود، درا، شو، ہم نوا۔

(تشریح)

- ۲۔ مندرجہ ذیل اشعار کی تشریح کیجیے:

۱۔ دُنیا کی محفلوں سے اکتا گیا ہوں یا رب کیا لطف انجمن کا جب دل ہی بُوْجھ گیا ہو
۲۔ راتوں کو چلنے والے رہ جائیں تھک کے جس دم اُمید اُن کی میرا ٹوٹا ہوا دیا ہو
۳۔ ہر درد مند دل کو رونا میرا رُلا دے بے ہوش جو پڑے ہیں شاید اُنھیں جگا دے
۴۔ نظم ”ایک آرزو“ کا مرکزی خیال شاعر کے حوالے اور نظم کے پس منظر کے ساتھ تحریر کیجیے۔

۳۔ نظم ”ایک آرزو“ کا خلاصہ تحریر کیجیے۔

۵۔ اس نظم میں سے اپنا پسندیدہ شعر خوشخط لکھ کر جماعت میں آویزاں کیجیے۔

سرگرمی:



- ☆ نظم ”ایک آرزو“ کو پڑھ کر جو منظر ذہن میں ابھرتا ہے اُسے گروپس میں ماڈل کی صورت میں پیش کیجیے۔ اس کثیر لہجتی 3D ماڈل کے ساتھ نظم خوشخط لکھ کر ضرور دکائیے۔ سب سے بہترین ماڈل بنانے والے گروپ کے لیے دوونگ کیجیے اور اوّل، دوم، سوم اور چہارم درجے متعین کیجیے۔ درکار مواد: چارٹ پیپر، رنگین کاغذ، تھر موپول / اسٹیکو فوم شیٹس.....

توصیف کا خواب

تعارف

علامہ راشد الخیری ۱۸۶۸ء میں دہلی میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم گھر پر حاصل کرنے کے بعد عربی اسکول سے میٹرک کیا۔ دہلی ہی میں ملازمت کی، ۱۹۳۶ء میں انتقال فرمایا۔ علامہ راشد الخیری اردو کے ممتاز ادیب تھے۔ انھوں نے اخلاقی اور اصلاحی کتابیں لکھیں۔ خصوصی طور پر خواتین کی اصلاح کے لیے تحریر کیے گئے مضامین میں مقصدیت، گفتگوتی اور صداقت نمایاں ہے۔ ان کی مشہور تصانیف میں شب زندگی، صبح زندگی، شام زندگی، سمرنا کا چاند اور بنت الوقت شامل ہیں۔

دریائے ہنگلی کے کنارے پر ایک عظیم الشان کوٹھی ہے جس کے چاروں طرف ایک سرسبز و خوشنما باغ مہک رہا ہے جس میں توصیف اپنے شوہر اور چار بچوں سمیت رہتی ہے۔ کسی قسم کا رنج و غم اُس کے پاس آ کر پہنکا تک نہیں۔ داد (توصیف کے شسر) نے یہ کوٹھی کئی لاکھ روپے کے صرف سے ایک گاؤں میں بنوائی تھی اور دُور دُور کے معماروں نے اپنی صنعت کے ایسے نمونے دکھائے تھے کہ آدمی دیکھ کر دنگ رہ جاتا تھا۔ رنگ برنگ کے پھولوں نے اس ایوان کو جنت بنا دیا تھا۔ میلوں تک ہوا اُن کی خوشبو سے مہکی رہتی تھی۔ طائران خوش الحان کے نغمے، آبشاروں کی سُریلی آوازیں خواخوہ دلوں میں اُمتگ پیدا کرتی تھیں۔

بہتر سے بہتر زندگی جو دنیا میں کسی عورت کی بسر ہو سکتی ہے وہ توصیف کی تھی کہ موئی (توصیف کا شوہر) اُس کے اشاروں پر کھ پٹلی کی طرح کام کرتا تھا۔ گیارہ سال کے عرصے میں لڑائی، جھگڑا تو درکنار کسی قسم کا اختلاف تک سننے میں نہ آیا۔

شام کے وقت ایک روز توصیف پائیں باغ میں شہلقتی ہوئی باہر نکلی اور سڑک پر آئی۔ موئی ساتھ تھا۔ دونوں میاں بیوی باتیں کرتے پاؤں پیدل دُور تک نکل گئے۔ آدمی نہ آدم زاد، سرد موسم، شام کا وقت، مسافت خاک نہ معلوم ہوئی، یہاں تک کہ دونوں ایسی جگہ پہنچے جہاں ایک عمارت کی ٹوٹی ہوئی دیواریں اور گری ہوئی محرابیں اُس کے مسجد ہونے کا پتا دے رہی تھیں۔ توصیف ایک ایسی ماں کے دودھ سے پٹی اور ایسے باپ کی گود میں بڑھی تھی جہاں مفلسی نے مذہب کی وقعت رگوں میں کوٹ کوٹ کر بھر دی تھی۔ گو تغیر حالت نے توصیف کے خیالات میں بہت کچھ فرق کر دیا تھا مگر اسلام کی عظمت وہ جہیز میں لے کر سسرال پہنچی تھی۔ اس وقت یہ دیکھ کر کہ خانہ خدا اس حالت میں ہو اور کتے اور گیدڑ اس میں رہیں، دل پر ایک چوٹ سی لگی اور اس نے مصمم ارادہ کر لیا کہ مسجد از سر نو تعمیر کرا دوں۔

واپسی پر چند قدم کے فاصلے پر اُس نے ایک ٹوٹی سی جھونپڑی دیکھی۔ نہ معلوم کیا دل میں آئی کہ قریب پہنچی اور دیکھا کہ ایک غریب عورت اپنے دو تین بچوں کو لیے خاموش بیٹھی ہے۔ توصیف کو تعجب ہوا کہ جنگل بیاباں میں یہ بچوں والی ماں کس طرح اپنی زندگی بسر کرتی ہوگی؟

پوچھا:

”اری! تو کون ہے اور یہاں کیوں رہتی ہے؟“

عورت خاموش رہی اور کچھ جواب نہ دیا۔

توصیف: ”نیک بخت! جواب کیوں نہیں دیتی؟“

عورت: ”جی ہاں! میں یہیں رہتی ہوں۔“

توصیف: ”تو اکیلی رہتی ہے؟“

اس سوال کے جواب میں کچھ ایسی داستان پوشیدہ تھی کہ عورت کی آنکھوں میں آنسو ڈبڈبانا آئے۔

توصیف: ”رو مت! حالت بیان کر۔“

عورت: ”بی بی! کیا فائدہ ہوگا۔ آپ کیوں سنتی ہیں؟“

اب عورت کا دل زیادہ بھرا آیا تھا۔ اس کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے اور اس کی آواز میں رقت طاری ہو چکی تھی۔

توصیف: ”بتا اپنی حالت بتا! شاید میں تیری کچھ مدد کر سکوں۔“

عورت: ”بی بی! وہ سامنے گاؤں ہے۔ اس کے پاس دو بیگھ زمین اور ایک کنواں میرا ہے۔ میرا شوہر کاشت کرتا تھا اور ہم

سب یہاں اطمینان سے رہتے تھے مگر پارسال وہ وبا میں مر گیا۔ زمیندار نے اس کی دوائی ٹھنڈائی بھی کی، مگر نہ بچا۔ چالیس روپے کا



حساب اس کے مرے پیچھے زمیندار کا نکلا تھا۔ میرے پاس دانہ خریدنے کو تنکا تک نہ تھا، کہاں سے دیتی! اُس نے میرا بچہ لے لیا اور اب مجھے اُس سے ملنے بھی نہیں دیتا۔ مجھے اُس کی صورت دیکھے پانچ مہینے ہو گئے۔ کئی دفعہ گئی، دھتکار دیا۔“

یہاں پہنچ کر عورت کی ہنگی بندھ گئی اور اُس نے توصیف کے قدموں میں گر کر کہا کہ ”بی بی! میرا بچہ مجھ سے ملو دو، خدا تمہاری ماما ٹھنڈی کرے۔“

موسیٰ: ”بس بیگم چلو۔ دیکھو بالکل شام ہو گئی۔“

دونوں میاں بیوی اس عورت کی حالت پر افسوس کرتے ہوئے گھر آ گئے اور صبح ہی توصیف کے حکم سے مسجد کی مرمت شروع ہو گئی اور ایک مہینے بھر کے عرصے میں نہایت خوبصورت مسجد تیار ہو گئی۔

چلنے کی سردی تھی اور کڑکڑاتے جاڑے، وقت کی بات اور ہونی شدنی کہ توصیف کا بڑا لڑکا کلیم خاصا بھلا چنگا کھیلتا مالا اندر آیا اور پلنگ پر لیٹتے ہی اس شدت کا بخار چڑھا کہ ماں اور باپ دونوں پریشان ہو گئے۔ ڈاکٹر، حکیم، یہ وہ، المختصر شام تک میسوں آدمی جمع ہو گئے۔ بارہ برس کا بچہ اور پہلوٹی کا، دونوں میاں بیوی کا دم ہوا تھا۔ علاج جس قدر توجہ سے ہوتا تھا اسی قدر حالت رڈی ہوتی جا رہی تھی۔ تین دن اور تین رات یہی کیفیت رہی۔ دنیا بھر کے جتن کر ڈالے مگر حالت میں کسی طرح فرق نہ ہوا اور نوبت یہاں تک پہنچی کہ خود ڈاکٹر بھی مایوسی کی باتیں کرنے لگے۔ چوتھے روز جب کلیم پر بے ہوشی طاری ہوئی اور توصیف کھجے پر گھونے مار رہی تھی، اس کو اُس عورت کا خیال آیا جس کا بچہ چالیس روپے کے واسطے اُس سے بچھڑا ہوا تھا۔

دن کے تین بجے تھے کہ عورت اپنے بچے کی یاد میں اپنی جھونپڑی میں خاموش بیٹھی آنسو بہا رہی تھی۔ توصیف اُس کے پاس پہنچی اور کہا: ”چلو میں زمیندار کا روپیہ دوں اور تم اپنا بچہ لے آؤ۔“

عورت پر ایک شادائی مرگ کی کیفیت طاری ہو گئی۔ وہ اُچھل پڑی اور ہاتھ جوڑ کر کہنے لگی: ”کیا آپ میرا بچھڑا ہوا کلیم مجھ سے ملو دیں گی؟“

توصیف: ”کیا تمہارے بچے کا نام بھی کلیم ہے؟“

عورت: ”جی ہاں!“

توصیف: ”ہاں چلو، میرے ساتھ چلو۔“

عورت توصیف کے ساتھ چلی مگر راستے بھر اُس کی حالت عجیب رہی، وہ توصیف کا منہ دیکھتی تھی، بلبلاتی تھی، گڑگڑاتی تھی، ہاتھ جوڑتی اور کہتی تھی: ”بیگم! چالیس روپے بہت ہیں مگر میں ہاتھ جوڑوں گی اور دوں گی۔ پانچ چھ روپے کے برتن تو میرے پاس ہیں۔ یہ لے جائیے۔ تین روپے کا ایک ٹل ہے۔ باقی روپے جب تک میں نہ دوں آپ میرے کلیم کو اپنے پاس رکھ لیجیے۔ میں دُور سے ایک دفعہ روز دیکھ آیا کروں گی۔“

توصیف اپنے بچے کی علالت میں اس درجہ مستغرق تھی کہ اس کو دنیا و مافیہا کا ہوش نہ تھا۔ وہ کسی بات کا جواب نہ دیتی تھی، نہ دینے کے قابل تھی۔ زمیندار کے گھر پہنچی، تو توصیف کی صورت دیکھتے ہی اُس کے اوسان جاتے رہے۔ اُس نے روپے دیے تو کہنے لگا: ”حضور! آپ نے کیوں تکلیف کی؟ میں وہیں حاضر ہو جاتا۔“

اب ایک عجیب منظر تھا۔ زمیندار نے کلیم کو آواز دی اور ماں کا دل جو بچے کی جدائی میں تڑپ رہا تھا، مچھلی کی طرح لُوٹنے لگا۔ وہ کبھی دروازے کو دیکھتی اور کبھی توصیف کو۔ اس کے ہاتھ توصیف کی طرف بڑے ہوئے تھے اور زبان سے صرف اتنا کہہ رہی تھی: ”بیگم! تیری مامتا ٹھنڈی رہے۔“

کلیم باہر آیا۔ ماں کی صورت دیکھتے ہی دوڑا اور اس کے گلے میں ہاتھ ڈال کر چمٹ گیا۔ اس وقت عورت نے فرط مسرت میں ایک چیخ ماری اور توصیف کے قدموں میں گر کر کہا: ”اے بیگم! خوش رہ۔ پھڑا ہوا لال مجھ سے ملا دیا۔“
توصیف کا دل اپنے کلیم میں پڑا ہوا تھا۔ بھگم بھاگ آئی تو ڈاکٹر کے یہ الفاظ اس کے کان میں پہنچے:
”اگر بخار اُتر گیا تو خیر۔ ورنہ پھر حالت بہت خطرناک ہوگی۔“

برابر کے پلنگ پر خاموش لیٹ گئی۔ رات کے دس بجے ہوں گے۔ بچے کا بدن دیکھا تو بدستور پنے ٹھن رہے تھے۔ مایوس ہو کر پھر لیٹی اور یقین ہو گیا کہ اب بخار اُترنے والا نہیں۔

بارہ بجے کے قریب بخار اور تیز ہوا اور توصیف اب قطعی مایوس ہو گئی۔ ان ہی خیالات میں غلطاں و پچپاں لیٹی ہوئی تھی کہ آنکھ لگ گئی۔ دیکھتی کیا ہے کہ ایک شخص سامنے کھڑا کہہ رہا ہے: ”توصیف! خدا کا اصلی گھر تو پھڑے ہوئے کلیم کی ماں کا دل تھا۔ تُو نے اس کی مامتا کی مدد کی۔ تیرا بچہ تجھ کو مبارک ہو۔ تُو نے غریب کلیم کو ملوا دیا، اٹھ تُو بھی اپنے کلیم سے مل۔“
توصیف ابھی خواب ہی دیکھ رہی تھی کہ موسیٰ کی اس آواز نے اُسے چونکا دیا: ”الہی تیرا شکر ہے بخار اُتر گیا۔“
گھبرا کر اٹھی تو بچہ پسینے میں نہا رہا تھا اور بخار کا پتا تک نہ تھا۔

(ذخیرہ الفاظ)

- ۱۔ درج ذیل الفاظ کے معانی کتاب کے آخر میں دی گئی فرہنگ سے دیکھ کر لکھیے:
طائران، ایوان، خوش الحان، وقعت، مصمم، دھکار دینا، شادی مرگ، مستغرق، غلطاں و بیجاں۔
- ۲۔ درج ذیل محاوروں کے معانی لغت سے تلاش کر کے لکھیے اور اپنے جملوں میں استعمال کیجیے:
دنگ رہ جانا، کٹھ پتلی بننا، خاک نہ معلوم ہونا، رقت طاری ہونا، پگلی بندھ جانا، مانتا ٹھنڈی ہونا، حالت رڈی ہونا، جتن کرنا۔

(مختصر جواب کے سوالات)

- ۳۔ درج ذیل سوالات کے مختصر جوابات تحریر کیجیے:
(i) توصیف کو اپنی مفلسی کے ماحول سے کیا فائدہ ہوا تھا؟
(ii) توصیف جہیز میں کیا لے کر سسرال پہنچی تھی؟
(iii) توصیف کے دل پر کیا دیکھ کر چوٹ لگی؟
(iv) واپسی پر توصیف نے کیا دیکھا؟
(v) کتنے عرصے میں مسجد تیار ہو گئی؟
(vi) توصیف کے بڑے لڑکے کو کیا ہو گیا تھا؟
(vii) توصیف کو اپنے بیٹے کلیم کی بے ہوشی سے کیا خیال آیا؟

(تفصیلی جواب کے سوالات)

- ۴۔ درج ذیل سوالات کے تفصیلی جوابات تحریر کیجیے:
(i) توصیف کی کوٹھی کے بارے میں تفصیلات لکھیے۔
(ii) غریب عورت کی دکھ بھری داستان اپنے الفاظ میں تحریر کیجیے۔
(iii) توصیف نے پہلے اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کس طرح حاصل کرنی چاہی؟
(iv) توصیف کو غریب عورت کے دکھ کا احساس کب ہوا؟
(v) توصیف کا زمیندار کے گھر جانے کا واقعہ اپنے الفاظ میں لکھیے۔
(vi) توصیف نے خواب میں کیا دیکھا؟

- ۵۔ درج ذیل جملوں کے مفہوم اپنے الفاظ میں لکھیے:
- (i) آدمی نہ آدم زاد، سرد موسم، شام کا وقت، مسافت خاک نہ معلوم ہوئی۔
- (ii) دنیا بھر کے جتن کر ڈالے مگر حالت میں کسی طرح فرق نہ پڑا۔
- (iii) توصیف اپنے بچے کی علالت میں اس درجہ مستغرق تھی کہ اس کو دنیا و مافیہا کا کچھ ہوش نہ تھا۔
- ۶۔ سبق ”توصیف کا خواب“ کا مرکزی خیال تحریر کیجیے۔
- ۷۔ سبق ”توصیف کا خواب“ کا خلاصہ تحریر کیجیے۔
- ۸۔ درست لفظ کے ستارے میں رنگ بھریں:

☆ بحت	☆ بیٹ	☆ مالوم	☆ معلوم	☆ تعریف	☆ تریف
☆ ماسوم	☆ معصوم	☆ عادی	☆ آدمی	☆ انتظام	☆ انتظام
☆ علاج	☆ إلاج	☆ تقریبین	☆ تقریباً	☆ صاف	☆ صاف

- ۹۔ ایک لڑکی اپنی دوست کے بارے میں کچھ خیالات کا اظہار کر رہی ہے۔ خط کشیدہ الفاظ کے متضاد لکھ کر پیرا گراف دوبارہ لکھیے۔

سانرہ ایک رحم دل لڑکی ہے۔ وہ بہت خوش مزاج اور مخنتی بھی ہے۔ اس کے والدین غریب ہیں۔ وہ اسکول کا کام دل لگا کر کرتی ہے اور ہمیشہ کامیاب ہوتی ہے۔ گھر کے کام کاج میں بھی بہت سلیقہ مند ہے۔ خود بھی ہمیشہ صاف سُتھری رہتی ہے اور گھر کو بھی سنوار کر رکھتی ہے۔

.....

.....

.....

.....

.....

.....

.....

ہم اور ہمارے خواب!

میلے کپڑوں اور اُلٹھے بالوں کے ساتھ ننگے بجرسڑکوں پر پھرنے والے بچے ہم سب نے دیکھے ہیں۔ چوراہوں پر گاڑیاں صاف کر کے، پھول بیچ کر اور روزانہ اجرت پر چھوٹے موٹے کام کر کے اپنا پیٹ پالنے والے یہ بچے رات کو کسی بھی فٹ ہاتھ پر یا گلی میں زمین پر سو جاتے ہیں۔

نرم تکیوں کے بجائے سخت زمین پر سر رکھ کر سونے والے بھی خواب دیکھتے ہیں کیونکہ خوابوں کے لیے کوئی قیمت ادا نہیں کرنی پڑتی۔ ہاں ان کی تعبیر کے لیے سرمایہ ضرور درکار ہوتا ہے۔ ایسے لوگ بھی دنیا میں ہیں جو صرف چند روپے اُن کے ہاتھ پر رکھ کر خوش نہیں ہوتے بلکہ ایسے بچوں کی زندگیاں بدلنے کی مخلصانہ کوششیں کر رہے ہیں۔

پوری دنیا میں سڑکوں پر زندگی گزارنے والے ان بچوں کی تعداد لاکھوں میں ہے۔ صرف پاکستان میں دس سال پہلے لگائے جانے والے اندازے کے مطابق ایسے ۱۳ سے ۱۵ لاکھ بچے ہیں۔ ورثا اور بزرگ سرپرست نہ ہونے کے سبب یہ ہر طرح کی بُرائی کے لیے استعمال کیے جاتے ہیں اور کچھ عرصے بعد خود بھی مجرم بن جاتے ہیں۔

ایسے بچوں کے لیے فلاحی کام کرنے والوں میں سے ایک تحریک اسٹریٹ چائلڈ ورلڈ کپ بھی ہے۔ یہ پانچوں براعظموں سے بے گھر بچوں کو کھیل کے مواقع کی فراہمی، فٹ بال، آرٹ اور ان کے لیے مختلف سرگرمیاں کروانے کے لیے بہت فعال ہے۔ اس کا مقصد ان بچوں کے بارے میں منفی تاثر ختم کرنا اور ان کی بحالی ہے۔

یہ تحریک برطانیہ کی انسانی حقوق اور فلاح و بہبود کی تنظیم 'آموس ٹرسٹ' نے شروع کی تھی۔

فٹ بال دنیا میں کھیلا جانے والا سب سے مقبول کھیل ہے۔ اس کے لیے بہت زیادہ ساز و سامان درکار نہیں ہوتا بلکہ یہ صرف ایک گیند سے کھیلا جاتا ہے۔ پاؤں سے گیند کو مار کر کھیلنے کی وجہ سے اس کا نام فٹ بال رکھا گیا۔ دنیا کے بڑے کھیل کے مقابلوں میں سے ایک "فیفا فٹ بال ورلڈ کپ" بھی ہے جو ہر چار سال بعد منعقد کیا جاتا ہے۔ اس میں پوری دنیا سے ٹیمیں حصہ لیتی ہیں۔

تحریک کے تحت طے یہ کیا گیا کہ فیفا ورلڈ کپ سے پہلے اسٹریٹ چلڈرن کے لیے فٹ بال ورلڈ کپ کا انعقاد کیا جائے۔ اس کے لیے دنیا کے مختلف ملکوں میں ایسے بچوں کی ٹیمیں تشکیل دی گئیں اور آرجنٹینا میں ۲۰۱۰ء میں پہلے ورلڈ کپ کا انعقاد کیا گیا۔

۲۰۱۳ء میں ہونے والے ورلڈ کپ کے لیے اقوام متحدہ کے ادارہ برائے صحت و تعلیم UNICEF اور آزاد فاؤنڈیشن نے مل

کر پاکستان کے تمام شہروں سے باصلاحیت بے گھر بچوں کی تلاش کی۔ کراچی کے ایک اسٹیڈیم میں مقابلے کروائے جن کو عالمی ادارے کے حکام نے خود بھی دیکھا۔ اس طرح نو بچوں کا انتخاب کیا گیا اور ایک تربیتی کیمپ کا قیام عمل میں لایا گیا۔ سچے ماہ کی مختصر مگر ہمہ جہتی تربیت کا اہتمام کیا گیا جس میں نہ صرف فٹ بال کی مہارت سکھائی گئی بلکہ زندگی گزارنے کے لیے ڈھنگ اور طور طریقے بھی سکھائے گئے۔

ان کے کوچ عبدالرشید کا کہنا تھا کہ ہم سب اس کیمپ میں خاندان کی طرح رہتے تھے۔ ان بچوں کو تربیت دینا ایک حیران کن

تجربہ تھا جو میرے اندر بھی بہت سی تبدیلیاں لایا۔



مارچ ۲۰۱۳ء کو برازیل کے شہر ریوڈی جیرو میں ہونے والے پہلے مقابلے میں پاکستانی ٹیم نے ۰-۱۳ سے بھارت کو شکست دے کر سب کو حیران کر دیا۔ اور پھر یہ بچے ایک کے بعد ایک مقابلہ جیتتے گئے۔ سخت مقابلوں کے بعد وہ کانسی کا تمغہ جیتے۔ یہ جیت نہ صرف ان کی بلکہ سڑکوں پر رہنے والے ہر بچے کی جیت ہونے کے ساتھ پاکستان کے لیے فخر و انبساط بھی لے کر آئی۔

ٹیم کے ۱۵ سالہ کپتان محمود عالم کا تعلق ایشیا کی سب سے بڑی پسماندہ بستی اورگی سے ہے۔ اس کے والد مزدور تھے۔ اپنا گھر چھوڑے انھیں کئی سال ہو چکے ہیں۔ وہ ایک دن کہیں گئے اور پھر کبھی واپس نہ آئے۔ اس کی اتنی نے محنت مزدوری کی لیکن اس سے سب کا پیٹ نہیں بھر سکتا تھا۔ محمود سڑکوں پر بے کار پھرتا یا کبھی کبھار کوئی کام ملنے پر کام کر لیتا تھا۔

عبدالرزاق، جس نے سب سے زیادہ گول کیے، بے گھر ہونے کے باوجود فنٹ بالر بننا چاہتا تھا۔ وہ پھلوں کے ٹھیلے پر نوکری اس لیے کرتا تھا کہ سامنے ماڑی پور فنٹ بال اسٹیڈیم میں ہونے والے میچ دیکھ سکے۔ وہ کہتا ہے کہ ”اب جبکہ میں فنٹ بالر بن گیا ہوں تو میں اس کو بطور پیشہ اپناؤں گا، لیکن اس کے ساتھ پاکستان کے بے گھر بچوں کے لیے بہت سے کام کروں گا تاکہ وہ بھی اس محرومی کی زندگی سے نکلیں۔“

ایسی ہی کہانیاں ٹیم کے باقی بچوں کی بھی ہیں۔ ان بچوں نے نہ صرف میڈل جیتا بلکہ اپنی مثبت سوچ کی وجہ سے لوگوں کے دل بھی جیت لیے۔ بے انہماختیاں جھیلنے کے بعد بھی مایوسی کفر ہے۔ خود پر یقین رکھنے اور اپنے آپ کو بدلنے اور سیکھنے کے لیے بخوشی تیار رہنے نے ان کی دنیا بدل دی۔

(ذخیرہ الفاظ)

۱۔ درج ذیل الفاظ کے معانی لغت سے تلاش کر کے لکھیے :
 اجرت ، سرمایہ ، مخلصانہ ، ورثا ، فعال ، فلاح و بہبود ، ہمہ جہت ، فخر و انبساط ، پسماندہ۔

(مختصر جواب کے سوالات)

۲۔ درج ذیل سوالات کے مختصر جوابات تحریر کیجیے :

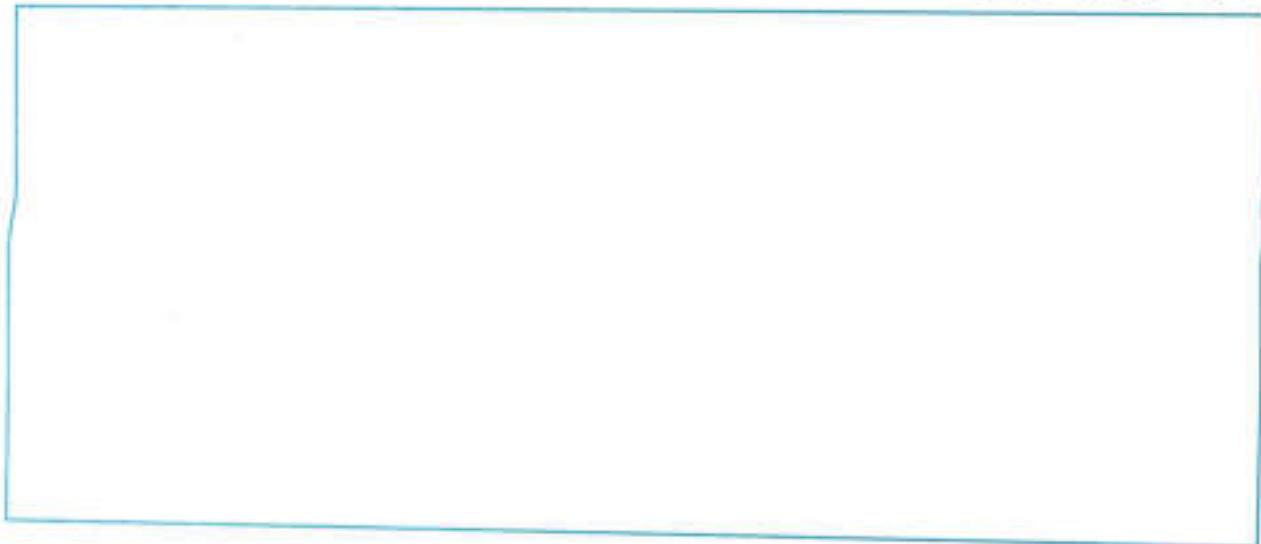
- (i) فٹ بال کے کھیل کے بارے میں چند جملے تحریر کیجیے۔
 - (ii) پوری دنیا میں سڑک پر زندگی گزارنے والے بچوں کی تعداد کتنی ہے؟ پاکستان میں یہ تعداد کیا ہے؟
 - (iii) اسٹریٹ چائلڈ فٹ بال ورلڈ کپ کیا ہے؟ اس کے بارے میں اپنے الفاظ میں وضاحت کیجیے۔
 - (iv) دوسرا اسٹریٹ چلڈرن فٹ بال ورلڈ کپ کہاں منعقد کیا گیا؟
 - (v) پاکستانی ٹیم کی کیا کارکردگی رہی؟
 - (vi) بے گھر بچوں کی دنیا کیسے بدلی؟
- ۳۔ آپ اپنے اردگرد پائے جانے والے ایسے بچوں کی مدد کر سکتے ہیں۔ تین طریقے تحریر کیجیے۔

(i)

(ii)

(iii)

۴۔ فٹ بال اسٹیڈیم کا نقشہ بنائیے۔



☆ فعل متعدی کے استعمال کی دو صورتیں ہیں:

اول: فعل کے ساتھ اس کے فاعل کا بھی ذکر کیا جائے، جیسے:

• میں نے ایک سانپ مارا۔

• ابو نے کتابیں خریدیں۔

جب کوئی فعل اس صورت میں استعمال ہو تو اسے ”فعلِ معروف“ کہتے ہیں۔

دوم: فعل کے ساتھ اس کے فاعل کا ذکر نہ ہو بلکہ صرف یہ بتایا جائے کہ فعل کا اثر کس پر ہوا، جیسے:

• سانپ مارا گیا۔

• کتابیں خریدی گئیں۔

جب کوئی فعل اس صورت میں استعمال ہو تو اسے ”فعلِ مجہول“ کہتے ہیں۔

بنانے کا قاعدہ

☆ جس جملے کو مجہول بنانا ہو تو پہلے اس کا فعل ماضی مطلق معروف میں تبدیل کیجیے۔ پھر اس کے ساتھ مصدر ”جانا“ کو فعلِ مجہول کی

مناسبت سے فعلِ معروف بنا کر لگا دیجیے۔

☆ درج ذیل فعلِ معروف سے فعلِ مجہول بنائیے:

فعلِ مجہول

فعلِ معروف

اخبار پڑھا گیا۔

محمود نے اخبار پڑھا۔

قائدِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے پاکستان بنایا۔

مائی نے پھول توڑا۔

آم کھایا جاتا ہے۔

سلسلی آم کھاتی ہے۔

کولبس نے امریکا دریافت کیا۔

صدر پاکستان قومی پرچم لہراتے ہیں۔

لڑکوں نے میچ جیتا۔

سابقہ

قواعد کی رو سے ”سابقہ“ کا مطلب ہے کسی مفرد لفظ سے پہلے لگایا جانے والا حرف یا لفظ۔ کچھ الفاظ سے پہلے کوئی حرف یا لفظ لگا کر نئے الفاظ بنائے جاتے ہیں۔ لفظ سے پہلے لگائے جانے والے یہ حروف یا الفاظ سابقہ کہلاتے ہیں۔ سابقوں کے درست استعمال کے لیے ان کے معنی جاننا بہت ضروری ہیں۔

سابقہ	معانی	مفرد الفاظ	نئے الفاظ	مزید الفاظ بنائے
ن		ڈر	نڈر	نکھا
غیر		حاضر	غیر حاضر	
ان	یہ تمام سابقے اصل لفظ کی نفی کرتے ہیں	پڑھ	ان پڑھ	
بے		کار	بے کار	
لا		علاج	لا علاج	
نا		امید	نا امید	
خلاف		توقع	خلاف توقع	
ہم	ساتھی	جماعت	ہم جماعت	
یک	ایک	زبان	یک زبان	
نیم	آدھا	گرم	نیم گرم	
نو	نیا	عمر	نو عمر	
نیک	اچھا، عمدہ	مزاج	نیک مزاج	
بد	بُرا	زبان	بد زبان	
خوش	اچھا	گوار	خوش گوار	
عالی	بلند، عظیم	شان	عالی شان	
قابل	قابل	دید	قابل دید	

☆ یاد رکھیے کسی لفظ سے پہلے آنے والے یہ الفاظ ہمیشہ سابقہ نہیں ہوتے۔ مثلاً ’ن‘ اور ’ج‘ کو ملا کر نہیں بنا ہے۔ اسی طرح ’لاڈلا‘ بھی ایک مکمل لفظ ہے۔

☆ درج ذیل الفاظ کے متضاد لکھیے اور دونوں الفاظ اپنے جملوں میں استعمال کیجیے :

خوش گوار.....، بد مزاج.....، باخبر.....، بے قاعدہ.....

عربی قاعدے سے جمع بنانا

☆ کچھ الفاظ کے آخر میں ”ات“ لگانے سے وہ جمع میں تبدیل ہو جاتے ہیں۔

مثلاً: احسان سے احسانات

جمع بنائے: باغ، جن، خیال، فساد، کاغذ، مقام، حیوان

☆ کچھ الفاظ کے آخر میں ”ہ“ کو ہٹا کر ”ات“ لگانے سے بھی جمع بنائی جاسکتی ہے۔

مثلاً: جذبہ سے جذبات

جمع بنائے: خطرہ، درجہ، صفحہ، واقعہ، قطرہ، معاملہ، طبقہ، صدمہ

☆ کچھ الفاظ کے آخری رکن سے پہلے ”ا“ کا اضافہ کرنے سے وہ جمع بن جاتے ہیں۔

مثلاً: آفت سے آفات

جمع بنائے: حاجت، حالت، حرکت، شکایت، عادت، عبادت، خدمت، روایت، ہدایت

املا کی درستی

☆ نیچے دی گئی عبارت کی املا کی اغلاط درست کر کے دوبارہ لکھیے:

زوف بسارت

ایک دفارات کے وکت ملا نسرالدین نے جلدی سے اپنی بیوی کو جگایا اور کہا ”فورن میری عینک تلاش کر کے لاؤ۔“ بیوی عینک تلاش کر کے لے آئی اور پھر پوچھنے لگی کہ ”اس وکت عینک کی کیا زورت تھی۔“ ملا نے جواب دیا ”ابھی ابھی ایک بہت ہی دلکش خواب دیکھ رہا تھا۔ لے کن کئی مکانات پر سخت اندھیرا تھا اور چیزیں اچھی طرح نذرنا آتی تھیں۔ خیال کیا کہ فورن عینک لگا لوں تاکہ سب چیزیں اچھی طرح دیکھ سکوں۔“

ضعف بصارت

.....

.....

.....

.....

.....

اصنافِ سخن

رُبَاعِی

رُبَاعِی میں چار مصرعے یعنی دو اشعار ہوتے ہیں۔ پہلے مصرعے سے ایک ہی بات تسلسل سے کہتے ہوئے آخری مصرعے پر ختم کی جاتی ہے۔ عموماً آخر مصرعے میں اصل بات واضح ہوتی ہے۔ رُبَاعِی کے پہلے، دوسرے اور چوتھے مصرعے ہم قافیہ ہوتے ہیں۔ تیسرے مصرعے میں بھی قافیہ ہو سکتا ہے۔ نظم کی تمام اصناف میں رُبَاعِی سب سے مشکل ہے۔ وجہ یہ ہے کہ شاعر کو صرف چار مصرعوں میں اپنا مطلب ادا کرنا ضروری ہوتا ہے۔

مثال: تم شوق سے کالج میں پھلو، پارک میں پھولو
جائز ہے غباروں میں اُڑو، چرخ پہ پھولو
بس ایک سخن بندۂ عاجز کا رہے یاد
اللہ کو اور اپنی حقیقت کو نہ پھولو

اکبر الہ آبادی

☆ اس رُبَاعِی کے قافیے تحریر کیجیے۔ نیز مزید کچھ الفاظ کے قافیے خود سوچ کر لکھیے۔

☆ کتب، اخبارات یا رسائل سے تین رُبَاعِیات تلاش کر کے تحریر کیجیے۔ خیال رہے کہ رُبَاعِیات معیاری اور مشہور شعرا کی ہوں۔

قطعہ

دو یا دو سے زیادہ اشعار کے اس مجموعے کو قطعہ کہتے ہیں جن میں کوئی خیال یا مضمون تفصیل سے بیان کیا جائے۔ قطعہ کے

آخر مصرعے ہم قافیہ ہوتے ہیں پہلے مصرعے میں قافیہ نہیں ہوتا۔

مثال: بے پردہ کل جو آئیں نظر چند بیہیاں

اکبر زمیں میں غیرتِ قومی سے گڑ گیا

پوچھا جو ان سے ”آپ کا پردہ وہ کیا ہوا“

کہنے لگیں کہ عقل پہ مردوں کی پڑ گیا

☆ مزید تین قطععات تلاش کر کے تحریر کیجیے۔

قطعہ اور رُبَاعِی میں فرق

قطعہ اور رُبَاعِی میں فرق یہ ہے کہ رُبَاعِی میں صرف دو اشعار ہوتے ہیں جبکہ قطعہ میں اس سے زیادہ بھی ہو سکتے ہیں۔ رُبَاعِی کا

وزن بھی مقرر ہے جبکہ قطعہ کے لیے اس قسم کی کوئی قید نہیں۔

نیویورک

۲۲ اکتوبر ۵۳ء

برادر محترم!

سلام مسنون! گرمی نامہ ملا۔ بیماری میں آپ اکثر یاد آئے۔ جہاں گردی سیر و سیاحت کے لیے خوب ہے، لیکن قدرت کو کوئی ایسا انتظام ضرور کرنا چاہیے کہ انسان بیمار ہو تو اپنے وطن ہی میں اور دفن ہو تو اپنی ہی مٹی میں۔ علاج تو یہاں سے بہتر ساری دنیا میں نہیں لیکن روح کے زخم بھر نہیں پاتے۔ روح کی مسیبتی احباب ہی سے ہو سکتی ہے۔ آپ خط جلدی لکھتے تو اچھا ہوتا۔ میں جواب نہ دے سکتا لیکن آپ کی آواز تو سن لیتا۔ بہر حال اب بھی آپ کا خط برکت کا موجب ہوا۔ یہ آپ نے خوب پوچھا کہ علالت کیا تھی۔ جو ہم جیسے اہل دل ہیں، وہ کب تک دل کو سنبھالے رہیں گے۔ اس سے پہلے تو کوئی آثار نہ تھے، لیکن یہ پچھلا سال مجھ پر بہت گراں گزرا۔

پاکستان کا سفر اتنا مختصر تھا کہ اس سے جسم کو کچھ آرام نہ ملا۔ اخراجات بہت زیادہ ہوئے۔ واپس پہنچا تو بعض بزرگوں کی تنگ نظری سے جو خطرے لاحق تھے، وہ صحیح ثابت ہوئے۔ پھر تنخواہ کم ہوئی۔ پھر ریٹائرمنٹ کا نوٹس ملا۔ جب مجھ سے مایوس ہوئے تو امریکیوں نے اپنا ایک آدمی کھڑا کیا اور اُسے منتخب کروایا۔ پھر ہمیں سرکار پاکستان سے ایک سال کی توسیع ملی۔ اس میں تلاش معاش شروع کی۔ کچھ تدبیریں کامیاب ہوتی نظر آنے لگیں تو بیمار پڑ گیا۔ اب اچھا ہوں۔ اللہ کا شکر ہے۔ پھر کوشش شروع کر دوں گا۔ لاہور کے کانٹے کا علاج نہیں۔ آپ ہر دل عزیز انسان ہیں۔ جہاں جاتے ہیں آپ کے گرد عقیدت مندوں کا حلقہ ایک مستقل عرس شریف کی صورت اختیار کر لیتا ہے۔ تاہم آپ کے لبوں سے بھی اکثر لاہور کے نام پر آہ نکلی۔ خلیفہ حکیم کو میں نے ایک خط کئی مہینے ہوئے لکھا تھا۔ دست بستہ عرض بھی کی تھی کہ جواب ضرور لکھیے گا لیکن وہ بے کار باکار انسان خط کے معاملے میں حد درجہ کاہل ہے۔ امتیاز سے بھی سلسلہ پیام کچھ عرصے سے بند ہے۔ بشیر ہاشمی کا ایک خط (از حد رقت آمیز) البتہ چند دن ہوئے آیا تھا۔ لیجیے، ایک اور کام آپ کے کرنے کا نکل آیا۔ ایک پبلشر نے مجھ سے ایک بچوں کی کہانی مانگی ہے (تخمیناً ایک ہزار الفاظ)۔ یہ ایک مجموعے میں شامل کی جائے گی جس میں سب دیگر اقوام کے بچوں کی کہانیاں بھی شامل ہوں گی۔ کہتے ہیں، کہانی ایسی ہو جو قدیم Folklore پر مبنی ہو۔ دس بارہ سال کی عمر کے بچوں کے لیے موزوں ہو اور ممکن ہو تو ایسی ہو کہ اُس سے صلح و آشتی کا سبق اخذ کیا جاسکے، نہ کہ قتال و جدال کا۔ یعنی وہ ہوشیہ دہی کہانی، ہو بھی بچوں کے کام کی، اور یو این کے نصب العین پر بھی پوری اترے۔ پہلے خیال آیا، امتیاز سے پوچھوں۔ لیکن اُس سے جلد جواب کی توقع نہیں۔ اس لیے آپ کی طرف رجوع کرتا ہوں۔ عباس بھی تو کراچی ہی میں ہیں۔ آپ دونوں مل کر ایسی کہانی کا انتخاب نہ کر سکتے تو اور کون کرے گا۔ کہانی اُردو میں بھجوا دیجیے۔ میں اس کا ترجمہ یہاں کر لوں گا۔ اور عباس سے کہیے کہ اُن کی کہانیوں کا ترجمہ بھی جاری ہے (یعنی بیماری تک جاری تھا، اب پھر متوجہ ہوں

گا)۔ امین الدین کے انتقال کی خبر آپ کے خط سے ملی۔ زبیدہ نے میری بیماری کے پیش نظر اسے مجھ سے پوشیدہ رکھا۔ حسرت کا شیری اور مجید لاہوری، دونوں کو میرا سلام۔ وہ کا شیری اور لاہوری ایسے ہی ہیں جیسے میں پاکستانی ہوں۔ جس دیار کو فخر یہ ہم نے اپنایا، اسی سے اخراج ہوا۔ عنقریب ایک اور خط لکھوں گا۔ پیاس نہیں بجھی۔

خاکسار

بخاری

نوٹ: خط لکھنے والا مکتوب نگار یا نویسنده کہلاتا ہے۔
جس کو خط لکھا جائے وہ مکتوب الیہ کہلاتا ہے۔

مشق

- ۱۔ درج ذیل الفاظ اور محاوروں کے معانی لغت سے تلاش کر کے لکھیے:
 - برادر محترم، مسنون، گرامی نامہ، خواب ہونا، مسیحائی، موجب، علامت، گراں گزرنا، خطرہ لاحق ہونا، توسیع، تلاش معاش، ہر دل عزیز، حلقہ، دست بستہ عرض کرنا، حد درجہ، سلسلہ پیام، از حد، رقت آمیز، تخمیناً، صلح و آشتی، قتال و جدال، نصب العین، رجوع کرنا، پیش نظر، پوشیدہ۔
- ۲۔ درج ذیل سوالات کے جوابات تحریر کیجیے:
 - (i) عبد المجید سالک کے نام لکھے گئے اس خط کے مکتوب نگار کون ہیں؟
 - (ii) یہ خط کس تاریخ کو اور کس مقام پر تحریر کیا گیا ہے؟
 - (iii) مکتوب الیہ نے مکتوب نگار سے کیا پوچھا تھا؟
 - (iv) مکتوب نگار نے اپنی بیماری کے بارے میں جو الفاظ لکھے، اُس سے کون سی بیماری مراد ہے؟
 - (v) مکتوب نگار نے پاکستان کے سفر کے بارے میں کیا لکھا ہے؟
 - (vi) مکتوب نگار کو وطن سے واپس لوٹنے پر کن مشکلات کا سامنا کرنا پڑا؟
 - (vii) ناشر نے مکتوب نگار سے جو کہانی مانگی، اس کے لیے کیا اصول و شرائط بیان کیں؟
 - (viii) مکتوب نگار نے مطلوبہ کہانی اپنے دوستوں سے کس زبان میں منگوائی اور کس زبان میں ترجمہ کرنے کا ذکر کیا؟

۳۔ خط کشیدہ الفاظ کے معانی معلوم کر کے مندرجہ ذیل جملوں کا مفہوم تحریر کیجیے :

(i) جہاں گردی سیر و سیاحت کے لیے خوب ہے ، لیکن قدرت کو کوئی ایسا انتظام ضرور کرنا چاہیے کہ انسان بیمار ہو تو اپنے وطن ہی میں اور دفن ہو تو اپنی ہی مٹی میں۔ علاج تو یہاں سے بہتر ساری دنیا میں نہیں لیکن روح کے ذم بھر نہیں پاتے۔
روح کی مسیحائی احباب ہی سے ہو سکتی ہے۔

(ii) لاہور کے کانے کا علاج نہیں۔

(iii) آپ ہر دل عزیز انسان ہیں۔ جہاں جاتے ہیں آپ کے گرد عقیدت مندوں کا حلقہ ایک مستقل عرس شریف کی صورت اختیار کر لیتا ہے۔

(iv) حسرت کا شمیری اور مجید لاہوری ، دونوں کو میرا سلام۔ وہ کا شمیری اور لاہوری ایسے ہی ہیں جیسے میں پاکستانی ہوں۔ جس دیار کو فخر یہ ہم نے اپنایا ، اسی سے اخراج ہوا۔

(v) عقرب ایک اور خط لکھوں گا۔ پیار نہیں بچھی۔

۴۔ آپ کے خیال میں معاش کے لیے بیرون ملک رہنے اور کبھی کبھی اپنے ملک آنے کے فوائد اور نقصانات کیا ہیں؟ کم از کم چار فوائد اور چار نقصانات تحریر کیجیے۔

۵۔ درج ذیل الفاظ اور محاوروں کو اپنے جملوں میں استعمال کیجیے :

برادر محترم ، علالت ، گراں گزرنا ، خطرہ لاحق ہونا ، تلاش معاش ، ہر دل عزیز ، دست بستہ عرض کرنا ، نصب العین ، پوشیدہ۔

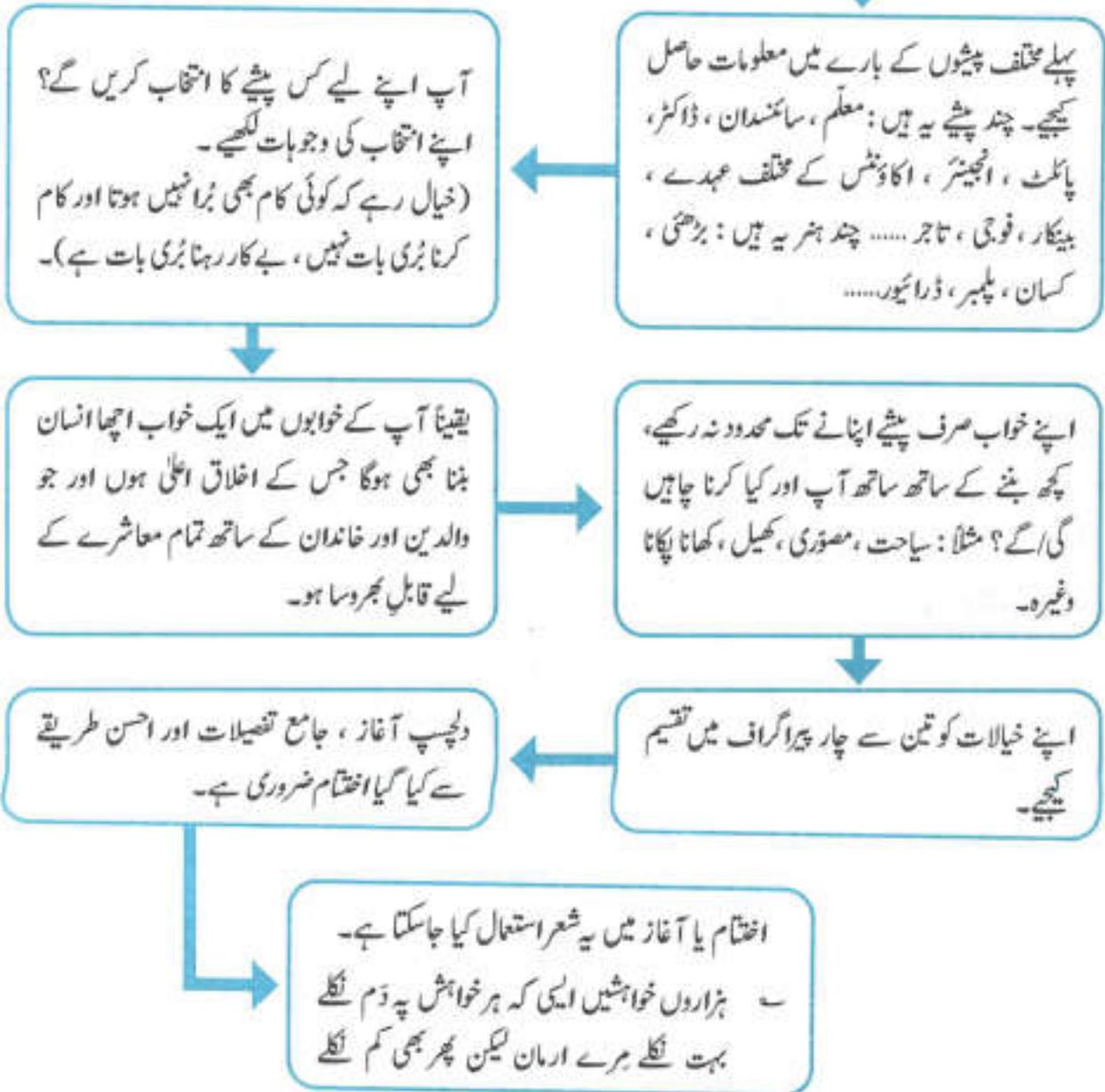
سرگرمی : 

☆ اپنے دوست کو خط لکھیے جس میں اپنی علالت کا تذکرہ کرتے ہوئے اپنی پڑھائی کے بارے میں بھی بتائیے۔ خیال رکھیے کہ ذاتی خطوط اس انداز سے لکھے جاتے ہیں جیسے مکتوب الیہ سامنے موجود ہو۔

☆ خواب دیکھنا بہت ضروری ہیں۔ انسان جن چیزوں کے خواب دیکھتا ہے وہ شعوری اور لاشعوری طور پر حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ درست منصوبہ بندی، محنت اور استقامت اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول کا سبب بھی بن جاتی ہے۔ اگر اخلاص نیت ہو تو دنیا کیا، کائنات کی ہر چیز موافق ہو جاتی ہے یعنی مدد دیتی ہے۔

۱۔ آپ کیا بننا چاہتے ہیں، کیا حاصل کرنا چاہتے ہیں؟

میرے خواب



تعارف

کسی بھی کام کو کرنے کے بارے میں سوچنے سے لے کر پایہ تکمیل تک پہنچانے کے لیے ہمت درکار ہوتی ہے۔ بہت سے لوگ ہمت اور استقلال سے کام مکمل کر لیتے ہیں، بہت سے درمیان ہی میں ہمت ہار دیتے ہیں۔ اُن میں سے کچھ تو سوچنے سے آگے ہی نہیں بڑھ پاتے، اور اُن کا تو ذکر ہی کیا جو سوچتے ہی نہیں۔ حوصلہ اور استقامت کسی بھی چھوٹے سے چھوٹے اور بڑے سے بڑے کام کے لیے ضروری ہیں۔

تمام دنیا کے اربوں لوگ اُن چند لوگوں کے احسان مند ہیں جنہوں نے اپنی ہمت کے بل بوتے پر نوع انساں کے فائدے کے لیے کام کیے۔ اُن میں سرفہرست انبیائے کرام علیہم السلام ہیں جنہوں نے، باوجود انتہائی مخالفت کے، انسانوں کو اُن کے بنانے والے کی پہچان کروائی، زندگی گزارنے کا صحیح طریقہ بتایا اور برائی اور بھلائی کی تمیز سکھائی۔

انبیائے کرام علیہم السلام کے بعد علما، اساتذہ، سائنس دان، معالجین اور بہت سے لوگ ان باہمت لوگوں کی فہرست میں شامل ہیں۔ ان باہمت انسانوں کے نام تاریخ میں زندہ رہتے ہیں۔ نام اگر تاریخ میں نہ بھی ہوں، تب بھی اُن کے کام اور کام کے اثرات نسل انسانی پر ثبت رہتے ہیں، جن کا آج انہیں دنیا سے جانے کے بعد بھی ملتا رہتا ہے۔

یوں ہر وہ انسان جو اپنے کام کو تندہی اور جانفشانی سے کرتا ہے، باہمت انسانوں کی اس فہرست میں شامل ہوتا چلا جاتا ہے جن کے لیے نوع انساں شکر گزار، احسان مند اور دُعا گو ہے۔

اس فہرست میں ایسے افراد بھی شامل ہیں جو اپنی کسی کمزوری پر، خواہ وہ ذہنی ہو یا جسمانی، پیدائشی ہو یا حادثاتی، قابو پاتے ہوئے نہ صرف اپنے لیے بلکہ دوسروں کے لیے بھی فائدہ مند ثابت ہوتے ہیں۔ ایسے انسانوں کی فہرست بھی خاصی طویل ہے جنہوں نے صحت مند اور ہر طرح سے مکمل انسانوں سے کہیں زیادہ کام کیے اور نوع انسانی کی ترقی کا سبب بنے۔ ایسے لوگوں میں ایڈیسن کا نام سرفہرست ہے جس نے تقریباً ایک ہزار سے زائد ایجادات کی ہیں۔ نیوٹن اور آئن اسٹائن بھی اسی طرح کی عظیم مثالیں ہیں۔

گھریلو ملازمہ نے نوٹیل انعام پایا

زمانے کی نیرنگیاں بھی عجیب ہیں۔ کبھی یہ علم نامی میں پیدا ہونے والے کو شہرت کی بلند یوں پر پہنچا دیتی ہیں تو کبھی معروف خاندان کے فرد کو علم نامی کے اندھیرے میں دکھیل دیتی ہیں۔ اب ”ماریا اسکلوڈوسکا“ کی مثال دیکھیے۔ باپ پولینڈ کے اسکول کا ایک ٹیچر، ملک غیر ملکی حکومت کا غلام، ماں ٹی بی کی مریض۔ ایسے خاندان میں ایک بچی پیدا ہوتی ہے۔ ابھی گیارہ برس کی بھی نہیں ہو پاتی کہ ماں کا انتقال ہو جاتا ہے۔ باپ کو اپنے وطن کی آزادی کے لیے جدوجہد کے جرم میں ملازمت سے برطرف کر دیا جاتا ہے۔ ایک بہن ٹائیفائیڈ کے مرض میں مبتلا ہو کر موت کا لقمہ بن جاتی ہے۔ حکمران قوم نے عورتوں کی تعلیم پر پابندی لگا رکھی ہے۔

مشکلات کے ان پہاڑوں کے سامنے اچھے اچھوں کی ہمت جواب دے جاتی، لیکن ماریا ایک عام لڑکی کب تھی۔ اُسے تو دشواریوں سے ہار مان لینے کے بجائے اُن کا مقابلہ کر کے ہی خوشی ہوتی تھی۔ ہم وطنوں کی حمایت پر باپ کا جو انجام ہوا وہ اُس کے سامنے تھا، لیکن خوف زدہ ہونے کے بجائے اُس نے چُپ کر گاؤں کے بچوں کو پڑھانا شروع کر دیا۔ اُس کی بڑی بہن برونیا کی خواہش تھی کہ وہ ڈاکٹر بنے۔ پولینڈ میں رہ کر ڈاکٹر بننا تو درکنار، اعلیٰ تعلیم حاصل کرنا ہی ناممکن تھا۔ خواہش کے پورا ہونے کا ایک ہی راستہ تھا، فرانس کا سفر۔ لیکن سفر کے خرچ اور پیسوں میں رہنے کے اخراجات کا بندوبست ایک مشکل امر تھا۔ اب ماریا کو اپنے ایثار کے جذبے کے مظاہرے کا ایک اور موقع ہاتھ آیا۔ اُس نے بہن کو فرانس بھیجنے اور تعلیمی اخراجات کا بار اٹھانے کی ذمہ داری اپنے سر لے لی۔ اس کام کے لیے اُس نے شہر کے ایک کھاتے پیتے خاندان میں بچوں کی دیکھ بھال کے لیے ملازمت کر لی۔ البتہ بڑی بہن سے یہ وعدہ لے لیا کہ جب وہ تعلیم مکمل کر لے گی تو ماریا کو فرانس بلا لے گی۔

ماریا نے ایک عزم کے ساتھ خود کو سائنس کی تعلیم حاصل کرنے میں غم کر دیا۔ ذہن کی کچی، ہمت و جرات کا نمونہ یہی ماریا اسکلوڈوسکا آخر ایک دن دنیا کے چند اُن سائنس دانوں میں شمار ہوئی جسے نوٹیل انعام سے دو بار نوازا گیا، جو ایک نوٹیل انعام پانے والی کی ماں اور دوسرے کی ساس بنی اور جسے دنیا مادام ماریا کیوری (Madame M. Curie) کے نام سے جانتی ہے۔

۱۸۹۰ء تک ماریا کے گھریلو حالات قدرے بہتر ہو چکے تھے اور وہ چاہتی تو پیسے جاسکتی تھی، لیکن احتیاط کا تقاضا تھا کہ ابھی کچھ اور صبر کیا جائے۔ آخر ۱۸۹۱ء میں وہ فرانس کے لیے روانہ ہوئی۔ پیسے کی کمی کی وجہ سے اُسے ٹرین کے سب سے نچلے درجے میں سفر کرنا پڑا۔ شروع کے کچھ دن اُس نے اپنی بہن کے گھر گزارے۔ یہاں اُسے ساری سہولتیں میسر تھیں، وقت پر کھانا، دل بہلانے کے لیے بڑی بہن، ہم وطنوں سے میل جول کے مواقع، البتہ یہاں اُسے فرانسیسی زبان سیکھنے کے لیے مناسب فرانسیسی ماحول نہیں مل رہا تھا۔ دوسری طرف فرانس میں تعلیم کے لیے فرانسیسی زبان پر عبور ضروری تھا۔ آخر ماریا نے گھر کے آرام کو تعلیم کی ضرورت پر قربان کر دیا اور اپنی بہن کے گھر کو چھوڑ کر وہ سوربون یونیورسٹی کے پاس ایک کرائے کی کوٹھری میں رہنے لگی۔ یہ کوٹھری مکان کی تیسری منزل پر تھی، جہاں چڑھنا اترنا مشکل تھا۔ پھر کھانے کا بندوبست مناسب نہیں تھا اور اکثر ماریا کو بھوکا رہ جانا پڑتا، لیکن ان پریشانیوں کے باوجود ماریا کو یہ جگہ پسند تھی۔ یہاں اُسے مجبوراً فرانسیسی بولنی پڑتی اور مطالعے کے لیے بہت وقت ملتا۔



آخر مشکل دن ختم ہوئے۔ ۱۸۹۳ء میں وہ طبیعیات (فزکس) اور ۱۸۹۴ء میں ریاضی کے امتحان میں پوری کلاس میں اول اور دوم مقام کے ساتھ کامیاب ہوئی۔ انھیں دنوں اُس کی ملاقات ہیرے کیوری سے ہوئی جو فزکس کے مضمون میں اعلیٰ صلاحیت کے مالک تھے۔ کیوری اکثر ماریا کو تھخے بھیجتے، لیکن یہ تھخے پھولوں کے گلدستے کے بجائے اُن کے مضامین ہوتے۔ اُن کی دوستی کا یہ رشتہ ۲۰ جولائی ۱۸۹۵ء کو شادی کے رشتے میں تبدیل ہو گیا اور ماریا اب کیوری بن گئیں۔

سائنس کی دنیا میں کھنکی ایجادات کو باہم نظری موضوعات کے مقابلے میں کم قدر و قیمت حاصل ہوتی ہے، لیکن حقیقت یہ ہے کہ نظری میدان میں پیش رفت بڑی حد تک کھنکی ایجادات کے سہارے ہی ممکن ہو سکتی ہے۔ چنانچہ ماریا بھی اپنے تحقیقی نتائج حاصل کرنے کے لیے ایک ایسی ہی کھنکی ایجاد ویکیم پمپ کی احسان مند ہیں۔ ویکیم پمپ کی مدد سے تجربے کی بدولت کیتھوڈ شعاع کی ماہیت کا پتا چل پایا اور ایٹم کے ذرات، جنہیں الیکٹرون کا نام دیا گیا، دریافت ہوئے۔ الیکٹرون باہم پیوست ہو کر آخر کیوں کر ایٹم کی صورت اختیار کرتے ہیں؟ تجربے اور جستجو کی اسی راہ پر چل کر ولہلم روٹھن نے ایکسرے کی دریافت کی اور اپنی بیوی

کے ہاتھ کی اندھیرے میں ایسی تصویر کھینچی جس میں صرف ہڈیاں اور انگلی کی انگوٹھی نظر آتی تھی۔ سائنس کی دنیا میں اس تصویر کا مقام مونا لیزا کی تصویر سے کم اہم نہیں۔

طبیعیاتی تحقیق کے میدان میں یہ وہ دور تھا جب شعاعوں کی ماہیت کو سمجھنے کی کوشش سائنس دانوں کا مرغوب مشغلہ تھا۔ ماریا نے بھی اسی میدان میں مزید تحقیق کرنے کا ارادہ کیا۔

میاں بیوی نے تاب کاری کے اس نئے عنصر کی مناسب مقدار حاصل کرنے کے کام کو روایتی ڈھنگ سے کرنے کا فیصلہ کیا۔ انھوں نے بوسیا کی کانوں سے یورینیم کی چھنی ہوئی کٹی ٹن راکھ حاصل کی اور اُس میں سے نئے مادے کے علیحدہ کرنے کا صبر آزما کام شروع کیا۔ اپنے اس کام میں دُھن کے پکے یہ دونوں سائنس داں چار برس تک لگے رہے۔ اسی دوران ماریا کی بڑی بیٹی ایرین پیدا ہوئی۔ اپنے تجرباتی کام کو یہ دونوں سائنس داں اپنے مکان کے صحن میں ایک شیڈ کے نیچے کرتے تھے اور یہ شیڈ اتنا خراب تھا کہ اس میں سے پانی ٹپکتا رہتا تھا۔ ماریا بالٹی بھر بھر کر راکھ لاتی اور اُسے بڑے پتیلے میں پکاتی تھیں۔ پیرے کیوری حاصل شدہ فضلے پر تجربہ کرتے۔ چھت میں دُودکش (دُھواں دان) نہ ہونے کی وجہ سے پکاتے وقت نکلنے والی گیس اُن کے جسم میں داخل ہو رہی تھی ، لیکن دونوں اس کے مُضر اثرات سے بے خبر تھے۔ اس گیس کے ذریعے سے اُن کے جسم میں داخل ہونے والی ریڈیو ایکٹیوٹی بڑی حد تک آگے چل کر پیرے کیوری ، مادام کیوری اور اُن کی بڑی بیٹی ایرین کی موت کا سبب بنی۔ دوسرے لفظوں میں یہ تینوں افراد سائنسی تحقیق کے شہید کہے جاسکتے ہیں۔ انھوں نے اپنے تجربات کے نتائج ایک ڈائری میں لکھے ہیں ، لیکن واہ رے شوق ، مشکل کے ان ایام کے بارے میں مادام کیوری لکھتی ہیں کہ بے سروسامانی کا یہ دور اُن کی زندگی کا سب سے خوشیوں بھرا دور تھا۔ مارچ ۱۹۰۲ء میں آخر وہ خالص اس مادے کو اتنی مقدار میں علیحدہ کرنے میں کامیاب ہو گئے جس کا ایٹمی وزن معلوم کیا جاسکے۔ یہ وہی مادہ تھا جو آگے چل کر کینسر جیسے موذی مرض کے علاج میں معاون ہوا۔ نوبیل کمیٹی نے میاں بیوی کو ۱۹۰۳ء میں اُن کی اس تحقیق کے لیے نوبیل انعام کا مستحق قرار دیا۔ اُن کی یہ دریافت نظری طبیعیات کے میدان میں ایک سنگِ میل ہے۔ اب یہ بات صاف ہو گئی کہ ایٹم کے اندر ایک قوی عمل واقع ہوتا رہتا ہے۔ اس سمت میں اور زیادہ تحقیق کی بدولت روور فورڈ نے گاما اور بیٹا شعاعوں کی نشاندہی کی۔ سچ ہے انسان میں اگر کچی لگن ہو تو غلامی کا ماحول ، سہولیات کی کمی ، صبر آزما حالات ، یہ سب چیزیں راہ میں زکاوت کے بجائے کامیابی کی منزل کا زینہ بن جاتی ہیں اور ہم اپنی منزل مقصود تک پہنچنے میں کامیاب ہو جاتے ہیں۔ ماریا کیوری کی زندگی ہمارے لیے ایک ایسی ہی مشعلِ راہ ہے۔

(شہاب الدین انصاری)

(ذخیرۃ الفاظ)

- ۱۔ درج ذیل الفاظ کے معانی کتاب کے آخر میں دی گئی فرہنگ سے دیکھ کر لکھیے اور انہیں جملوں میں استعمال کیجیے:
- نیرنگیاں، پیوست، ماہیت، فضلہ، سگ، میل، مشعل، راہ۔
- ۲۔ درج ذیل محاوروں کے معانی لغت سے تلاش کر کے لکھیے اور انہیں اپنے جملوں میں استعمال کیجیے:
- ہمت، جواب دینا، بار اٹھانا، ذہن کا پکا ہونا، مشعل، راہ ہونا۔

(کثیر الانتخابی سوالات)

- ۳۔ مندرجہ ذیل میں سے ہر ایک کے درست جواب کے گرد دائرہ بنا کر خالی جگہ میں لکھیے:
- (i) ماریا کیوری کے والد تھے۔
 (الف) ڈاکٹر (ب) ٹیچر (ج) انجینئر
- (ii) ماریا کی بہن کے مرض میں مبتلا ہو کر انتقال کر گئی۔
 (الف) ٹائیفائیڈ (ب) ملیریا (ج) ہیضہ
- (iii) ماریا نے گھر کے آرام کو کی ضرورت پر قربان کر دیا۔
 (الف) نوکری (ب) بہن (ج) تعلیم
- (iv) ۱۸۹۳ء میں ماریا کیوری کے امتحان میں پوری کلاس میں اول آئی۔
 (الف) ریاضی (ب) طبیعیات (ج) کیمیا
- (v) کی مدد سے تجربے کی بدولت کیتھوڈ شعاع کی ماہیت کا پتا چل پایا۔
 (الف) واٹر پمپ (ب) پٹرول پمپ (ج) ویکيوم پمپ
- (vi) ماریا کے تجربے سے ایٹم کے جو ذرات دریافت ہوئے انہیں کا نام دیا گیا۔
 (الف) پروٹون (ب) الیکٹرون (ج) نیوٹرون
- (vii) دونوں میاں بیوی نے بوہمیا کی کانوں سے کی چھنی ہوئی کٹی ٹن راکھ حاصل کی۔
 (الف) یورینیم (ب) پلائٹیم (ج) المونیم
- (viii) پیرے کیوری، مادام کیوری اور اُن کی بیٹی ایرین سائسی تحقیق کے کہے جاسکتے ہیں۔
 (الف) شوقین (ب) شہید (ج) رہبر

(ix) نوٹیل کمیٹی نے کیوری خاندان کی تحقیق کو..... میں نوٹیل انعام کا مستحق قرار دیا۔

(الف) ۱۹۰۲ء (ب) ۱۹۰۳ء (ج) ۱۹۰۴ء

(x) مادام کیوری کی دریافت..... کے میدان میں سنگ میل ہے۔

(الف) کیمیا (ب) ریاضی (ج) نظری طبیعیات

(مختصر جواب کے سوالات)

۳۔ درج ذیل سوالات کے مختصر جوابات تحریر کیجیے :

- (i) اپنی ماں کے انتقال کے وقت ماریا کی عمر کتنی تھی؟
- (ii) ماریا کے باپ کو کس جرم میں ملازمت سے برطرف کیا گیا؟
- (iii) بے حد مشکلات کے باوجود ماریا کی ہمت نے جواب نہیں دیا۔ کیوں؟
- (iv) ماریا فرانس کے لیے کب روانہ ہوئی؟
- (v) فرانس میں تعلیم کے لیے کیا قابلیت درکار تھی؟
- (vi) پیرے کیوری کس مضمون میں اعلیٰ صلاحیت کے مالک تھے؟
- (vii) یورینیم کی راکھ سے نئے مادے کو علیحدہ کرنے کے کام میں کتنا عرصہ لگا؟
- (viii) مادام کیوری نے اپنے تجربات کے نتائج کہاں لکھے ہیں؟
- (ix) مادام کیوری کی تحقیق کی سمت میں مزید کام کی بدولت رودر فورڈ نے کن شعاعوں کی نشاندہی کی؟
- (x) مادام کیوری کا دریافت کیا ہوا مادہ کس مرض کے علاج میں معاون ثابت ہوا؟

(تفصیلی جواب کے سوالات)

۵۔ درج ذیل سوالات کے تفصیلی جوابات تحریر کیجیے :

- (i) ماریا کیوری نے اپنے ایثار کے جذبے کا مظاہرہ کیسے کیا؟
- (ii) ماریا کو بہن کے گھر کیا سہولتیں میسر تھیں؟ ماریا نے وہ گھر کیوں چھوڑا؟
- (iii) ماریا اپنی بہن کے گھر کو چھوڑ کر کہاں رہی اور کن مشکلات کا سامنا کیا؟
- (iv) الیکٹرون پر کی گئی تحقیق اور تجربے کی راہ پر چل کر ولہلم رونٹجن نے کیا دریافت کیا؟ اس دریافت کی اہمیت و افادیت اپنے الفاظ میں لکھیے۔

- (v) مشکلات سے بھرپور دور کو مادام کیوری نے اپنی زندگی کا خوشیوں بھرا دور کیوں قرار دیا؟
- (vi) دونوں میاں بیوی کے تجرباتی کام کی تفصیلات تحریر کیجیے۔ ریڈیو ایکٹیوٹی (تابکاری) کس المناک واقعے کا سبب بنی؟
- (vii) مضمون کا آخری پیرا گراف اپنی کاپی میں خوشخط نقل کیجیے اور اس کی وضاحت و تشریح اپنے الفاظ میں کیجیے۔ خیال رہے کہ آپ کے الفاظ کی تعداد ۱۰۰ سے کم نہ ہو۔

۶۔ اس مضمون کا مرکزی خیال تحریر کیجیے۔

۷۔ درج ذیل الفاظ سے سابقے الگ کر کے لکھیے :

غیر معروف	باہمت	پُر عزم	ہم وطن
بے قدر	بد عہد	بے خبر	غیر معمولی
نالائق	غیر ملکی		

۸۔ درج ذیل جملوں کی غلطیاں ڈور کر کے درست جملے تحریر کیجیے :

- (i) مامولی پس منظر رکھنے والے بہت سے لوگ مہنت کی بدولت ماروف ہوئے۔
- (ii) ماریا کی بہن ٹائیفا نیڈ کے مرز میں مبتلا ہو کر موت کا لکھ بنی۔
- (iii) حکمراں کوم نے اورتوں کی تالیم پر پابندی لگا رکھی تھی۔
- (iv) ماریا نے ہالات سے ہار نہیں مانی اور گاؤں کے بچوں کو پڑھانا شروع کر دیا۔
- (v) ماریا نے ایسا رکے جزبے کا مزاہرہ کرتے ہوئے اپنی بہن کی مدد کی۔
- (vi) بہن کے گھر ماریا کو ہر سہولیات میسر تھی۔
- (vii) تاب کاری تینوں سائنس دانوں کی موت کا اسباب بنی۔
- (viii) بڑی محبت سے تنہائی بہتر ہے اور تنہائی سے علما کی محبت بہتر ہے۔
- (ix) ادب بہترین کمال اور سادہ بہترین اہادت ہے۔
- (x) منشیات کا پہلا حملہ دماغ پر ہوتا ہے پھر جسم کی ہالت بد سے بدتر ہوتی جاتی ہے۔

اپنی ڈائری لکھا کرو

آج تمہیں ایک مشورہ دوں؟ دلچسپ اور کارآمد مشورہ۔ کیا تم ڈائری لکھتے ہو؟ نہیں لکھتے تو آج ہی سے شروع کر دو۔ ایک سادہ کاپی لو۔ اچھے سے کاغذ کی خوبصورت جلد والی۔ تھوڑا سا حاشیہ چھوڑ دو۔ حاشیہ تو تم اپنے اسکول، کالج کی کاپیوں پر بھی چھوڑتے ہو۔ یہ حاشیہ اس لیے ہوتا ہے کہ کاغذ کے کنارے کسی وجہ سے پھٹ بھی جائیں تو اس پر لکھی ہوئی تحریر خراب نہ ہو، محفوظ رہے۔ ہاں تو اب تم صفحے کی پہلی سطر پر تاریخ لکھو، دن بھی لکھ لو، بلکہ عیسوی یا انگریزی تاریخ کے ساتھ ساتھ ہجری یا چاند کی تاریخ بھی لکھ لو۔

دوسری سطر سے لکھنا شروع کرو۔ لکھو کہ تم صبح کس وقت اٹھے۔ اٹھنے کے بعد جو کام روزمرہ کے ہیں، مثلاً نہانا دھونا، کپڑے بدلنا، نماز پڑھنا، ناشتا کرنا، مدرسے جانا، وہاں سے آنا، کھانا کھانا، آرام کرنا، کھیلنا، پھر پڑھنا یا گھر کا کام کرنا، یہ سب کام معمولات کہلاتے ہیں۔ ان کے لکھنے کی ضرورت نہیں، یہ تو روزانہ ہی کرتے ہو۔ لکھنا چاہو تو یہ بھی لکھ لو، مگر کام بڑھ جائے گا۔ اس لیے ڈائری میں وہ باتیں لکھو جو عام طور پر روزانہ نہیں ہوتیں۔ مثلاً کسی دن تم مدرسے نہیں گئے۔ طبیعت ٹھیک نہیں تھی یا صبح جاگے دیر سے تھے یا کوئی عزیز باہر سے آ گیا تھا یا اس دن چھٹی ہی تھی، تو ایسی باتیں ضرور لکھو۔ مثلاً اس طرح:

”آج صبح میں ۷ بجے اٹھا، روزانہ ساڑھے پانچ بجے اٹھتا ہوں۔ دیر سے اٹھنے کی وجہ سے نماز بھی قضا ہو گئی۔ ٹہلنے جانے کا بھی وقت نہیں رہا۔ لیکن میں جلدی جلدی تیار ہو گیا اور بھاگ بھاگ اسکول پہنچ گیا۔“



کسی دن کوئی عزیز آ جائے تو اس کا ذکر بھی ڈائری میں ہونا چاہیے۔ اس سے جو باتیں ہوئیں مختصراً وہ بھی لکھ سکتے ہو، اس کے ساتھ کہیں تفریح کو گئے تو وہ بھی لکھو۔ کس جگہ گئے تھے، وہ جگہ کیسی تھی، وہاں جا کر کیا دیکھا، مزہ آیا یا نہیں۔ تفریح میں کون کون سا تھا۔ موسم کا حال بھی لکھ لیا کرو۔ آج گرمی زیادہ تھی یا آج سردی زیادہ تھی، درجہ حرارت اتنے درجہ سینٹی گریڈ تھا یا آج اتنے ملی میٹر بارش ہوئی۔

انٹی یا اپنا یا بھینا کے ساتھ بازار جانا ہو تو وہ بھی لکھ سکتے ہو۔ اس سے یہ بھی فائدہ ہوگا کہ جو چیزیں خریدی ہوں ان کا بھاء لکھ لو گے۔ چیزوں کی قیمتیں بھی تمہاری ڈائری میں محفوظ ہو جائیں گی۔ مثلاً آج سے ۳۰، ۵۰ سال پہلے کی کسی ڈائری میں اگر لکھا ہو کہ گیہوں ایک روپے کے ۱۲، ۱۳ سیر ملتے تھے، گوشت دو آنے سیر تھا، لٹھا ملل ۳، ۴ آنے گزمل جاتا تھا، گھی ایک روپے میں ایک سیر آ جاتا تھا، سونا بیس روپے تولہ تھا، مزدور کو تین آنے، راج کو چھ آٹھ آنے روزانہ دیے جاتے تھے، دودھ آنے ڈیڑھ آنے سیر تھا، تو ہمیں کتنی حیرت ہوگی۔ بلکہ شاید حسرت بھی ہو کہ کاش ابھی بھی چیزیں اتنی سستی ہوتیں۔

اچھا تو اور کیا کیا لکھو گے اپنی ڈائری میں؟ کسی عزیز یا دوست کے ہاں شادی میں گئے تو اس کا حال بھی مزے لے لے کر لکھو۔ کس کے ہاں شادی تھی؟ دولہا کا نام کیا تھا؟ دلہن کس کی بیٹی تھی، اسی طرح کہیں سالگرہ میں جاؤ یا خود تمہارے ہاں کسی کی سالگرہ ہو، خدانخواستہ کسی عزیز کا انتقال ہو گیا ہو، یہ سب باتیں بھی لکھ لو۔

اپنے امتحانات کی تاریخیں بھی لکھو۔ کس کلاس کا امتحان دیا، پرچے کیسے ہوئے، کتنے نمبر ملنے کی امید ہے۔

کسی دوسرے شہر سے کوئی عزیز آئے یا تم خود کسی دوسرے شہر میں جاؤ تو وہاں کا حال لکھو۔ راستہ کیسا کٹا، درمیان میں کون کون سے اسٹیشن آئے، کرایہ کتنا لگا، راستے میں کوئی خاص واقعہ پیش آیا ہو، وہاں کتنے دن ٹھہرے، وہاں کا موسم کیسا تھا، اس شہر میں پہلی بار گئے تھے تو اس شہر کی خاص خاص باتیں، تاریخی عمارتوں، باغات، سیر تفریح کے مقامات کا حال لکھو۔ وہاں لوگ کیسے تھے، ان کا سلوک تمہارے ساتھ کیسا رہا۔ یہ سب باتیں مختصر مختصر لکھ لو۔

تمہارے اپنا کی تنخواہ بڑھی ہو یا ان کا تبادلہ کسی دوسرے محکمے یا شہر میں ہوا ہو، یا کوئی بڑی چیز مثلاً موٹر یا سائیکل خریدی ہو یا مکان خریدا ہو یا مکان بدلا ہو تو وہ بھی لکھ لو۔

اسی طرح جو بھی کوئی نئی بات ہو، ملک میں کوئی اہم واقعہ ہوا ہو، حکومت بدلی ہو، کسی بڑے آدمی کا، کسی ادیب، شاعر، لیڈر، عالم کا انتقال ہوا ہو وہ بھی نوٹ کر لو۔

ایک بات کا خیال رکھنا۔ اگر کسی نے تمہارے ساتھ بھلائی کی ہے تو وہ بھی لکھ لو، لیکن اگر بُرائی کی ہے تو وہ نہ لکھو، بلکہ وہ تو دل سے بھلا دو۔ بھلائی یاد رکھنے اور پھیلانے کی چیز ہے اور بُرائی کو بھول جانا اچھا ہے۔ تمہارے علم میں کوئی ایسا واقعہ آئے جس سے کوئی اخلاقی سبق ملتا ہو تو وہ بھی لکھ لو۔ کوئی بہت اچھا قول یا شعر سنا ہو تو وہ لکھ سکتے ہو۔

ایک اور بات بھی بتا دو! ڈائری روزانہ لکھنا چاہیے۔ عادت بھی روز لکھنے سے ہی پڑتی ہے، لیکن اگر کسی دن اتفاق سے

ڈائری نہ لکھ سکے یا لکھنے کے قابل کوئی بات ہی نہ ہوئی اس دن چھوڑ بھی سکتے ہو۔ میرا مطلب یہ ہے کہ اگر کسی دن ڈائری لکھنے سے رہ جائے تو اس سے بد دل ہو کر بالکل ہی چھوڑ نہ دینا چاہیے۔ ناندھ ہو جانے میں اتنا ہرج نہیں ہے جتنا کسی اچھے کام کو ہمیشہ کے لیے چھوڑ دینے میں ہے۔

اس طرح جب تم بڑے ہو گے ، بوڑھے ہو گے تو تمہارے پاس تمہارا ، تمہارے خاندان کا ، ملک کے اہم واقعات ، چیزوں کی قیمتوں کا ، موسم کا ریکارڈ تیار ہو گا۔ یہ گویا ایک تاریخی کتاب ہو گی۔ سبق آموز ، معلوماتی کتاب۔ اس کتاب سے خود تمہیں بھی بہت سے فائدے ہوں گے ، دوسرے بھی فائدہ اٹھا سکیں گے۔

ڈائری لکھنے کا ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ تمہیں لکھنے کی عادت اور مشق ہو جائے گی۔ ممکن ہے کہ اس کی مشق کی بدولت ایک بہت اچھے لکھنے والے بہت بڑے ادیب بن جاؤ ، خوب مشہور ہو جاؤ۔ تمہیں معلوم ہے کہ بڑے آدمیوں کی ، مشہور لوگوں کی زندگی سے لوگوں کو کتنی دلچسپی ہوتی ہے۔ ان کے حالات کی کتنی تلاش ہوتی ہے۔ تم بھی بڑے آدمی بن گئے تو تمہاری ڈائری سے لوگوں کو کتنی سہولت اور دلچسپی ہو گی۔ اس وقت تمہاری ڈائری کی بڑی قدر ہو گی۔

(مسعود احمد برکاتی)

بارش کا پہلا قطرہ



پر بوند ابھی نہیں پڑی تھی
 ناچیز ہوں میں غریب قطرہ
 میں اور کی گوں نہ آپ جوگا
 اپنا ہی کروں گا ستیا ناس
 منی پتھر تمام ہیں گرم
 پھینکی باتوں میں کیا عداوت
 میں کون ہوں کیا بساط میری
 سرگوشیاں ہو رہی تھیں باہم
 کچھ کچھ بجلی چمک رہی تھی
 ہمت کے محیط کا شانور
 بھڑکی اُس کی رگِ حمیت

گھنگھور گھٹا نٹلی کھڑی تھی
 ہر قطرہ کے دل میں تھا یہ خطرہ
 تر مجھ سے کسی کا لب نہ ہوگا
 کیا کھیت کی میں بجھاؤں گا پیاس
 آتی ہے برسنے سے مجھے شرم
 خالی ہاتھوں سے کیا سخاوت
 کس برتنے پہ میں کروں دلیری
 ہر قطرہ کے دل میں تھا یہی غم
 کھجڑی سی گھٹا میں پک رہی تھی
 اک قطرہ کہ تھا بڑا دلاور
 فیاض و جواد و نیک نیت

بولا لکار کر کہ آؤ
 کر گزرو جو ہو سکے کچھ احسان
 یارو! یہ بچر بچر کہاں تک
 مل کر جو کرو گے جانفشانی
 کہتا ہوں یہ سب سے برما میں
 یہ کہہ کے وہ ہو گیا روانہ
 ہر چند کہ تھا وہ بے بضاعت
 دیکھی جرأت جو اس نئی کی
 پھر ایک کے بعد ایک لپکا
 آخر قطروں کا بندھ گیا تار
 پانی پانی ہوا بیاباں
 تھی قحط سے پامال خلقت
 جرأت قطرہ کی کر گئی کام
 اے صاحبو! قوم کی خبر لو
 میرے پیچھے قدم بڑھاؤ
 ڈالو ٹردہ زمین میں جان
 اپنی سی کرو بنے جہاں تک
 میدان پہ پھیر دو گے پانی
 آتے ہو تو آؤ لو چلا میں
 ”دشوار ہے جی پہ کھیل جانا“
 کی اُس نے مگر بڑی شجاعت
 دوچار نے اور پیروی کی
 قطرہ قطرہ زمیں پہ پٹکا
 بارش لگی ہونے موسلا دھار
 سیراب ہوئے چمن خیاباں
 اس مینہ سے ہوئی نہال خلقت
 باقی ہے جہاں میں آج تک نام
 قطروں کا سا اتفاق کر لو

قطروں ہی سے ہو گی نہر جاری
 چل نکلیں گی کشتیاں تمھاری

(اسٹیلیل میرٹھی)

* معافی: میں تو خود اپنے قابل بھی نہیں ہوں، کسی اور کی مدد کیا کروں گا۔

(ذخیرہ الفاظ)

- ۱۔ درج ذیل الفاظ کے معانی کتاب کے آخر میں دی گئی فرہنگ سے دیکھ کر لکھیے :
گھنگھور، جوگا، حلاوت، بساط، دلاور، حمیت، فیاض، جواد، لکار، پھر مچر، بے بضاعت، نہال۔
- ۲۔ درج ذیل محاورے اپنے جملوں میں استعمال کیجیے :
جی پر کھیل جانا، ٹلی کھڑی ہونا، پانی پھیر دینا، رگِ حمیت پھڑکننا۔

(تشریح)

- ۳۔ نظم 'بارش کا پہلا قطرہ' کا مرکزی خیال تحریر کیجیے۔
- ۴۔ اس نظم کے پہلے حصے میں قطروں کی آپس کی بات چیت اور خیالات لکھے گئے ہیں۔ ان خیالات کو اپنے الفاظ میں تحریر کیجیے۔
- ۵۔ نظم کے دوسرے حصے میں دلاور قطرے کے خیالات اور اس کی ہمت کا واقعہ منظوم کیا گیا ہے۔ اپنے الفاظ میں تحریر کیجیے۔
- ۶۔ پہلے اور دوسرے حصے کی سوچ کے فرق کا موازنہ کرتے ہوئے اپنی رائے کا اظہار کیجیے۔
- ۷۔ درج ذیل اشعار کی تشریح کیجیے :

۳۔ ہر چند کہ تھا وہ بے بضاعت
کی اس نے مگر بڑی شجاعت
۴۔ دیکھی جرأت جو اس سخی کی
دو چار نے اور بیروی کی
۵۔ تھی قحط سے پائمال خلقت
اس مینہ سے ہوئی نہال خلقت

- ۸۔ اس نظم کے آخری دو اشعار میں کی گئی نصیحت بیان کیجیے اور اس نکتے کی وضاحت کے لیے مزید امثال دیجیے۔
مثلاً: دھاگے ملانے سے مضبوط رتی بنتی ہے۔۔۔۔۔

- ۹۔ اعراب لگائیے : سخاوت، چمک، محیط، برلا، دشوار، شجاعت، بیروی، اتفاق۔

معذور بچہ دنیا کا سب سے بڑا موجد بنا

یہ ۱۸۷۶ء کی بات ہے کہ پت جھڑ کا موسم تھا اور صبح کا وقت۔ شہر نیو یورک کے مشین بنانے والے ایک مستری نے ابھی آکر اپنی دکان کھولی ہی تھی کہ ایک نوجوان اندر داخل ہوا اور مستری کے ہاتھ میں ایک کاغذ تھا کر بولا، ”آپ اس طرح کی ایک مشین بنا دیں گے؟“

مستری نے غور سے کاغذ کو دیکھا۔ اس پر ایک مشین کا بے ڈھنگا سا خاکہ بنا تھا۔ مستری بولا:

”بنا دوں گا، لیکن یہ مشین ہے کس کام کی؟“

”اگر تم نے میرے خاکے کے مطابق مشین بنا دی تو وہ گانا گائے گی۔“ نوجوان نے جواب دیا۔

مستری نے اسے اس طرح دیکھا جیسے کوئی پاگل دکان میں آ گیا ہے۔

”تمہیں اعتبار نہیں آیا؟“ نوجوان نے مسکرا کر کہا، ”اگر یہ مشین سچ سچ بول اٹھی تو کیا دو گے؟“

”میں تمہیں منہ مانگی رقم دوں گا، شرط رہی۔“ مستری بولا۔

”میرے پاس رقم تو نہیں ہے“ نوجوان نے کہا، ”البتہ میں ہار گیا تو تمہیں چپا بھر شہد دوں گا۔“

مستری رضا مند ہو گیا اور اُس نے وہ عجیب و غریب مشین بنانی شروع کر دی۔ چند روز بعد نوجوان آیا۔ مشین تیار تھی۔ اُس

نے اطمینان سے اُس کا جائزہ لیا، پھر جو اُس کا بینڈل گھمایا تو اُس میں سے ایک باریک لیکن صاف آواز نکلی۔

مستری نے گھبرا کر پہلے مشین کو دیکھا، پھر نوجوان کو اور بڑی تیزی سے دُور کی طرف بھاگا۔ نوجوان نے اُسے روک لیا اور

بُسن کر بولا، ”ارے بھائی، کہاں چلے؟ شرط تو پوری کرتے جاؤ۔“

یہ تھا دنیا کا سب سے پہلا گراموفون اور اس نوجوان کا نام

تھا، تھامس ایڈیسن۔ ایڈیسن دنیا کا سب سے بڑا موجد تھا۔ اُس

نے ایک ہزار سے زیادہ چیزیں ایجاد کیں۔ ان میں گراموفون، بجلی

کا بلب اور سینما ایسی ایجادات ہیں جنہیں شاید ہی کسی نے نہ دیکھا

ہو۔ اسی لیے کہا جاتا ہے کہ ”ایڈیسن کی یادگار بنانے کی ضرورت

نہیں، اس کی چھوڑی ہوئی کتنی چیزیں اس کی یادگار ہیں۔“

دنیا کے بہت سے مشہور لوگوں کی طرح ایڈیسن بھی غریب

ماں باپ کا بیٹا تھا۔ وہ ۱۱ فروری ۱۸۴۷ء کو میلان میں پیدا ہوا۔

یہ امریکا کے صوبے اوہائیو کا ایک چھوٹا سا قصبہ ہے۔ ذرا بڑا ہوا تو

باپ نے اسکول میں داخل کر دیا لیکن غریبی کی وجہ سے ایڈیسن کی

تعلیم جاری نہ رہ سکی۔ اُس نے بُری بھلی تعلیم گھر پر ہی حاصل کی

اور بہت سی اچھی باتیں اپنی خدا داد ذہانت سے ہی سیکھیں۔ اُسے



سائنسی تجربوں سے بڑی دلچسپی تھی اور اُس نے گھر کے ایک کونے میں ہی اپنی چھوٹی سی ایک تجربہ گاہ بنائی تھی جس میں وہ نت نئے تجربے کرتا رہتا تھا۔

غریبی سے مجبور ہو کر ایڈیسن ریل گاڑیوں پر اخبار بیچنے لگا۔ کچھ رقم جمع کر کے اُس نے چھاپنے کی ایک مشین خرید لی اور ریل کے ایک ڈبے میں خود اخبار چھاپنے لگا۔ اس وقت ایڈیسن کی عمر صرف پندرہ برس تھی۔ اسی ڈبے میں ایک دن کوئی تجربہ کر رہا تھا کہ اتفاق سے فاسفورس بھڑک اٹھا اور ڈبے میں آگ لگ گئی۔ گاڑی کو بڑا غصہ آیا اور اس نے ایڈیسن کا سارا سامان نکال کر باہر پھینک دیا اور اُس کے کان پر اس زور سے مٹکا مارا کہ وہ ہمیشہ کے لیے بہرا اور معذور ہو گیا۔ اُس کی جگہ کوئی اور ہوتا تو بدل ہو کر سائنس کے تجربوں کا نام تک نہ لیتا لیکن ایڈیسن کی ہمت اور استقلال میں کوئی فرق نہیں آیا۔ وہ اکثر کہا کرتا تھا، ”بہرا پن میرے لیے رحمت ثابت ہوا ہے۔ اب میری ساری توجہ کام کی طرف لگی رہتی ہے اور فضول باتیں سننے میں وقت ضائع نہیں ہوتا۔“

کچھ دن بعد ایڈیسن کو تار برقی کی اور پھر گنٹل بھیجنے کی نوکری مل گئی۔ اُس نے ایک ایسا آلہ ایجاد کر لیا جو خود بہ خود گنٹل بھیج دیا کرتا اور وہ آرام سے سوتا رہتا۔ پھر ایڈیسن نیو یارک آ گیا اور وہاں اس نے ایک مشین ٹھیک کر دی جو منڈیوں کے بھاؤ بھیجنے کے لیے استعمال کی جاتی تھی۔ یہاں اُسے بڑی اچھی ملازمت مل گئی۔ یہاں سے اُس نے ترقی کی۔ اُس نے تار برقی کے علاوہ ٹیلی فون کے نظام کو بہتر بنایا۔ ۱۸۷۶ء میں اُس نے فونوگراف ایجاد کیا جس کا ذکر ہم پہلے کر چکے ہیں۔

ایڈیسن کی سب سے بڑی ایجاد بجلی کا بلب ہے جس کی روشنی سے آج شہر، قصبے اور گاؤں تک جگمگا رہے ہیں۔ ایک اور دلچسپ ایجاد اُس کے نام کے ساتھ آتی ہے۔ یہ ایک کیمرہ تھا جس کا نام اُس نے کائناتوگراف رکھا تھا۔ یہ دنیا کا پہلا کیمرہ تھا جو سیلوانڈ کی فلم پر چلتی پھرتی تصویریں اتارتا تھا۔ اس کے ساتھ ہی اُس نے کائناتو اسکوپ نامی ایک اور مشین بنائی جو اُس فلم کو پردے پر دکھاتی تھی۔ اس کے ساتھ فونوگراف لگایا تو متحرک تصویریں باتیں بھی کرنے لگیں۔

۱۹۱۳ء میں پہلی جنگ عظیم چھڑی تو ایڈیسن کی عمر ۶۷ سال تھی۔ اس عمر میں بھی اُس نے اپنے ملک کی فوج کے لیے چالیس چیزیں ایجاد کیں جن سے جنگ میں بہت فائدہ ہوا۔ آخر ۱۸ اکتوبر ۱۹۲۱ء کو ۸۴ برس کی عمر میں دنیا کا یہ سب سے بڑا موجد دنیا سے رخصت ہوا۔

(ذخیرہ الفاظ)

۱۔ درج ذیل الفاظ کے معانی نعت سے تلاش کر کے لکھیے اور کوئی سے پانچ الفاظ اپنے جملوں میں استعمال کیجیے :
مستزی ، بے ڈھنگا ، منہ مانگی ، خدا داد ، فاسفورس ، استقلال ، متحرک۔

(مختصر جواب کے سوالات)

۲۔ درج ذیل سوالات کے مختصر جوابات تحریر کیجیے :

- (i) ایڈیسن کب اور کہاں پیدا ہوا؟
- (ii) ایڈیسن نے کہاں سے تعلیم حاصل کی؟
- (iii) ایڈیسن اپنے تجربے کہاں کرتا رہتا تھا؟
- (iv) ایڈیسن نے چھاپنے کی مشین خریدنے کے لیے رقم کیسے جمع کی؟
- (v) ایڈیسن کو پہلی نوکری کس کام کی ملی؟
- (vi) ایڈیسن کی سب سے بڑی ایجاد کیا ہے؟
- (vii) ایڈیسن نے پہلی جنگِ عظیم میں اپنے ملک کو کیسے فائدہ پہنچایا؟
- (viii) ایڈیسن کی تاریخِ وفات اور انتقال کے وقت اُس کی عمر تحریر کیجیے۔

(تفصیلی جواب کے سوالات)

۳۔ درج ذیل سوالات کے تفصیلی جوابات تحریر کیجیے :

- (i) ایڈیسن کو کیا معذوری تھی اور وہ کس طرح معذور ہوا؟
- (ii) اپنی معذوری کے بارے میں ایڈیسن کیا کہا کرتا تھا؟ اُس کی کہی ہوئی بات اُس کے کیسے رویے کو ظاہر کرتی ہے؟
- (iii) ایڈیسن نے کتنی ایجادات کیں؟ اس مضمون میں مذکورہ ایجادات کی فہرست بنائیے۔
- (iv) آپ کے خیال میں ایڈیسن کی سب سے بڑی ایجاد کون سی ہے؟ اپنے جواب کی وجوہات بھی لکھیے۔
- (v) ایڈیسن کی ایک دل چسپ ایجاد کے بارے میں لکھیے۔
- (vi) ایڈیسن کی زندگی کے حالات پڑھ کر ہمیں کیا سبق ملتا ہے؟ اپنے الفاظ میں تفصیل سے لکھیے۔
- (vii) ایڈیسن کی کون سی خوبی آپ اپنے اندر پیدا کرنا چاہیں گے؟ اپنے جواب کی وجوہات بھی لکھیے۔

اشاروں کی زبان



کچھ لوگ ایسے بھی ہوتے ہیں جو دیکھ تو سکتے ہیں لیکن سن اور بول نہیں سکتے۔ ایسے لوگ اشاروں کی زبان میں گفتگو کرتے ہیں اور ہاتھ کے مخصوص اشاروں سے دوسرے لوگوں کو اپنا مطلب سمجھا دیتے ہیں۔ اشاروں کی اس زبان میں ہر لفظ کے لیے کوئی نہ کوئی اشارہ موجود ہے۔ ایک عام جملے کو اشاروں کی زبان میں کس طرح کہا جاتا ہے، ذیل میں اس کی مثال دیکھیے۔ آپ بھی کچھ اشارے سیکھیے تاکہ ایسے لوگوں سے بات کر سکیں۔

سرگرمی:

ایک بندر تھا۔ اس کا نام آلو ماسٹر تھا۔

☆ اشاروں کی زبان میں ”آپ کا کیا حال ہے؟“ کیسے پوچھا جائے گا؟ سیکھیے اور ان اشاروں کی تصاویر بنائیے۔



ہماری دُنیا

ہم اپنی جماعت میں بیٹھے معمول کے مطابق پڑھ رہے تھے۔ احسن اپنی انگلیاں کتاب پر پھیرتا اور بولتا جا رہا تھا، میں جلدی جلدی لکھتا جا رہا تھا۔ ہم سب اسی طرح کام کر رہے تھے۔ دفعتاً جماعت میں کچھ ہلچل سی ہوئی، کچھ اجنبی بچوں کے بولنے کی آوازیں آئیں۔ ان کے ساتھ کچھ بڑوں کی آوازیں بھی تھیں جو بچوں کو آہستہ بولنے اور خاموش رہنے کی تلقین کر رہے تھے۔ وہ بچے ہمارے قریب آگئے لیکن ہم اپنے کام میں محو رہے۔ اس کے بعد ہمیں آرٹ کلاس میں بھی جانا تھا جہاں آج کل ہم باریک رتیلوں سے خوبصورت چیزیں بنانا سیکھ رہے ہیں۔ میں نے ایک چھوٹی کرسی بننی شروع کی تھی جسے آج مکمل کرنا تھا۔

ان بچوں نے ہم سے سوالات کرنے شروع کیے۔ یہ آپ کے پاس کیا ہے؟ آپ کو کیسے پتہ چلا کہ یہ ”کتاب“ لکھا ہے؟ آخر ہم نے اپنا کام روک کر انھیں اپنی تختیاں اور کارڈ دکھائے۔ ہم ان تختیوں میں کارڈ رکھ کر لوہے کی پنوں کے ذریعے کارڈ میں سوراخ کرتے جاتے ہیں۔ کارڈ کی دوسری جانب سوراخ ابھر جاتے ہیں پھر اس تختی میں سے کارڈ نکال کر ہم ان ابھرے ہوئے حروف پر انگلیاں پھیر کر پڑھ لیتے ہیں۔

وہ بچے یہ جان کر بہت حیران ہوئے تھے۔ لیکن ہمارے لیے یہ معمول کی بات تھی۔ اکثر اسکولوں کے بچے ہم سے ملنے آتے رہتے ہیں۔ اتنے میں ہماری ٹیچر نے ہمیں آواز دی، ”چلیے قطار بنا لیجیے! آرٹ کلاس میں جانا ہے“ اور ہم سب نے اپنی چیزیں جگہ پر رکھیں اور جماعت سے باہر جانے کے لیے قطار بنائی۔ اتنے میں مس تہینہ نے میرے پاس آ کر آہستہ سے کہا، ”طارق! آپ نے اپنی تختی ڈیسک میں نہیں رکھی۔“ میں جلدی سے پلٹا اور اپنی جگہ پر جا کر تختی ڈیسک میں رکھ دی۔



ناپینا لوگ اپنے کام بخوبی انجام دے لیتے ہیں۔ پوری دنیا میں سفید چھتری کو ناپینا ہونے کی علامت قرار دیا گیا ہے۔ انہیں راستے یاد رہتے ہیں۔ وہ کھانا بھی پکا لیتے ہیں۔ وہ لکھتے بھی ہیں اور پڑھتے بھی ہیں۔ وہ ٹائپ بھی کر سکتے ہیں اور کمپیوٹر پر بھی کام کر لیتے ہیں۔ وہ مختلف ہنر مثلاً لکڑی سے خوبصورت اشیا بنانا، بان سے کرسیاں بنانا اور مختلف فرنیچر بنانا، سلائی کڑھائی کرنا وغیرہ سیکھتے ہیں۔ وہ عام لوگوں کی طرح بہت سے پیشے اختیار کرتے ہیں۔ ”بریل“ کی مدد سے وہ پڑھنا اور لکھنا سیکھتے ہیں۔

بریل حروفِ تہجی

ح	چ	ج	ث	ٹ	ت	پ	ب	آ	ا
خ	س	ش	ز	ڑ	ر	ذ	ڈ	د	د
گ	ک	ق	ف	غ	ع	ظ	ط	ض	ص
ے	ی	ء	ھ	ہ	و	ں	ن	م	ل

بریل کی ایجاد

فرانس میں ایک ناپینا لڑکا رہا کرتا تھا جس کا نام لوئی بریل تھا۔ اُس کے والدین نے اُسے ناپینا بچوں کے اسکول میں داخل کروا دیا جہاں بریل اور اس کے دوسرے ناپینا ساتھیوں کو پڑھائی میں سخت مشکلات کا سامنا تھا۔ بریل نے ان مشکلات پر قابو پانے کے بارے میں بہت سوچ بچار کی اور صرف پندرہ سال کی عمر میں ناپینا افراد کے لیے تحریر کا ایک انوکھا نظام ایجاد کیا جس میں حروف اُبھار دیے جاتے ہیں اور ناپینا لوگ اُن حروف پر اُنکھیاں پھیر کر پڑھ سکتے ہیں۔ بریل کی اس ایجاد سے دنیا بھر کے ناپینا افراد تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔ انسانوں کی خدمت کا یہ عظیم کارنامہ بریل کے نام کو ہمیشہ زندہ رکھے گا۔

(ذخیرہ الفاظ)

۱۔ درج ذیل الفاظ کے معانی لغت سے تلاش کر کے لکھیے:
دھنسا، پاپل، تلقین، بٹنا، بان

(مختصر جواب کے سوالات)

۲۔ درج ذیل سوالات کے مختصر جوابات تحریر کیجیے:

(i) بریل کسے کہتے ہیں؟

(ii) بریل کا موجد کون تھا؟

(iii) لوئی بریل کہاں کا رہنے والا تھا؟

(iv) بریل کیوں ایجاد کی گئی؟

(v) بریل کی ایجاد سے کیا فائدہ ہوا؟

(تفصیلی جواب کے سوالات)

۳۔ درج ذیل سوالات کے تفصیلی جوابات تحریر کیجیے:

(i) یہ کہانی خصوصی بچوں کے اسکول کے ایک بچے کی زبانی لکھی گئی ہے۔ آپ اسے ان بچوں کی زبانی لکھیے جو اس اسکول کا دورہ کرنے آئے تھے۔

(ii) کہانی 'ہماری دنیا' کے جن جملوں سے آپ کو اندازہ ہوا کہ یہ نابینا بچوں کے بارے میں ہے وہ جملے نقل کیجیے۔

(iii) اس کہانی سے آپ کو نابینا بچوں کے کچھ معمولات کا اندازہ ہوا ہوگا۔ تحریر کیجیے کہ وہ کیا کیا کر سکتے ہیں؟

(iv) اپنے شہر/گاؤں میں خصوصی بچوں کے لیے بنائے گئے اداروں کے نام تحریر کیجیے۔ اگر ایسا کوئی ادارہ نہیں ہے تو اس کے قیام اور نابینا بچوں کی تعلیم و تربیت کے لیے کیا اقدامات کیے جا رہے ہیں یا کیے جا سکتے ہیں، تحریر کیجیے۔

سرگرمی:



☆ اپنے گرد و پیش میں کسی خصوصی فرد سے انٹرویو کیجیے۔ خیال رہے کہ آپ کوئی ایسا سوال نہ کریں جس سے اس کی دل آزاری ہو۔

☆ خصوصی بچوں کی مدد کرنے والے لوگوں مثلاً ان کے اداروں میں کام کرنے والے لوگوں کے انٹرویو کیجیے۔ ساتھ ہی ان سے

معلوم کیجیے کہ انھیں کن چیزوں یا کاموں میں مدد درکار ہے۔

- ☆ اپنے انٹرویو ریکارڈ کر کے جماعت میں سنائیے۔ تصاویر بھی لیجیے اور ہم جماعتوں کو دکھائیے۔
- ☆ خصوصی لوگوں کے بارے میں معلومات جمع کیجیے اور انھیں کتابچے کی شکل دیجیے۔ یہ کتابچے جماعت اور اسکول کی لائبریری میں رکھیے تاکہ دوسرے طلبا بھی آپ کی ان کاوشوں سے استفادہ کر سکیں۔

اپیشل بچوں کا انکلوژر قائم کرنے پر شکریہ کا اظہار

کراچی (اسٹاف رپورٹر) پاکستان اپیشل اوپنکس کی کوآرڈینیٹر شاہدہ حیدر نے پہلے ایک روزہ میچ کے دوران اپیشل اسٹیڈیم میں اپیشل بچوں کا خصوصی انکلوژر قائم کرنے پر کراچی سٹی کرکٹ ایسوسی ایشن کا شکریہ ادا کیا ہے۔ انوار کو کھیلے گئے میچ کے دوران اس انکلوژر میں ساڑھے چار سو اپیشل ابتلائیٹ میچ سے لطف اندوز ہوئے۔ انھیں کھانے پینے کی سہولت بھی کے سی ای اے نے فراہم کی تھی۔

اپنے بارے میں
میرا نام الماس ہے
میرے والد کا نام اقبال ہے
میری والدہ کا نام زینت ہے
میرے اسکول کا نام دانش گاہ ہے
میری کلاس کا نام I.B.M ہے

- ☆ یہ ایک ایسی پتلی کی تحریر ہے جس کی ذہنی صلاحیتیں اُس کی عمر کے لحاظ سے کم ہیں۔

معذور بچے، زندہ آواز

بچے ہیں ہم لعل و گہر روشن ہیں مانندِ قمر
ہم با سلیقہ ، با ہنر ہر دم بلندی پر نظر
معذور ہم کو مت کہو
مجبور ہم کو مت کہو

سادہ زباں ، شیریں سخن ہم پھول ، ہم جانِ چمن
ہم ہیں اُمیدوں کی کرن ہم زندگی کا بانگِ چمن
معذور ہم کو مت کہو
مجبور ہم کو مت کہو

جس دن ہماری محنتیں دیں گی جہاں کو نعمتیں
اُس دن کھلیں گی قسمتیں کیا ہیں ہماری عظمتیں
معذور ہم کو مت کہو
مجبور ہم کو مت کہو

خورشید ہم ، مہتاب ہم خدمت کا روشن باب ہم
شائستہ آداب ہم اندر سے ہیں شاداب ہم
معذور ہم کو مت کہو
مجبور ہم کو مت کہو

ہم آسماں پر چھائیں گے اور کہکشاں بن جائیں گے
ہم روشنی پھیلائیں گے دنیا میں عزت پائیں گے
معذور ہم کو مت کہو
مجبور ہم کو مت کہو

(محترّم بدایونی)

نوٹ : معذور بچوں کے لیے اب خصوصی (اسپیشل) بچے کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انھیں خصوصی طور پر اپنی کمزوریوں پر قابو پانے کی صلاحیتیں بھی عطا کی ہیں۔ اس کی مثالیں آئن اسٹائن، ایڈیسن اور بہت سے عظیم لوگ ہیں۔

(ذخیرہ الفاظ)

۱۔ درج ذیل الفاظ کے معانی لغت سے تلاش کر کے کر لکھیے:
لعل، شیریں، سخن، گہر، بائکپن، مانندِ قمر، خورشید، مہتاب۔

(تشریح)

۲۔ اس نظم کے پہلے بند کی تشریح لکھیے۔ شاعر اور نظم کے عنوان کا حوالہ بھی دیجیے۔

۳۔ اس نظم کا مرکزی خیال لکھیے۔

۴۔ کسی نظم کے دو سے زائد مصرع پر مشتمل حصے کو بند کہا جاتا ہے۔

جس نظم کے ہر بند میں چھ مصرعے ہوں، اس نظم کو مسدس کہتے ہیں۔ مسدس میں ابتدائی چار مصرعے آپس میں ہم قافیہ ہوتے

ہیں اور پانچویں اور چھٹے مصرعے کے قافیے ابتدائی چار مصرعوں سے الگ لیکن آپس میں ہم قافیہ ہوتے ہیں۔

اس نظم کے پہلے بند کے پہلے چار مصرعوں کے قافیے یہ ہیں: گہر، قمر، ہنر، نظر

آخری دو مصرعوں کے قافیے ہیں: معذور، مجبور۔ آپ دوسرے بند کے قافیے لکھیے۔

۵۔ نظم کی درست تلفظ کے ساتھ باری باری بلند خوانی کیجیے۔

۶۔ 'پا سلیقہ' اور 'با ہنر'، 'با' کے سابقے کے ساتھ لکھے گئے الفاظ ہیں۔ ایسے مزید پانچ الفاظ لکھیے جن میں 'با' کا سابقہ استعمال کیا

گیا ہو۔

ابتدائی طبی امداد

- کسی بھی حادثے کے فوری بعد ابتدائی طبی امداد مل جانے سے صورت حال کو مزید بگڑنے سے بچایا جاسکتا ہے۔ درج ذیل چند نکات ہیں جو ہم سب کو معلوم ہونے چاہئیں۔
- ☆ کسی بھی حادثے کی صورت میں اپنے آپ کو پُر سکون رکھیے۔ اس طرح آپ اپنی اور دوسروں کی مدد بہتر طور پر کر پائیں گے۔
 - ☆ جائے حادثہ پر جتنے لوگ درکار ہوں، وہی رہیں، باقی لوگ جمع نہ ہوں۔ زیادہ ہجوم ہونے کی صورت میں زخمیوں کا دم گھٹنے سے حالت مزید بگڑنے کا خطرہ ہوتا ہے۔
 - ☆ ایسی چوٹ لگنے کی صورت میں کہ جس سے خون بہہ رہا ہو، فوری طور پر خون روکنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ چھوٹی چوٹ کو ہاتھ سے دبا کر خون روکا جائے اور پھر پٹی باندھ دی جائے۔ بڑی چوٹ پر روئی یا کپڑے کی گدی سی بنا کر خون بہنے کی جگہ باندھی جائے اور زخم والا حصہ تھوڑا اونچا کر دیں تاکہ خون بہنا بند ہو جائے۔
 - ☆ ہڈی ٹوٹنے کی صورت میں نہایت آرام سے اس عضو کو سیدھا کریں۔ پھر اس عضو کے ساتھ اوپر سے نیچے تک لکڑی کی سپورٹ/ ٹیک دے کر پٹی باندھ دیں۔ لکڑی نہ ہونے کی صورت میں اگر بازو ہے تو جسم کے ساتھ سیدھا کر کے باندھیں اور اگر ٹانگ ہے تو اسے دوسری ٹانگ کے ساتھ سیدھا کر کے باندھ دیں۔
 - ☆ حادثاتی طور پر پانی میں ڈوبنے والے کو چاہیے کہ اپنے ہاتھ پانی سے اوپر نہ اٹھائے بلکہ اپنے جسم کے ساتھ سیدھا رکھے اور بیٹھ کے بل خود کو پانی پر تیرتا چھوڑ دے۔ بار بار سر کو پانی سے نکال کر لمبے سانس ضرور لے تاکہ پیچھے پڑے ہوا سے بھر جائیں۔
 - ☆ ڈوبتے شخص کو باہر نکالتے ہی اسے اٹکا لٹا کر اس کا منہ ایک جانب پھیر دیں۔ اس کے پاس گھٹنوں کے بل بیٹھ کر اپنے دونوں ہاتھ اس کی کمر کے نیچے کے حصے پر رکھیں۔ اب اپنے جسم کا سارا زور اپنے ہاتھوں پر ڈالیں تاکہ اس کی کمر پر زور پڑے اور پیچھے پڑوں کا پانی باہر نکلے۔ دو تین سیکنڈ زور دے کر پیچھے ہٹ جائیں، پھر دوبارہ اسی طرح کریں۔ یہ عمل یوں ہی جاری رکھیں یہاں تک کہ وہ شخص سانس لینے لگے۔
 - ☆ اگر کسی کے جسم یا لباس میں آگ لگ جائے تو اسے کہیں کہ وہ فوری طور پر زمین پر لیٹ کر لوٹے۔ اس طرح خود کو ادھر ادھر اُلٹنے پلٹنے سے آگ بجھ جاتی ہے۔ فوراً کمبل یا موٹی دری وغیرہ اس پر ڈال دیں تاکہ اوکسیجن رُکے اور آگ بجھ جائے۔ کوئی کمبل کپڑا نہ ہونے کی صورت میں ریت یا مٹی ڈال کر آگ بجھائیں۔ پانی ہرگز نہ ڈالیں۔ آگ بجھانے کے بعد مریض کے کپڑے کاٹ کر اٹاریں اور جلی ہوئی جگہ پر ناریل کا تیل یا کچے آلو کا لیپ کریں تاکہ جلن کم ہو سکے۔
 - ☆ پاگل کتے کے کاٹنے کی صورت میں فوری طور پر اس کے زخم کو پانی یا لوشن سے دھو کر صاف کریں، پھر کاربولک ایسڈ میں روئی بھگو کر زخم پر رکھ دیں۔ اگر کاربولک ایسڈ نہ ملے تو کوئی لوہا وغیرہ گرم کر کے اس سے زخم کی جگہ کو داغ دیں۔ پھر مریض کو ہسپتال پہنچا کر انجکشن لگوائیں۔



- ☆ سانپ کا زہر بہت تیزی سے پھیلتا ہے۔ دل تک پہنچنے سے بچانے کے لیے سانپ کے کاٹنے کی جگہ سے ذرا اوپر کس کر پٹی باندھ دیں۔ پھر ذرا اور اوپر کچھ اور پٹیاں باندھ دیں۔ اس کے بعد صاف تیز خیمری یا چاقو کی مدد سے زخم کو گہرا کر دیں تاکہ زہر آلود خون باہر بہہ جائے۔ زخم کو گرم لوہے وغیرہ سے داغنے سے زہر کا اثر کم کیا جاسکتا ہے۔ اگر لال دوائی مل جائے تو فوراً زخم میں بھر دیں اور مریض کو جلد از جلد ہسپتال پہنچانے کی کوشش کریں۔
- ☆ بجلی کا جھٹکا یعنی کرنٹ لگنے کی صورت میں فوری طور پر مرکزی سوئچ بند کر دیا جائے یا فیوز ہی نکال دیجیے۔ ننگے ہاتھوں اس شخص کو نہ چھوئیں بلکہ لکڑی، پلاسٹک یا کسی بھی غیر موصل چیز سے یعنی ایسی چیز جس سے کرنٹ نہ گزرتا ہو، اُسے مدد دیجیے۔ بجلی کی چیز سے ہٹانے کے بعد سانس کی بھالی کے لیے مصنوعی سانس دیجیے۔ فوری طور پر ہسپتال لے جائیے۔
- ☆ زلزلے کے جھٹکوں کی صورت میں اگر آپ کسی عمارت کے اندر ہیں تو فوراً کسی دیوار کے ساتھ بیٹھ جائیے۔ ایسی جگہ کا انتخاب کیجیے جہاں آس پاس کوئی بھاری الماریاں یا ایسی چیزیں نہ ہوں جو زمین ہلنے کی صورت میں آپ پر گر جائیں۔ اگر آپ کہیں باہر ہوں تو باہر ہی رہیے۔ کسی بھی عمارت، درخت یا ٹیل وغیرہ سے دُور کسی کھلی جگہ میں زمین پر بیٹھ کر اپنا سر ٹخنوں میں دے کر بیٹھیے۔
- ☆ زلزلے کے بعد مزید ہلکے جھٹکے (آفٹر شاکس) بھی آتے ہیں اس لیے جیسے ہی پھر جھٹکا محسوس ہو، دوبارہ پہلی پوزیشن میں بیٹھ جائیے۔ زلزلہ ختم ہونے کی صورت میں سب سے پہلے دیکھیے کہ کہیں آگ لگ نہ رہی ہو یا لگنے کا امکان نہ ہو مثلاً کہیں کسی گیس کے پائپ سے گیس نہ لیک ہو رہی ہو۔ ایسی صورت میں فوراً اُس جگہ سے دُور ہو جائیے۔
- ☆ ان تمام احتیاطی تدابیر کے لیے اگر وقتاً فوقتاً مشق کی جاتی رہے، مثلاً زلزلے، آگ لگنے، ابتدائی طبی امداد دینے کی ڈرلر یعنی پریکٹس کی جائے تو اصل حادثے یا آفت کے وقت نقصان کو کم سے کم کیا جاسکتا ہے۔

(ذخیرہ الفاظ)

۱۔ درج ذیل الفاظ کے معانی لغت سے تلاش کر کے لکھیے:
درکار، ہجوم، عضو، لیپ، داغنا، زہر آلود۔

(تفصیلی جواب کے سوالات)

۲۔ درج ذیل سوالات کے تفصیلی جوابات تحریر کیجیے:

- (i) کسی حادثے کی صورت میں سب سے پہلے کیا کرنا ضروری ہے؟
 - (ii) خون بہنے والی چوٹ میں کیا کرنا چاہیے؟
 - (iii) ہڈی ٹوٹنے کی صورت میں کیا کرنا چاہیے؟
 - (iv) مصنوعی سانس کیسے دی جاتی ہے؟
 - (v) حادثات ہونے سے پہلے بچاؤ ضروری ہے۔ حادثات سے کیسے بچا جا سکتا ہے؟ کم از کم پانچ احتیاطی تدابیر لکھیے۔
 - (vi) کسی حادثے کا مختصر حال لکھیے۔ اُس کی وجوہات تحریر کیجیے نیز بتائیے کہ اُس سے کیسے بچا جا سکتا تھا؟
- ۳۔ اس مضمون میں سے چھ واحد الفاظ کی جمع اور جمع کے واحد بنائیے۔

- ۱۔ درج ذیل جملوں میں متضاد الفاظ پہچان کر لکھیے اور انہیں اپنے جملوں میں استعمال کیجیے:
- مثال: بہت سے گنہگار لوگ اپنی محنت کے ثمر پر مشہور ہوئے۔ متضاد: گنہگار، مشہور
- (i) دیکھنے میں معمولی سا لڑکا غیر معمولی صلاحیتوں کا مالک نکلا۔
 - (ii) اعلیٰ اخلاقی صفات اور شخص کو بھی بلند درجے پر فائز کر دیتی ہیں۔
 - (iii) ریل گاڑی کے نچلے درجے سے اوپر کے درجے تک مسافر کچھ بھرے ہوئے تھے۔
 - (iv) پاکستان میں بالعموم تمام لوگ اور بالخصوص خواتین رمضان کا بہت اہتمام کرتی ہیں۔
 - (v) شہرت کی بلندی سے پستی تک کے سفر سے اُس نے بہت سے سبق سیکھے۔
 - (vi) گندگی کو دور کرنا اور صفائی کا خیال رکھنا نصف ایمان ہے۔
 - (vii) تقویٰ اللہ تعالیٰ کے ڈر سے اعلانیہ اور خفیہ دونوں طرح بُرائیوں سے رُکنے کا نام ہے۔
 - (viii) ہندوستان کے مسلمان فرمانروا ہر خاص و عام کے لیے انصاف کی فراہمی یقینی بناتے تھے۔
 - (ix) ظالم کو ہمیشہ مظلوم کی بددعا سے ڈرنا چاہیے کیونکہ اس کے قبول ہونے میں دیر نہیں لگتی۔
 - (x) تجارت میں جائز منافع تک محدود رہنا اور ناجائز نفع سے پرہیز کرنا رزق کو حلال رکھنے کے لیے ضروری ہے۔
- ۲۔ درج ذیل جملوں کی غلطیاں درست کر کے دوبارہ لکھیے۔ ہر جملے میں دو غلطیاں ہیں۔
- (i) میں بہت دن سے سوچ رہا تھا کہ تمہارے گھر آؤں۔
 - (ii) اے میرے پیارے بچوں! آؤ تمہیں ایک کہانی سوناؤں۔
 - (iii) لڑکیوں! آج کیوں نہ کڑھائی گوشت پکایا جائے؟
 - (iv) کھیلوں کے استاد نے ہمیں گھانس پر قلا بازی لگانا سیکھایا۔
 - (v) کسی بلند مقام پر فائز ہو کر انسان کو تکبر نہیں کرنا چاہیے۔

لاحقہ

”لاحقہ“ کا مطلب ہے ، پیچھے یا بعد میں لگائے جانے والے حروف یا الفاظ۔ یہ وہ حروف یا الفاظ ہیں جنہیں کسی حرف یا لفظ کے آخر میں لگا کر نئے الفاظ بنائے جاتے ہیں۔

مثلاً ”عقل“ کے بعد ”مند“ کا اضافہ کر کے لفظ ”عقل مند“ بنایا جاتا ہے۔ یہاں ”مند“ لاحقہ ہے۔ اُردو میں ہندی ، فارسی اور عربی کے بے شمار لاحقے استعمال ہوتے ہیں۔ ان لاحقوں کے معنی جاننا بھی ضروری ہیں تاکہ ہم انہیں صحیح طور پر استعمال کر سکیں۔

لاحقے	معانی	مفرد الفاظ	نئے الفاظ	مزید الفاظ بنائیے
خانہ	جگہ ، گھر	باورچی	باورچی خانہ
مند	والا	وانش	وانش مند
یاب	پانے والا	فتح	فتیاب
ناک	بھرا ہونا	خطر	خطرناک
نشین	بیٹھنے والا	مسند	مسند نشین
گو	بولنے والا	کم	کم گو
دار	رکنے والا	زر	زر دار

☆ درج ذیل الفاظ کے معانی لکھیے اور اپنے جملوں میں استعمال کیجیے :

ڈاک خانہ ، عقل مند ، فتح یاب ، افسوس ناک ، ذہن نشین ، کم گو ، مالدار۔

☆ ان لاحقوں سے مزید الفاظ بنائیے اور اپنی کاپی میں لکھیے۔

مترادف الفاظ

مترادف الفاظ معنی کے لحاظ سے تقریباً ایک جیسے ہوتے ہیں۔

مثلاً : باپ ، والد ، سرپرست

☆ درج ذیل الفاظ کے مترادف لُغت ، اپنے ساتھیوں یا معلم کی مدد سے لکھیے :

ناکی ، حلوائی ، سبزی والا ، بھکاری ، پڑوسی ، بادشاہ ، ضعیف ، استاد ، مریض ، شوہر ، بیوی ، طالب علم

☆ دیے گئے الفاظ کے علاوہ مزید نئے الفاظ کے مترادف کی فہرست اپنی کاپی میں بنائیے۔

مذکر موث کے قاعدے

۱۔ درج ذیل مذکر الفاظ کے موث کے لیے الگ الفاظ موجود ہیں، سوچیے اور لکھیے۔

باپ، میاں، بھائی، سُسر، داماد، بہنوئی، مرد، بادشاہ، غلام۔

☆ اگر مذکر کے آخر میں 'الف' یا 'ہ' ہو تو موث بناتے وقت اسے 'ی' سے بدل دیتے ہیں۔

مثلاً: لڑکا سے لڑکی۔

☆ کچھ الفاظ میں صرف 'ی' بڑھا دیتے ہیں۔

جیسے: برہمن، برہمنی۔

۲۔ درج ذیل الفاظ کے موث لکھیے:

بچہ، بیٹا، بھانجا، نواسہ، پوتا، بھتیجا، پھوپھا، سالار۔

☆ بعض مذکر الفاظ کے آخر میں 'الف' یا 'ی' کو 'ن' سے بدل دیا جائے تو موث بن جاتا ہے:

مثلاً: دولہا سے ڈلھن

۳۔ درج ذیل الفاظ کے موث لکھیے:

مالی، دھوبی، درزی، تائی، حلوائی، پڑوسی، حاجی، بھکاری، جوگی، بنگالی۔

اسم نکرہ کا استعمال

کسی 'عام' شخص یا جگہ یا چیز کو ظاہر کرنے والا اسم 'اسم نکرہ' کہلاتا ہے۔

مثال: وہ لڑکا بہت تیز بھاگتا ہے۔

☆ درج ذیل جملے اسم نکرہ منتخب کر کے مکمل کیجیے:

(i) میں نے پڑھی۔ (کلیاتِ اقبال، کتاب)

(ii) کی آب و ہوا بہت اچھی ہے۔ (گاؤں، فیروز پور)

(iii) کے کنارے پیٹھ کر نظارہ کرنا بہت پُر اُطف تھا۔ (راوی، دریا)

(iv) کل احمد سے واپس آیا۔ (شہر، اسلام آباد)

(v) پر برف جمی ہے۔ (پہاڑ، کے ٹو)

(vi) کو نو تیل انعام ملا۔ (عبدالسلام، سائنسدان)



۔ شہادت ہے مطلوب و مقصود مومن

نہ مال غنیمت ، نہ کشور کشائی

(مومن یعنی سچا مسلمان جنگ میں حاصل ہونے والے مال و دولت اور جاگیروں کی تمنا نہیں رکھتا بلکہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں شہید ہونا اُس کا اصل مقصد ہوتا ہے۔)

باہمت ، زعب دار ، پُر وقار ، دلیر ، جانناز جرنیل اور سپہ سالار ، جس کی بڑی بڑی آنکھیں اور کمان دار اُبرو اُس کی وسیع آنکھری کی غمازی کرتی تھیں ، نماز اور روزے کا پابند ، بُری باتوں سے اپنی زبان کو محفوظ رکھنے والا یہ عظیم حکمران ٹیپو سلطان تھا۔ وہ ٹیپو جس کو نہ صرف ہندوستان کے تمام مؤرخین ، خواہ وہ ہندو ہوں یا مسلمان ، بلکہ تمام مغربی مؤرخین بھی آج تک 'شیرِ میسور' کے نام سے پکارتے ہیں۔ آپ کی بہادری دنیا کی تمام قوموں کے لیے ایک مثال کے

طور پر پیش کی جاتی ہے۔ آپ کے دربار میں ہمیشہ علمی ، ادبی اور سیاسی گفتگو ہی کی جاتی تھی۔ سلطنت کے عہدیدار رنگ و نسل کی تمیز کے بغیر رکھے جاتے تھے۔ اس لیے آپ کے دربار میں کئی امرا اور وزیر ہندو بھی تھے۔

اعلیٰ انتظامی صلاحیتوں کے حامل ٹیپو سلطان نے اپنی سلطنت میں غلاموں کی خرید و فروخت پر پابندی ، پلا سودی بینکوں کا قیام ، پولیس کا اعلیٰ نظام اور چھوٹے دستکاروں کی حوصلہ افزائی جیسے بہت سے اقدامات کر رکھے تھے۔

سلطان ٹیپو کا اصل نام فتح علی خان تھا۔ آپ ۱۷۵۱ء میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد حیدر علی سلطنتِ میسور کے فرماں روا تھے جو آخری دور میں دکن کی سب سے بڑی اور طاقتور سلطنت تھی۔ حیدر علی برصغیر (پاک و ہند) کے پہلے فرماں روا تھے جنہوں نے ہندوستان پر انگریزی تسلط کے خطرات کا صحیح اندازہ لگایا اور اس خطرے کی بیخ کنی کے لیے اپنی زندگی وقف کر دی۔ میدانِ جنگ ہی میں اُن کا انتقال ہوا۔ والد کے انتقال کے بعد ٹیپو سلطان نے اس کام کو جاری رکھا۔ انگریز آپ کو بڑی سلطنت دے کر ساتھ ملا لینا چاہتے تھے جیسا کہ وہ ہندوستان کی دیگر ریاستوں کے ساتھ کر چکے تھے۔ سازشوں اور رشوتوں کے زور پر وہ تقریباً تمام ہندوستان پر اپنی حکومت قائم کر چکے تھے۔

انگریزوں کی اس پیش کش کو قبول نہ کر کے ٹیپو نے دنیا کے لیے یہ مثال قائم کی کہ اپنے وطن اور اپنی آزادی کے سامنے مال و دولت اور اقتدار کوئی حیثیت نہیں رکھتے۔

۔ پرواز ہے دونوں کی اسی ایک فضا میں
 کرگس کا جہاں اور ہے، شاہین کا جہاں اور

(کرگس (یعنی گدھ) اور شاہین، اگرچہ دونوں پرندے ہیں اور دونوں ایک ہی ماحول میں رہتے اور ایک ہی فضا میں اڑتے ہیں لیکن دونوں پرندوں کی دنیا میں مختلف ہوتی ہیں۔ شاہین اونچائی پر پرواز کرتے ہوئے صاف رزق خود شکار کر کے کھاتا ہے جب کہ گدھ مردار جانوروں کا گوشت کھانے کے لیے اکثر زمین کے گرد ہی منڈلاتا رہتا ہے۔)

ٹیپو کے اعلیٰ و ارفع خیالات اور اس کے درباریوں میر صادق اور پورنیا کے خیالات میں زمین آسمان کا فرق تھا۔ اُن دونوں کو انگریزوں نے جاگیروں اور مال و دولت کا لالچ دے کر اپنے ساتھ ملا لیا تھا، وہ مال و دولت جو انگریز بیہوشی سے لوٹ رہے تھے اور اُس میں سے کچھ حصہ انھیں اور اُن جیسے دیگر غداروں کو دینے کا وعدہ کر کے اُن سے اپنی مرضی کے کام لیتے تھے۔

آخر ایک سخت مقابلے میں ٹیپو سلطان کی ۳۰ ہزار فوج کے مقابلے میں انگریز، ہندو مرہٹے اور مطلب پرست مسلمان حکمران نظام دکن کی ۵۰ ہزار فوج آئی۔ ٹیپو سلطان بذات خود جنگ میں حصہ لیتے ہوئے کبھی قلعے سے باہر اور کبھی اندر جا رہے تھے۔ غداروں نے توپوں میں بارود کے بجائے ریت کے گولے بھر دیے تھے۔ اسی طرح کے بہت سے نقصانات پہنچانے کے ساتھ ساتھ ایک مرتبہ ٹیپو کے قلعے سے باہر نکلنے پر پیچھے سے قلعے کا دروازہ پورنیا (ٹیپو سلطان کے وزیر مالیات) نے بند کر دیا۔ ٹیپو سلطان جب واپس پلٹے تو دروازہ بند پا کر دروازے کے سامنے ہی دشمنوں سے لڑتے رہے۔ کچھ ساتھیوں نے مشورہ دیا کہ آپ اپنے آپ کو انگریزوں کے حوالے کر دیں، اس طرح آپ کی جان بچ جائے گی۔ لیکن اس موقع پر اُس عظیم سلطان نے وہ جملہ کہا جو ضرب المثل بن گیا:

”شیر کی ایک دن کی زندگی گیدڑ کی سو سالہ زندگی سے بہتر ہے۔“

ٹیپو سلطان ۳ مئی ۱۷۹۹ء کو لڑتے لڑتے شہید ہوئے۔ آپ کو شہید ہوتے دیکھ کر انگریزوں نے نعرہ لگایا ”اب ہندوستان

ہمارا ہے۔“

- ۱۔ درج ذیل الفاظ کے معانی لغت سے تلاش کر کے لکھیے اور ان الفاظ کو اپنے جملوں میں استعمال کیجیے :
وسیع ، انٹری ، نمازی ، موزخین ، بذات خود ، اعلیٰ و ارفع ، مطلب پرست۔
- ۲۔ ٹیپو سلطان کب پیدا ہوئے اور آپ کا اصل نام کیا تھا؟
- ۳۔ ٹیپو سلطان کے والد کا نام بتائیے۔ وہ کہاں کے فرماں روا تھے؟
- ۴۔ ٹیپو سلطان کی اعلیٰ انتظامی صلاحیتوں کی مثالیں دیجیے۔
- ۵۔ ٹیپو کے والد کو انگریزوں سے کیا خطرہ تھا؟
- ۶۔ ٹیپو سلطان نے انگریزوں کی پیشکش کیوں ٹھکرا دی؟
- ۷۔ ٹیپو سلطان کے درباریوں کو انگریزوں نے اپنے ساتھ کیسے لایا؟
- ۸۔ ٹیپو سلطان کے بارے میں لکھے گئے اسمائے صفت کی فہرست بنائیے۔
- ۹۔ ٹیپو سلطان کے جنگ ہارنے کی وجوہات لکھیے۔
- ۱۰۔ ٹیپو سلطان کی شہادت کا واقعہ اپنے الفاظ میں لکھیے۔
- ۱۱۔ اس جملے کا مطلب واضح کیجیے جو ٹیپو نے شہید ہوتے وقت کہا۔ وضاحت کرتے ہوئے شیر اور گیدڑ کی صفات کا موازنہ ضروری ہے۔
- ۱۲۔ ٹیپو سلطان اور اس کے درباریوں کی سوچ کا موازنہ الگ الگ نکات کی صورت میں کیجیے۔ دونوں کے نکات کا تقابل کر کے نتیجہ نکالیں کہ کس کی سوچ درست تھی؟ اپنے تجویز کردہ نتیجے کے حق میں دو دلائل/مثالیں دیجیے۔
- ۱۳۔ اس تفہیم میں دو اشعار استعمال کیے گئے ہیں۔ اس مضمون سے مطابقت رکھتے کوئی سے دو مزید اشعار تلاش کر کے لکھیے۔

تمہید :

- اٹھک محنت اور بلند ہمتی سے کام لینا کیوں ضروری ہے؟
- کچھ ہایت لوگوں کی امثال

متن :

- ہمت اور حوصلے سے کیا کیا ممکن ہے؟
- (روزمرہ زندگی کی امثال: امتحان میں کامیابی.....)
- بلند ہمت شخصیت دوسروں پر بھی اثر انداز ہوتی ہے۔ مزید لوگوں کے شامل عمل ہونے سے بڑے کام انجام پا جاتے ہیں۔ مثلاً قائد اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی بلند ہمتی سے پاکستان کا بننا.....
- کم ہمت لوگ نقصان میں رہتے ہیں (نقصان کی امثال: کسی کام کے لیے آمادہ نہ ہونا، کاموں کو ادھورا چھوڑ دینا.....)

شاہیں کبھی
پرواز سے
تھک کر نہیں گرتا

اختتام :

- بحیثیت قوم ہمارے بلند ارادے کیا ہونے چاہئیں اور ان کی تکمیل کے لیے کیا کرنا ہوگا؟
- عنوان کو مکمل شعری صورت میں لکھ کر اختتام کیجیے۔
- پُر دم ہے اگر تو تو نہیں خطرۂ افتاد
شاہیں کبھی پرواز سے تھک کر نہیں گرتا
- بلند حوصلگی اور اعلیٰ ہمت کے لیے ذعا بھی شامل کیجیے۔

تعارف

”اگر کسی بُرائی کو دیکھو تو ہاتھ سے روکو، اگر یہ نہ ہو سکے تو زبان سے منع کرو اور اگر یہ بھی ممکن نہ ہو تو دل سے بُرا سمجھو اور یہ ایمان کا سب سے کمزور درجہ ہے۔“ (حدیث نبوی حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبیین صَلَّی اللہ علیہ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ: صحیح مسلم)

اپنے ارد گرد نظر دوڑائیے۔ جب ہم کسی راستے سے گزرتے ہیں تو صرف اپنی منزل پر توجہ مرکوز رکھتے ہیں۔ راستے میں بے شمار ایسی چیزیں ہوتی ہیں جنہیں اگر ہم غور سے دیکھیں تو وہ ہمیں کچھ سوچنے پر مجبور کر سکتی ہیں، مثلاً، کوئی اشتہار، دیوار پر لکھا ہوا نعرہ، کوئی بل بورڈ یا ہورڈنگ، کوئی بیئر، کسی دفتر، دکان یا اسکول کا دلچسپ نام وغیرہ۔

لیکن ہم تمام چیزوں سے صرف نظر کرتے ہوئے چلے جاتے ہیں۔ اچھی قوتِ مشاہدہ اور غور و فکر کی عادت کسی بھی انسان کی ترقی میں اہم کردار ادا کرتی ہے۔



آئیے آپ کی قوتِ مشاہدہ کا امتحان لیں۔

آپ کے ارد گرد پائی جانے والی دکانوں کے نام کیا ہیں؟ سوچیے ان تمام دکانوں کے نام انگریزی میں ہونے کی وجہ کیا ہے؟ اسی طرح آپ کے ارد گرد بہت سی چیزیں غلط ہورہی ہیں۔ ہم سڑک پر ٹوڑا پھینک رہے ہیں، راستوں میں کھڑے ہو کر باتیں کر رہے ہیں، قانون کی خلاف ورزی خود بھی کر رہے ہیں اور دوسروں کو روکنے کی ہمت بھی نہیں کر پاتے۔

بحیثیت انسان ہم اشرف المخلوقات ہیں۔ اس منصب کا خیال رکھتے ہوئے ہمیں نہ صرف اپنے گرد و پیش بلکہ اس کرۂ زمین اور پھر اس کائنات کی ہر چیز کو سنبھالنا ہے۔ اگر ہم میں سے ہر ایک اپنا مقام پہچان لے اور اپنی ذمہ داریاں پوری کرے تو یہ دنیا امن و آشتی کا گہوارہ بن جائے گی۔

چچا چھکن نے رڈی نکالی

تعارف

استیاز علی تاج (ولادت: ۱۳ اکتوبر ۱۹۰۰ء۔ وفات: ۱۹ اپریل ۱۹۷۰ء) نے اردو میں ظرافت نگاری کی ایک نئی طرح ڈالی اور چچا چھکن جیسا یادگار کردار تخلیق کیا۔ چچا چھکن کی بدحواسیاں اور کاموں کو بگاڑنے کا احوال اتنا دلچسپ اور پُر لطف ہوتا ہے کہ قاری مضمون کو ختم کیے بغیر نہیں رہ سکتا۔ چچا چھکن کا ایک کارنامہ بڑھے اور لطف اٹھائے۔

پچھلے جمعہ کا ذکر ہے، تیسرے پہر بچوں کا اُستاد انھیں پڑھانے کے لیے آیا تو اُس نے مودے کے ہاتھ اندر چچی کو کہلا بھیجا کہ مردانے میں بچوں کے پڑھنے کے لیے کسی کمرے کا انتظام کر دیجیے۔ وہاں اُن کے لکھنے پڑھنے کا سامان بھی ٹھکانے سے رکھا رہے گا اور وہ توجہ سے اپنا کام بھی کر سکیں گے۔ آج کل آدھا آدھا گھنٹہ تو کتابیں کاپیاں تلاش کرنے میں صرف ہو جاتا ہے، پھر ڈیوڑھی میں بیٹھ کر پڑھاتا ہوں تو بچوں کا دھیان گلی میں رہتا ہے، پڑھائی خاک نہیں ہوتی۔

چچی والان میں بیٹھی بنو کی اوڑھنی میں لپکا ٹانک رہی تھیں، چچا چھکن چار پائی کے کھٹل مارنے کی غرض سے صحن میں کھڑے، پایوں کی چٹولوں میں اُبلتا پانی ڈلو رہے تھے اور چچی کو بتا رہے تھے کہ یہ بڑا ٹایاب اور مجرب نسخہ ہے اور جب کبھی آزما یا تیر بہدف پایا۔ اسنے میں چچی کو مودے نے آکر اُستاد کا پیغام سنایا تو بھڑک اُٹھیں، ”میرے پاس کوئی کمرہ نہیں، جن کا گھر ہے جنھوں نے خالی کمرے میں قفل ڈال رکھے ہیں، اُن سے کہیں۔“

چچا نے پیغام تو سنا نہ تھا، جواب سن کر چونکے ”کیا بات ہے؟ کیا بات ہے؟“

مودے نے اُستاد کا پیغام دہرا دیا، سن کر بولے، ”لاحول ولا قوۃ الا باللہ، اتنی سی بات تھی جسے افسانہ کر دیا۔ ارے بھئی، یہی چاہتی ہونا کہ باہر کا کاغذات والا کمرہ خالی کر دیا جائے؟ تو سیدھے سبھاؤ یہ بات کہہ دیتیں۔ اس میں بھلا بگڑنے کا کون سا موقع ہے؟ آج ہی لو، ابھی لو، خالی ہوا جاتا ہے کمرہ۔“

چچی کو بھی اپنا بگڑنا بے محل نظر آنے لگا۔ مصالحتانہ انداز میں بولیں، ”کمرہ خالی کرنے کو کون کہتا ہے۔ پچھلے اتوار ہی میں نے صفائی کرا کے اس میں فرش بچھوایا ہے، اگر کمرہ کھول کر قفل الماریوں میں ڈال دیے جائیں تو کمرہ بخوبی کام میں آ سکتا ہے۔“

ادھر سے کام آپ جانے، چچا کے سلیقے کو ہمیشہ سے ناگوار گزرتے ہیں اس لیے بولے ”اگر اسی بہانے الماری میں سے رڈی کاغذ نکل جائیں اور جو چیدہ چیدہ ضروری کاغذات بچیں، انھیں سنبھال کر ڈھنگ سے رکھ دیا جائے تو کچھ مضائقہ ہے؟“

چچی کا خیال نتائج کی طرف جانے کا عادی ہو چکا تھا، یہ قصد سن سراسیمہ سی ہو گئیں۔ وہی زبان میں بولیں، ”بچوں کو پڑھنے کے لیے جگہ ہی کتنی چاہیے، ایک میز اور دو کرسیوں کے لیے کمرے کا ایک کونا بھی مل جائے تو بہت ہے۔“

جواب میں چچا کو اپنی نفاست طبع کے اظہار کا موقع نظر آیا، ”جگہ تو یوں غسل خانے میں بھی موجود ہے، وہاں پڑھنے کو کیوں نہیں کہہ دیتیں؟ بس یہ بات ہے ہندوستانیوں کی جس کی وجہ سے اُن کا گھر انگریزوں کی کونٹیوں سے مختلف معلوم ہونے لگتا ہے۔ ہم لوگوں میں صفائی اور سلیقہ نہیں، ہم چاہتے ہیں کہ لٹم پشتم بس گزر ہو جائے۔“

تنگ آ کر چچی کو کھلے لفظوں میں انجام کی طرف توجہ دلانی پڑی، ”اور اگر کاغذ سارے کمرے میں پھیل گئے تو؟“ یہ بات چچی کی سمجھ میں نہ آئی۔ ”کاغذ پھیل گئے! یہ کیا بات ہوئی؟ رڈی نکلنے سے کاغذ پھیلیں گے یا سکڑیں گے؟“ اب اس کا جواب چچی کیا دیں۔ تنگ آ کر مودے سے مخاطب ہوئیں، ”جا کر کہہ دے کوئی کمرہ خالی نہیں۔“ چچا حیرت کے عالم میں تھے، ”ارے بھئی کیوں خالی نہیں، میں کہتا جو ہوں کہ شام تک کمرہ خالی ہو جائے گا۔ آج اُستاد نے کہا ہے، کل شوق سے کمرے میں بیٹھ کر پڑھائے۔“

چچی نے جل کر کہا، ”تم جانو تمہارا کام۔“ اور چچا سنجیوں کا گچھا سنبھال کمرے کو روانہ ہو گئے۔

کمرہ کھولنا کی سیدھ الماریوں کا رُخ کیا۔ کواڑ کھولے تو کیا دیکھتے ہیں کہ اوپر سے نیچے تک تمام خانے بے ترتیب کاغذوں سے نھسناٹس بھرے ہوئے ہیں۔ عرصے سے الماریاں کھول کر نہ دیکھی تھیں، کاغذوں کی تعداد اور حالت ذہن سے اتر گئی تھی، اب جوان پر نظر ڈالی تو دل رُک گیا۔ کبھی خانوں کو دیکھتے، کبھی منہ بنا بنا کر داڑھی کھجانے لگتے۔ کاغذوں سے گتہ جانے کا حوصلہ نہ پڑتا تھا۔ چچی نے جو صلاح دی تھی کہ کمرہ کھول کر فٹل الماریوں میں ڈال دیے جائیں، اب بڑی بامعنی معلوم ہو رہی تھی مگر



آپ جانے چچا بات کے پورے واقع ہوئے ہیں۔ چچی سے سوال و جواب ہو چکنے کے بعد بھلا یہ کہاں ممکن تھا کہ اپنے کہے سے پھر جائیں۔ خانوں پر نظر ڈال کر دل کو حوصلہ دلانے کی کوشش کی اور لیجے صاحب چچا میاں پل پڑے۔ کاغذات کے ڈھیر الماریوں میں سے نکلنے اور فرش پر پھنسنے شروع کر دیے۔ دو الماریوں کی بساط ہی کیا ہوتی ہے۔ ذرا سی دیر میں خالی ہو گئیں لیکن کاغذوں کے ڈھیر سے کمرہ بھر گیا۔

کاغذات کے اس دسترخوان پر پانچ انداز کے قریب چچا آلتی پالتی مارکر بیٹھ گئے۔ کاغذات ملاحظہ فرمانے شروع کر دیے۔ طرح طرح کے کاغذات تھے۔ خطوط، بل، نسخے، نامکمل غزلیں، مسودے، دعوتی رقعے، اخباروں کی کٹرنیں، انگریزی اخباروں کی تصاویر، دکانداروں کے اشتہار، منی آرڈروں کی رسیدیں، عید کارڈ، حساب کے پڑے اور اللہ جانے کیا کیا۔ ایک ہاتھ پر کام کے کاغذوں کی جگہ مقرر کر لی اور دوسرے ہاتھ پر رڈی کاغذوں کی اور ڈھیر کی تقسیم شروع کر دی۔

ایک ایک کاغذ کو اٹھا کر غور سے دیکھتے۔ کسی کو اس ہاتھ رکھ لیتے کسی کو اس ہاتھ۔ آدھ گھنٹے تک تو یہ عمل چُپ چُپاتے بڑی تن دہی سے جاری رہا، کاغذوں کے کئی ڈھیر دو حصوں میں تقسیم ہوتے چلے گئے لیکن اس کے بعد جب چچا نے ایک بار سر اٹھا کر رڈی اور کام کے کاغذوں کا جائزہ لیا تو خیال آیا کہ رڈی توقع سے بہت زیادہ بڑھتی چلی جاتی ہے۔ اندیشہ پیدا ہوا کہ صفائی کے جوش میں کہیں کارآمد کاغذات تو اس ڈھیر کی نذر نہیں ہوتے جارہے۔ اوپر ہی گھی کی کسی دکان کا اشتہار پڑا تھا۔ اسے دیکھتے دیکھتے خیال آیا کہ پچھلے دنوں چھتمن خان کہہ رہے تھے کہ دیہات سے گھی منگانے کا بندوبست کر کے شہر میں خالص گھی کی دکان کھولنا چاہتے ہیں۔ بالفرض انھوں نے دکان کھول لی تو اس کے متعلق اشتہار بھی ضرور تقسیم کریں گے اور اشتہار لکھوانے کے لیے ہمارے سوا آخر کس کے پاس جائیں گے؟ ایسی حالت میں مثال کے لیے ایک اشتہار ضرور ہونا چاہیے۔

یہ خیال آتے ہی اس اشتہار کو کام کے کاغذات میں رکھ لیا اور سوچا کہ رڈی کاغذات پر خوب سوچ سمجھ کر ایک نظر غور کی پھر ڈالی جائے۔ اب جو ان کاغذات کو غور سے ملاحظہ فرمایا تو معلوم ہوا کہ صفائی کی رو میں بڑی بڑی نایاب چیزیں رڈی کی نذر کرتے چلے گئے ہیں۔ منے خان درزی کا بل رڈی کر ڈالنا آخر کیا معنی؟ کچھ نہیں تو چار دن کی بحث کے بعد اس سے بندی کی سلائی ملے ہوئی تھی، کل نئی بندی سلوانے پر اگر وہ اسی قسم کی بحث پھر کھڑی کر دے تو؟ سند کے طور پر بل اپنے پاس ہو تو کس قدر وقت مفید کاموں کے لیے بچایا جاسکتا ہے۔

اخبار کی کٹرنیں شوق سے کاٹ کر رکھی تھیں تو ان میں کوئی قول قابل قدر اور قابل عمل نظر آیا ہوگا۔ تصاویر کے مصرف تو اظہر من الشمس ہیں۔ بچوں کا دل بہلایا جاسکتا ہے، چوکھٹوں میں لگوائی جاسکتی ہیں، تحفے کے طور پر دی جاسکتی ہیں اور پڑانے اخبار بھی اگر غور کیا جائے تو بڑے کام کی چیز ہیں۔ مثلاً صندوقوں اور الماریوں میں بچھائے جاسکتے ہیں اور برسات کے دنوں میں ان سے بچوں کے لیے ناؤ بنانے کا کام لیا جاسکتا ہے۔ غرض یہ کہ پہلے آدھے گھنٹے میں جس قدر کاغذ رڈی قرار پائے تھے، اگلے آدھے گھنٹے میں تقریباً سب کے سب کسی نہ کسی وجہ سے کارآمد قرار پائے گئے۔ ایک گھنٹے کی محنت کے نتائج پر غور کیا تو چچا کو اپنے مزاج میں ایک قسم کی تبدیلی محسوس ہونے لگی۔ یعنی ان کی طبیعت ان کے عزم سے عدم تعاون کرنے پر آمادہ معلوم ہوتی تھی، جسم بھی سرکشی پر مثل چکا تھا، جمائیاں اور انگڑائیاں چلی آ رہی تھیں، کمر پر ہاتھ رکھ کر اسے سیدھا کرنے کی ضرورت پڑ رہی تھی، آنکھیں کاغذات کو محض دیکھ رہی تھیں کہ افراتفری میں پڑے ہوئے ہیں۔ دل کہہ رہا تھا کہ اگر یہ منتخب ہو ہوا کر آپ سے آپ مرتب ہو جاتے تو کیا خوب ہوتا لیکن ان سے پنپنے کی اُمنگ انتقال کر چکی تھی۔ تمام اُمور پر غور کر کے مناسب معلوم ہو رہا تھا کہ ذرا دیر کو تعطیل تو بہر حال منائی جائے۔

بند کو آواز دی کہ پان لائے، مودے کو حقہ تازہ کر کے لانے کے لیے کہا، خود فرش پر دراز ہو گئے۔

تھوڑی دیر بعد کاغذوں کے درمیان فرش کے ایک جزیرے پر کھڑے ہو گئے۔ دماغ خالی تھا۔ ایک لخت یوں مڑتے گویا کسی کو پکاریں گے۔ پھر غالباً یہ سوچ کر رک جاتے کہ چچی سے کہہ چکے ہیں، کسی کو آنے نہ دیں۔ آکٹاہٹ کے عالم میں سر کھجانے لگے۔ یہ شغل کب تک جاری رہ سکتا تھا، آخر گھبرا گئے۔ کمرے سے نکل کر ڈیوڑھی میں چلے آئے، سڑک پر آنے جانے والوں کا نظارہ کرنے لگے۔ مگر کمرے کے متعلق دل میں جو پچانس تھی وہ کیونکر نکل سکتی تھی۔ سمجھ میں نہ آتا تھا کہ یہ بکھیڑا جو پھیلا آئے ہیں اسے اب کس طرح خاطر خواہ طریق سے لپیٹیں۔ پچھتاوا بھی تھا کہ اس قصے میں پڑنے کے لیے آخر کہا کس نے تھا؟ الجھن بھی تھی کہ چچی کے سامنے آخر سرخرو کیونکر ہوں گے؟ آخر دل میں کچھ طے کر کے سر ڈالے ہوئے اندر پہنچے۔ جا کر چچی سے کہنے لگے، ”چھٹن کی اتناں! وہ کل تم آنولے کا تیل منگانے کو کہہ رہی تھیں، کہو تو اس وقت جا کر لا دوں؟“

چچی نے چھوٹے ہی پوچھا، ”کمرے کا کام ختم کر لیا؟“ چچا کو سوال کا ایسا کھلا انداز ناگوار تو گزرا، تاہم بولے، ”وہ تو ہو رہا ہے۔ مجھے خیال یہ آیا تھا کہ پھر تیل والے کی دکان نہ بند ہو جائے۔“

چچی نے کہا، ”تیل کی کیا جلدی ہے، کل آجائے گا، آج کمرہ ہی ختم کر لو تو بڑی بات ہے۔“

چچا کو اس جواب کے سوا چارہ نظر نہ آیا، ”ہاں ہاں، وہ تو ان شاء اللہ ختم ہوگا ہی۔“

چچی بھی ایک حضرت ہیں بولیں، ”رات کو مردانے میں جا کر دیکھوں گی۔“

چچا جھنجھلا کر باہر نکل آئے۔ کچھ دیر ڈیوڑھی میں پس و پیش کے عالم میں سر کھجاتے رہے، پھر ایک مونڈھے پر بیٹھ گئے، فکر مند نظروں سے ادھر دیکھتے تھے کبھی ادھر۔ آخر اٹھ کھڑے ہوئے اور تیز تیز قدم اٹھاتے ہوئے کاغذات کے کمرے میں پہنچے۔ کھیانے تو ہو ہی رہے تھے جوش میں آ کر آٹھ دس ٹھنڈے کاغذات کے ڈھروں کو رسید کیے اور جب سب کاغذ خوب بکھر گئے تو انھیں اٹھا اٹھا کر یوں الماری میں پھینکنے لگے، جس طرح مزدور گڑھے میں سے مٹی نکال نکال کر باہر پھینکتے ہیں۔

رات کو چچی مردانے میں آئیں تو دیکھا کہ کمرہ صاف ہے۔ الماریوں میں قفل پڑے ہوئے ہیں، بولیں ”اور الماریاں کھول

کر اپنی کارگزاری بھی تو دکھاؤ۔“

جواب میں چچا نے سنجیاں تلاش کرنی شروع کر دیں، پر نامعلوم گچھا کہاں رکھ کر بھول گئے تھے۔ اس دن سے آج تک یہ

کیفیت ہے کہ دن میں تو چچا کی کنجیوں کا گچھا مل جاتا ہے، لیکن رات کے وقت جب چچی مردانے میں آسکتی ہیں، باوجود بے حد تلاش کے کبھی دستیاب نہیں ہوا۔

(ذخیرہ الفاظ)

۱۔ درج ذیل الفاظ اور محاوروں کے معانی کتاب کے آخر میں دی گئی فرہنگ سے دیکھ کر لکھیے اور املا کے لیے لکھنے کی مشق کیجیے :
ڈیوڑھی ، اوڑھنی ، لچکا ، تیر بہدف ، قفل ، بات کا افسانہ بنانا ، سراسیمہ ہونا ، نفاست طبع ، لشتم پشتم ، گتہ جانا ، پل پڑنا ، عدم تعاون ، تن دہی ، اظہر من الشمس ، یک لخت۔

(کثیر الانتخابی سوالات)

- ۲۔ مندرجہ ذیل میں سے ہر ایک کے درست جواب کے گرد دائرہ بنا کر خالی جگہ میں لکھیے :
- (i) بچوں کے اُستاد کو مردانے میں کسی کے انتظام کی ضرورت ہے۔
(الف) کھانے (ب) کمرے (ج) پٹنگ
- (ii) چچی نے کمرہ کھول کر الماریوں میں ڈالنے کی تجویز دی۔
(الف) دوائی (ب) اخبار (ج) قفل
- (iii) چچا جان نے الماریاں کھولیں تو دیکھا کہ اُن میں ٹھسا ٹھس بھرے ہوئے ہیں۔
(الف) برتن (ب) کاغذات (ج) کھلونے
- (iv) چچا جان کا خیال تھا کہ درزی کا بل پاس ہو تو کافی مفید کاموں کے لیے بچایا جاسکتا ہے۔
(الف) وقت (ب) پیسہ (ج) حوصلہ
- (v) چچا کام نہ کر پانے پر ہو رہے تھے۔
(الف) خوش (ب) ناراض (ج) کھیانے

(مختصر جواب کے سوالات)

- ۳۔ درج ذیل سوالات کے مختصر جوابات تحریر کیجیے :
- (i) یہ واقعہ بچنے کے کس دن کا ہے؟
- (ii) اُس وقت چچی جان کیا کر رہی تھیں؟
- (iii) بچوں کے اُستاد کو کیا درکار تھا؟
- (iv) چچا جان نے کیا ذمہ داری لی؟
- (v) الماریوں کو کھول کر دیکھنے پر چچا جان کی کیا حالت ہوئی؟

- (vi) اُس وقت انھیں چچی کی کیا بات با معنی معلوم ہوئی؟
- (vii) چچا جان نے کاغذات کو کس لحاظ سے دو ڈھیروں میں تقسیم کیا؟
- (viii) کام کے بعد تعطیل منانے کے لیے چچا نے کس کس کو کیا احکامات دیے؟
- (ix) چچا نے چچی کو آنولے کا تیل لاکر دینے کی پیش کش کیوں کی؟
- (x) چچی نے رات کو کمرے میں صفائی کا کیا حال پایا؟

(تفصیلی جواب کے سوالات)

۴۔ درج ذیل سوالات کے تفصیلی جوابات تحریر کیجیے:

- (i) اُستاد کو بچوں کو پڑھانے کے لیے کمرہ کیوں درکار تھا؟
- (ii) اس کہانی کی ابتدا میں چچا جان کس کام میں مصروف تھے اور اپنے کام کے بارے میں کیا فرما رہے تھے؟
- (iii) ”چچی کا خیال نتائج کی طرف جانے کا عادی ہو چکا تھا، یہ قصد سن کر سراپیمہ سی ہو گئیں“، اس جملے کی وضاحت اپنے الفاظ میں کیجیے۔

- (iv) چچا نے اپنی نفاست طبع کا اظہار کن جملوں سے کیا؟
- (v) الماریاں کھول کر دیکھنے سے چچا کی حالت کیوں خراب ہوئی؟
- (vi) پہلے آدھے گھنٹے میں بے کار قرار پانے والے کاغذ اگلے آدھے گھنٹے میں کارآمد کیسے قرار پائے؟ اپنے الفاظ میں مختصراً لکھیے۔
- (vii) وہ جملہ تحریر کیجیے جس سے معلوم ہوا کہ چچا جان نے سنجیاں گم ہونے کا صرف بہانہ کیا تھا؟

۵۔ درج ذیل محاورات کو اپنے جملوں میں استعمال کیجیے:

بھڑک اٹھنا، پل پڑنا، گتھ جانا، دل میں پھانس چُھبنا، خاک نہ ہونا۔

۶۔ درج ذیل الفاظ کے متضاد لکھیے:

ٹھکانہ، پُر لطف، ادھورا، بر محل، ترتیب، فکر مند۔

۷۔ اس کہانی میں کچھ ایسے الفاظ استعمال ہوئے ہیں جو آج کل ہم استعمال نہیں کرتے، مثلاً سُنجی۔ ایسے مزید الفاظ تلاش کر کے لکھیے۔

۸۔ چچا کے کردار کی کچھ خوبیاں اور کچھ خامیاں تحریر کیجیے۔ اُن خوبیوں اور خامیوں کو مد نظر رکھ کر بتائیے کہ بحیثیت مجموعی وہ کیسے انسان تھے؟

آدی نامہ

دنیا میں بادشاہ ہے سو ہے وہ بھی آدی اور مفلس و گدا ہے سو ہے وہ بھی آدی
 زر دار، بے نوا ہے سو ہے وہ بھی آدی نعمت جو کھا رہا ہے سو ہے وہ بھی آدی
 نکلے جو مانتا ہے سو ہے وہ بھی آدی
 فرعون نے کیا تھا جو دعویٰ خدائی کا شہزاد بھی بہشت بنا کر ہوا خدا
 نمرود بھی خدا ہی کہاتا تھا برملا یہ بات ہے سمجھنے کی آگے کہوں میں کیا
 یاں تک جو ہو چکا ہے، سو ہے وہ بھی آدی
 یاں آدی پہ جان کو وارے ہے آدی اور آدی ہی تیغ سے مارے ہے آدی
 گڑی بھی آدی کی اُتارے ہے آدی چلا کے آدی کو پکارے ہے آدی
 اور سن کے دوڑتا ہے سو ہے وہ بھی آدی
 یاں آدی نقیب ہو بولے ہے بار بار اور آدی ہی پیادے ہیں اور آدی سوار
 حقہ، ضراحی، جوتیاں، دوڑیں بغل میں مار کاندھے پہ رکھ کے پانگی ہیں آدی کہار
 اور اس پہ جو چڑھا ہے سو ہے وہ بھی آدی



مرنے میں آدمی ہی کفن کرتے ہیں تیار نہلا ڈھلا اٹھاتے ہیں کاندھے پہ کر سوار
 کلمہ بھی پڑھتے جاتے ہیں روتے ہیں زار زار سب آدمی ہی کرتے ہیں مردے کا کاروبار
 اور وہ جو مر گیا ہے سو ہے وہ بھی آدمی
 اشراف اور کینے سے لے شاہ تا وزیر ہیں آدمی ہی صاحبِ عزت بھی اور حقیر
 یاں آدمی مرید ہیں اور آدمی ہی پیر اچھا بھی آدمی ہی کہاتا ہے اے نظیر
 اور سب میں جو بُرا ہے سو ہے وہ بھی آدمی

نظیر اکبر آبادی



تعارف

پیدائش: ۱۷۳۵ء (دہلی)، وفات: ۱۸۳۰ء (آگرہ)۔ نام ولی محمد، تخلص نظیر تھا۔ فارسی اور عربی کی تعلیم حاصل کی۔ وہ ایک ظریف اور خوش مذاق آدمی تھے۔ ہر رنگ کی محفلوں میں جاتے اور اپنی شوخی اور ظرافت سے محفل کو زعفران زار بنا دیتے۔ اُن کے آخری دور کا کلام صوفیانہ ہے۔ نظیر کو آج کی اصطلاح میں ”عوامی شاعر“ کہا جاتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اُن کی شاعری کا دائرہ بہت وسیع ہے۔ وہ عام لوگوں کے دکھ درد، خوشیاں اور مشاغل کو بہت احسن طریقے سے ادا کرتے تھے۔ وہ قادر الکلام شاعر اور انسان دوست تھے۔ اُنھوں نے ہندوستان کی مقامی روایات اور تہذیبی اثرات کی عمدہ عکاسی کی۔ منظر کشی اور جزئیات نگاری کے لیے ”ہولی“، ”بخارہ نامہ“ اور ”برسات“ بہترین مثالیں ہیں۔

(ذخیرۃ الفاظ)

- ۱۔ درج ذیل الفاظ کے معانی کتاب کے آخر میں دی گئی فرہنگ سے دیکھ کر لکھیے:
گدا، زردار، بہشت، تیغ، کھار، اشراف۔
- ۲۔ اشعار میں وزن اور آہنگ پیدا کرنے کے لیے کچھ الفاظ میں معمولی تبدیلی کی جاتی ہے، جیسے اس نظم میں ’یہاں‘ کو ’یاں‘ اور ’کہلاتا‘ کو ’کہلاتا‘ لکھا گیا ہے۔ ایسے کوئی سے دو اشعار تلاش کر کے لکھیے جن میں اس طرح کی تبدیلی کی گئی ہو۔
- ۳۔ دیے گئے الفاظ کو اپنے جملوں میں استعمال کیجیے: مفلس، دعویٰ، بہشت، حقیر، کھار، اشراف۔

(مختصر جواب کے سوالات)

- ۴۔ درج ذیل سوالات کے مختصر جوابات تحریر کیجیے:
(i) نظم ”آدمی نامہ“ کے شاعر کون ہیں؟
(ii) نظیر اکبر آبادی کیا کہلاتے تھے؟
(iii) ”آدمی نامہ“ کے دوسرے بند میں جن بادشاہوں کا ذکر ہے اُن کے نام اور اُن کی شہرت کی مشترکہ وجہ تحریر کیجیے۔

(تفصیلی جواب کے سوالات)

- ۵۔ درج ذیل سوالات کے تفصیلی جوابات تحریر کیجیے:
(i) ”آدمی نامہ“ کا مرکزی خیال کیا ہے؟ شاعر کا حوالہ بھی دیجیے۔
(ii) ”آدمی نامہ“ کے تیسرے اور آخری بند کی تشریح کیجیے۔
(iii) ”آدمی نامہ“ میں انسانوں کے مختلف کرداروں کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ کسی ایک کردار کو منتخب کر کے اُس کی تمام ممکنہ مثبت اور منفی صفات لکھیے۔ مثلاً، بادشاہ: رحم دل، نیک دل، طاقتور، منصف مزاج، ہمیشہ پسند، جابر.....

مرزا نکتہ

تعارف

کنہیا لال کپور ۲۷ جون ۱۹۱۰ء کو چک ۳۸۸ لائل پور موجودہ فیصل آباد میں پیدا ہوئے۔ گورنمنٹ کالج لاہور سے ۱۹۳۳ء میں ایم اے کیا۔ ڈی اے وی کالج لاہور میں ۳۷-۱۹۳۳ء تک پچھرا رہے، ڈی ایم موگا کالج کے پرنسپل بھی رہے۔ تصانیف: سنگ و خشت، شیشہ و تیشہ، چنگ و رہاب، نوک نشتر، بال و پر، نرم گرم، گرد کارواں، دلیل سحر اور کپور کے بہترین مضامین (انتخاب)۔

جو اصحاب مرزا نکتہ کو جانتے ہیں وہ سمجھتے ہیں کہ شاید ”نکتہ“ اُن کا نام یا تخلص ہے، حالانکہ یہ اُن کا لقب ہے جو کسی ستم ظریف نے اُن کی نکتہ شناسی کی داد دیتے ہوئے انھیں عطا کیا تھا۔ مرزا نکتہ میں یہ وصف ہے کہ وہ بات بات میں نکتہ پیدا کرتے ہیں کہ اگر انھیں کوئی دوسرا کہے تو لوگ اُسے یقیناً پاگل یا جنگلی سمجھیں۔ لیکن مرزا کے سن و سال کا لحاظ کرتے ہوئے انھیں محض مرزا نکتہ کہتے ہیں۔

مرزا سے میری پہلی ملاقات ایک مجلس میں ہوئی۔ وہاں آپ سامعین کو یہ نکتہ ذہن نشین کرانے کی کوشش کر رہے تھے کہ صبح سویرے اٹھنا پرلے درجے کی حماقت ہے۔ دلیل انھوں نے یہ پیش کی کہ طبعی نقطہ نگاہ سے دس گھنٹے سونا نہایت ضروری ہے۔ نیز صبح کے وقت جو ٹھنڈی ہوا چلتی ہے وہ ایک قسم کی لوری ہے جو قدرت اپنے بچوں کو ٹھانے کے لیے گاتی ہے۔ اتنے میں کسی شخص نے سوال کیا ”مرزا صاحب ہزاروں لوگ صبح سویرے اٹھ کر سیر کو جاتے ہیں، ان کے متعلق کیا خیال ہے؟“ مرزا نے بڑی سنجیدگی کے ساتھ جواب دیا۔ ”عموماً یہ لوگ بے خوابی کے مرض میں مبتلا ہوتے ہیں۔“

مرزا کی حاضر جوابی سے میں بہت متاثر ہوا۔ واقعی اُن کا طرز استدلال نرالا تھا۔ میں نے اُن سے راہ و رسم پیدا کرنے کا فیصلہ کیا۔ میری توقع کے خلاف بہت جلد مرزا میرے بے تکلف دوست بن گئے اور تب مجھے پر یہ راز کھلا کہ اُن سے دوستی کر کے میں نے بہت بڑی مصیبت مول لی ہے۔ اختلاف مرزا کی گھنٹی میں پڑا ہے۔ ادھر میں نے کوئی بات کی ادھر جھٹ مرزا نے اُس کی تردید کرتے ہوئے کہا ”آپ کا خیال سو فیصد غلط ہے۔ بات دراصل یہ ہے کہ بہت سے پڑھے لکھوں کی طرح آپ بھی بالکل جاہل ہیں۔“ ویسے تو مرزا ہر بات میں اختلاف رائے کا پہلو ڈھونڈ لیتے ہیں لیکن جب بحث موسم سے متعلق ہو تو اس وقت اُن کی گفتگو سننے کے قابل ہوتی ہے۔ بد قسمتی سے مرزا کو ہر ایک موسم سے خدا واسطے کا بیر ہے۔ مجھے یاد ہے ایک دفعہ میں نے موسم بہار کی تعریف کرتے ہوئے کہا ”یہ موسم قدرت کا بہترین عطیہ ہے۔“ مرزا صاحب نے مجھے آڑے ہاتھوں لیا ”میاں! عقل کے ناخن لو۔ سہلا یہ بھی کوئی موسم ہے جب شاعر اپنا گریبان پھاڑ کر صحرا کا رخ کرتا ہے یا سرد آہ کھینچ کر کہتا ہے، اب کے بھی دن بہار کے یونہی گزر گئے۔ تم نے وہ میر کا شعر نہیں سنا؟“

۔ دھوم ہے پھر بہار آنے کی

کچھ کرو فکر مجھ دو آنے کی

اور یاد ہے مومن نے بہار کے متعلق کیا کہا تھا۔ انھوں نے فرمایا تھا۔

۔ پھر بہار آئی وہی دشت نوروی ہوگی
پھر وہی پاؤں وہی خارِ مغیلاں ہوں گے

یہ سمجھتے ہوئے کہ شاید مرزا کو برسات کا موسم پسند ہوگا، میں نے اس کا تذکرہ کیا۔ مرزا نے پہلے سے بھی زیادہ برفروخت ہو کر کہا ”برسات سے زیادہ واہیات موسم شاید ہی کوئی ہوگا۔ سیلاب آتے ہیں تو اس موسم میں۔ ہیضہ پھیلتا ہے تو اس موسم میں اور گھر ٹپکتا ہے تو اس موسم میں! اسے تو موسم کی بجائے اچھا خاصا عذاب الہی کہنا چاہیے۔“
اس کے بعد میں نے کسی اور موسم کا ذکر کرنا مناسب نہ سمجھا۔

ایک دن میں نے ارادہ کیا کوئی ایسی بات کروں جس میں مرزا کوئی نکتہ پیدا نہ کر سکیں۔ چنانچہ میں نے انھیں مخاطب کرتے ہوئے کہا ”ہر شخص یہ تسلیم کرتا ہے کہ سورج مشرق سے نکلتا اور مغرب میں غروب ہوتا ہے۔ آپ کا کیا خیال ہے؟“ میری حیرانی کی حد نہ رہی جب مرزا نے اس مسلمہ حقیقت میں بھی نکتہ پیدا کر دیا۔ کہنے لگے ”میاں جو کچھ لوگ کہتے ہیں یا جو کتابوں میں لکھا ہے اس پر فوراً ایمان نہ لے آیا کرو۔ میری تحقیق کے مطابق تو سورج مشرق کی بجائے شمال مشرق میں طلوع ہوتا اور جنوب مغرب میں غروب ہوتا ہے۔ اگر یقین نہ آئے تو کسی دن کمپس (Compass) لے کر خود تجربہ کر لو۔ تبھی تو میں کہتا ہوں سنی سنائی بات پر اعتبار نہیں کرنا چاہیے۔“ اس آزمائش کے بعد مرزا کا مزید امتحان لینا بے سود تھا۔ اس لیے میں نے سوچا کہ انھیں ان کے حال پر چھوڑ دیا جائے لیکن ماہ جنوری میں ایک ایسا واقعہ ہوا کہ مرزا نکتہ چین کی بجائے نکتہ رس بن گئے۔ پندرہ جنوری کی شام کو جب کڑا کے کی سردی پڑ رہی تھی، یک لخت مطلع تاریک ہو گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد بڑے بڑے اولے پڑنے لگے۔ مرزا اور میں ان کے برآمدے میں کھڑے اولوں کا نظارہ کر رہے تھے۔ میں نے کہا ”اگر کوئی شخص ان اولوں میں گھر جائے تو اُس کا خدا ہی حافظ ہے۔“ مرزا نے حسب معمول مجھ سے اتفاق نہ کرتے ہوئے جواب دیا ”یہ محض آپ کی خوش فہمی ہے۔ لیجیے، میں آپ کو اولوں میں کھڑا ہو کر دکھاتا ہوں“ میرے منع کرنے کے باوجود وہ اپنے آگن میں جا کھڑے ہوئے لیکن یونہی دس بارہ اولے یکے بعد دیگرے ان کی گتھی چاند پر پڑے۔ چکر کر زمین پر آ رہے اور ان پر بے ہوش طاری ہو گئی۔ انھیں وہاں سے اٹھوا کر بستر پر لٹا دیا گیا۔ ڈاکٹر کو بلوایا گیا۔ پانچ گھنٹوں کے بعد جب انھیں ہوش آیا تو ہم نے انھیں ایک نارل آدی کی طرح باتیں کرتے سنا۔ لطف یہ کہ جو بات ہم کہتے وہ اُس کے ساتھ سو فیصد اتفاق کرتے۔ ہم سب حیران تھے کہ یہ معجزہ کس طرح ظہور میں آیا۔ مرزا سے جب اس کے متعلق استفسار کیا گیا تو انھوں نے ہنس کر فرمایا ”معلوم ہوتا ہے، یہ اولوں کی کرامات ہے۔ انھوں نے میرے دماغ کی ڈھیلی ڈھالی پٹولوں کو کچھ اس طرح کس دیا ہے کہ آئندہ میں کسی بات میں نکتہ پیدا نہیں کر سکوں گا۔“

(ذخیرہ الفاظ)

- ۱۔ درج ذیل الفاظ کے معانی لغت سے تلاش کر کے لکھیے اور کوئی سے صحیح الفاظ اپنے جملوں میں استعمال کیجیے:
ستم ظریف، نکتہ شناسی، وصف، پرلے درجے، غلبہ، خبطی، طرز استدلال، تردید، ترک کرنا، برافروختہ، واہیات، مسلمہ، کمپس، نکتہ چینی، نکتہ رس، یکے بعد دیگرے، یک لخت، استفسار، خدا واسطے کا بیر، نچے جھاڑ کر پیچھے پڑنا۔
- ۲۔ ان محاوروں کے مطالب تحریر کر کے انہیں اپنے جملوں میں استعمال کیجیے:
کھٹی میں پڑا ہونا، خدا واسطے کا بیر ہونا، آڑے ہاتھوں لینا، گھر جانا۔

(تفصیلی جواب کے سوالات)

- ۳۔ درج ذیل سوالات کے تفصیلی جوابات تحریر کیجیے:
(i) مرزا کو ”مرزا نکتہ“ کا لقب کیسے ملا تھا؟
(ii) مرزا نکتہ کا خاص وصف کیا تھا؟
(iii) مصنف نے مرزا کی کن صفات سے متاثر ہو کر ان سے راہ و رسم پیدا کرنے کا فیصلہ کیا؟
(iv) مرزا نکتہ سے دوستی کرنے کے بعد مصنف پر کیا راز کھلا؟
(v) مرزا کی ہر بات سے اختلاف کرنے کی عادت کی کوئی تین مثالیں دیجیے۔
(vi) مصنف نے مرزا کی آخری آزمائش کیسے کی؟
(vii) مرزا نے نارمل آدمی کی طرح باتیں کس طرح کرنی شروع کیں؟ یہ واقعہ اپنے الفاظ میں لکھیے۔
- ۴۔ اس مضمون کا سب سے دل چسپ جملہ / جملے لکھیے۔

آب و باد و خاک

یہ ہوا جو نعمتِ عام ہے
 یہ ازل سے محوِ خرام ہے
 یہ نہ ہو تو موجِ فقس نہ ہو
 یہ نقابِ روئے زمیں بھی ہے
 کسی تن میں روح کا رس نہ ہو
 یہ لطفوں کی امیں بھی ہے
 مگر اس کا دامن بے بہا ہے
 یہ رواں دواں ہے یہاں وہاں
 اسے خوشبوؤں میں بسائیے
 اسے کیجیے نہ دُحواں دُحواں
 اسے خوشگوار بنائیے
 یہ نہ ہو تو موجِ فقس نہ ہو

یہ جو فرشِ سطحِ زمین ہے
 یہ بہت جمیل و حسین ہے

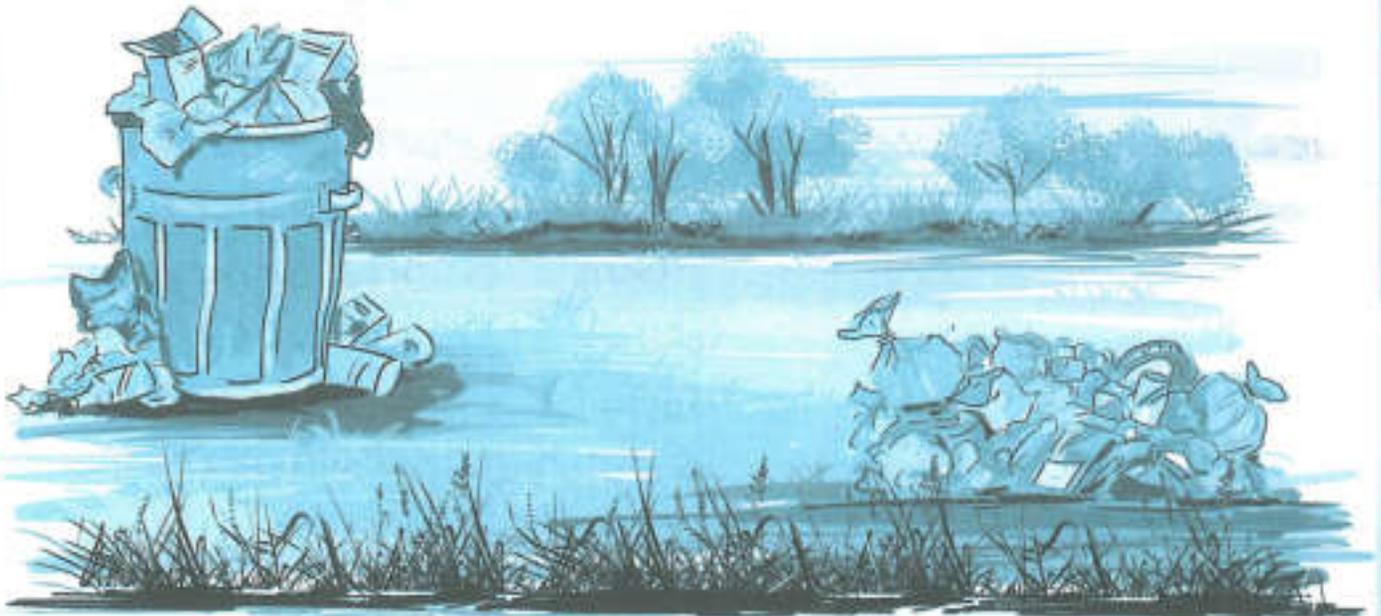


یہ مقام شکر و سپاس ہے کہ یہ زندگی کی اساس ہے
 کبھی برگ و بار کے سلسلے یہ جو ہیں بہار کے سلسلے
 یہ زمیں ہے جب سے یہ تب سے ہیں یہ اسی زمیں کے سبب سے ہیں
 اسے داغدار نہ کیجیے اسے ریگزار نہ کیجیے
 اسے سبزہ زار بنائیے اسے سازگار بنائیے
 کہ یہ زندگی کی اساس ہے

یہ جو تشنگی کا جواب ہے
 جو نصیبِ نعتِ آب ہے

یہ جو زندگی کا ظہور ہے یہ جو اس کا جوش و دُفور ہے
 اسی موجِ آب کے دم سے ہے ہری شاخِ جاں اسی نم سے ہے
 یہ چناب و دجلہ و نیل میں یہی بحر میں ، یہی جمیل میں
 یہی گیلی گیلی سی گھاس میں یہی بادلوں کی کپاس میں
 یہ ستم تو اس پہ نہ ڈھائیے اسے مت کثیف بنائیے
 ہری شاخِ جاں اسی نم سے ہے

(انور مسعود)



(ذخیرۃ الفاظ)

۱۔ درج ذیل الفاظ کے معانی کتاب کے آخر میں دی گئی فرہنگ سے دیکھ کر لکھیے :
ازل ، لطافت ، کثافت ، سپاس ، برگ و بار ، ریگزار۔

۲۔ دو الفاظ کا آپس میں تعلق پیدا کرنے کے لیے پہلے لفظ کے آخر میں 'زیر' (ی) لگایا جاتا ہے جو 'اے' کی آواز دیتا ہے ، جیسے "قائد اعظم رحمۃ اللہ علیہ"۔ اسی طرح 'ئے' لگا کر بھی دونوں الفاظ میں تعلق پیدا کیا جاتا ہے ، جیسے "نوائے وقت"۔ اس طرح بنائے جانے والے الفاظ فارسی کے "مرکب توصیفی" کہلاتے ہیں۔ نظم "آب و باد و خاک" میں بھی چند ایسے الفاظ استعمال ہوئے ہیں جو درج ذیل ہیں۔ دونوں الفاظ کے تعلق سے بننے والے معنی تحریر کیجیے۔
نعت عام ، موجِ نفس ، دامن بے بہا ، روئے زمین ، نقاب روئے زمین ، فرشِ سطح زمین ، مقامِ شکر و سپاس ، نعتِ آب ، شاخِ جاں ، موجِ آب۔

(تشریح)

۳۔ نظم کے تینوں حصوں کے ابتدائی اشعار انسانوں کو ملنے والی تین نعمتوں آب (پانی) ، باد (ہوا) اور خاک (مٹی) کا تعارف ہیں۔ ان تینوں اشعار کی تشریح کیجیے۔

- | | |
|-----------------------------|-----------------------------|
| (i) یہ ہوا جو نعمت عام ہے | (ii) یہ جو فرشِ سطح زمین ہے |
| یہ ازل سے موجِ خرام ہے | یہ بہت جمیل و حسین ہے |
| (iii) یہ جو نفسی کا جواب ہے | |
| جو نصیبِ نعمتِ آب ہے | |

۴۔ اس نظم کے تینوں حصوں کے آخری مصرعے ان حصوں کا نُبِ اُباب ہیں۔ ان مصرعوں کی ترتیب وار تشریح کرتے ہوئے تینوں حصوں کا الگ الگ خلاصہ تحریر کیجیے۔

- | | |
|---------------------------------|------------|
| (i) یہ نہ ہو تو موجِ نفس نہ ہو | باد (ہوا) |
| (ii) کہ یہ زندگی کی اساس ہے | خاک (زمین) |
| (iii) ہری شاخِ جاں اسی نم سے ہے | آب (پانی) |
- ۵۔ نظم سے اپنے پسندیدہ اشعار منتخب کر کے اپنی بیاض میں نقل کیجیے۔

سرگرمی :



- ☆ اپنی جماعت کو تین گروہوں میں تقسیم کیجیے۔
- ☆ ایک گروپ 'آب' (پانی)، دوسرا گروپ 'باد' (ہوا) اور تیسرا گروپ 'خاک' (زمین) منتخب کر لے۔
- ☆ تمام گروہ آپس میں اپنے حاصل کردہ عنوان کے بارے میں گفتگو کریں، مسائل کی نشاندہی کریں اور تحریر کریں:
- ☆ پانی / ہوا / زمین کو درپیش مسائل اور ان کا حل۔
- ☆ ہر گروپ اپنے عنوان کے بارے میں یہ کام پوسٹر پر لکھ کر جماعت میں باری باری پیش کرے۔ بقیہ گروہ اس وقت ان نکات میں مزید اضافہ کر سکتے ہیں جو پیش کرنے والے خندہ پیشانی سے قبول کریں اور ان پوسٹرز میں شامل کر لیں۔
- ☆ یہ جاننے کے بعد آگہی کی مہم چلائیے۔ اپنے متعلقہ عنوان یعنی نعمتِ آب / خاک / باد کو درپیش مسائل اسمبلی میں پیش کریں اور ان کے حل پر عمل کرنے کی ترغیب بھی دیں۔
- ☆ اسکول میں موجود وسائل کا صحیح استعمال بھی بتائیں، مثلاً جماعت سے جاتے ہوئے بجلی کے پکٹھے بند کرنا، پانی کے استعمال کے بعد نلکا بند کرنا، وغیرہ۔
- ☆ اسکول کے ساتھیوں کو چھوٹے بیجز، سرٹیکلیٹ، پمفلٹ وغیرہ بانٹیں جن میں زمین، ہوا اور پانی کی آلودگی سے روک تھام کے بارے میں معلومات اور سلوگن درج ہوں۔

مثلاً :



نعرے بنانا

ہمیں اپنے گرد و پیش میں کئی نعرے لکھے ہوئے نظر آتے ہیں، کبھی دیواروں پر، کبھی اخباروں میں اور کبھی بینروں پر۔ نعرہ ایک ایسا مختصر سا جملہ ہوتا ہے جو پڑھنے یا سننے والے کو فوراً اپنی طرف متوجہ کرتا ہے اور لوگ اس پیغام کے بارے میں کچھ کرنے کا سوچنے لگتے ہیں۔ آپ نے ایسے نعرے مختلف بیجز (علامتی نشانوں) پر، قیصوں پر اور اشتہارات میں دیکھے ہوں گے۔



مختلف اشیا اور مصنوعات کے اشتہاروں میں بھی ایسے دلچسپ نعرے ہوتے ہیں جو کبھی کبھی زبان زد عام ہو جاتے ہیں اور اس چیز کی فروخت میں اضافے کا باعث بنتے ہیں، مثلاً

- ☆ سرف ایکسل ہے نا!
- ☆ چائے چاہیے! کون سی جناب؟
- ☆ لائف بوائے ہے جہاں، تندرستی ہے وہاں۔ وغیرہ
- نعرے لکھنے کے مقابلے بھی ہوتے ہیں۔ نعرے بناتے وقت خیال رکھیے کہ آپ کو جس موضوع پر نعرہ بنانے کے لیے دیا گیا ہے، اس کا بنیادی خیال کیا ہے۔
- برٹش کونسل میں منعقد کیے جانے والے ایسے ہی ایک مقابلے میں ۱۴۰۰ طلبہ و طالبات نے حصہ لیا۔ موضوع تھا ”مستقبل کے بندھن“۔ بنیادی خیال یہ تھا کہ دنیا کے مختلف ملکوں کے گروپ مل کر مستقبل میں مسائل کے حل کے لیے طریقے سوچیں اور ایک دوسرے کی مدد کریں۔

☆ عبدالرحمن کے لکھے ہوئے جس سلوگن نے انعام حاصل کیا وہ یہ تھا:

”ہاتھوں میں ہاتھ دیجیے! امن و سلامتی کے سفر میں میرے کارواں بنئے“

- نیچے لکھے گئے موضوعات پر دل چسپ اور توجہ کھینچ لینے والے نعرے بنائیے:
- ☆ ماحول کو بہتر بنانے کے لیے پودے لگانا بہت ضروری ہے۔
- ☆ نئی آنس کریم کی مشہوری کے لیے۔
- ☆ ٹریک کے قوانین کی پابندی ضروری ہے۔
- ☆ لوگوں میں اخلاق و آداب کی عادت ڈالنے مثلاً سلام کرنے یا ”جزاک اللہ“ کہنے کے لیے۔

کردار نگاری

لظم ”آدی نامہ“ میں آپ نے مختلف کرداروں کے بارے میں پڑھا۔ کسی کہانی، ڈرامے، افسانے یا لظم کی کسی بھی قسم میں کرداروں کے بارے میں تفصیلات بیان کرنا کردار نگاری کہلاتا ہے۔ کردار نگاری ظاہری بھی ہو سکتی ہے یعنی ظاہری شکل و صورت، حلیہ، گفتگو اور چلنے پھرنے کا انداز بیان کرنا اور باطنی بھی، مثلاً اس کردار کی عادات و خصائل، اس کی طبیعت اور مزاج بیان کرنا۔ بہترین کردار نگاری وہ ہے جسے پڑھ یا سن کر ہمارے ذہن میں اس کردار کی تصویر بن جائے۔

☆ یہ پیرا گراف پڑھیے :

جنوری کی ایک شام ایک خوش پوش نوجوان ڈیوس روڈ سے گزر کر مال روڈ پر پہنچا اور خراماں خراماں پٹری پر چلنے لگا۔ یہ نوجوان اپنی تراش خراش سے خاصا فیشن ایبل معلوم ہوتا تھا۔ لمبی لمبی قمیصیں، چمکتے ہوئے بال، باریک باریک مونچھیں، بادامی رنگ کا گرم اوور کوٹ پہنے ہوئے جس کے کاج میں شہتی رنگ کے گلاب کا آدھ کھلا پھول الکا ہوا، سر پر سبز فیٹ ہیٹ ایک خاص انداز سے ٹیڑھی رکھی ہوئی، سفید سلک کا گلو بند گلے کے گرد لپٹا ہوا، ایک ہاتھ کوٹ کی جیب میں، دوسرے میں بید کی ایک چھوٹی چھڑی جسے کبھی کبھی وہ مزے میں آ کر گھمانے لگتا تھا۔

(اقتباس: ’اوور کوٹ‘، غلام عباس)

یہ پیرا گراف ایک کردار کا ظاہری خاکہ بیان کر رہا ہے۔ اس یونٹ کی دو کہانیاں ’چچا چٹکن‘ نے رڈی نکالی اور ’مرزا نکتہ‘ دوبارہ پڑھیے اور ان کے مرکزی کرداروں ’چچا چٹکن‘ یا ’مرزا نکتہ‘ کا کردار کی خاکہ تحریر کیجیے۔
کردار کی خاکہ تحریر کرنے کے لیے درج ذیل نکات کی مدد لیجیے۔ کہیں کہیں کہانی کے کسی حصے یا جملوں کا حوالہ بھی دیجیے جس سے آپ کی کردار نگاری کو سند مل سکے۔

(i) کردار کا تعارف

(ii) ظاہری خصوصیات (حلیہ، عمر، وغیرہ)

(iii) عادات و خصائل (فطری خصوصیات)

☆ یہ کردار نگاری کم از کم پانچ یا چھ سطروں پر مشتمل ہونا ضروری ہے۔

مثال: مرزا نکتہ ایک بے تکلف دوست تھے.....

چچا چٹکن دل کے اچھے تھے.....

نظم نگاری

ہمارے ارد گرد بے شمار کردار بکھرے ہوئے ہیں۔ نظم ”آدی نامہ“ ہی کی طرح نظمیں آپس میں تبادلہ خیال کے ذریعے بنائیے۔
یہ نظمیں چند بندوں پر مشتمل ہوں جنہیں آپ کتابچوں کی شکل میں تحریر کریں اور ان کتابچوں کو اپنی بنائی تصاویر سے مزین بھی کریں۔
☆ اپنی جماعت کو گروپس میں تقسیم کیجیے۔

☆ نظم ”آدی نامہ“ دوبارہ پڑھیے۔ (کوئی ایک طالب علم پڑھے اور پورا گروپ سنے)
☆ مزید کرداروں کی فہرست بنائیے۔

مثلاً: طیب - مریض - غریب - رئیس - شریف - رذیل

☆ اپنے الفاظ کو اشعار کی صورت دیجیے۔ مثال:

- یاں آدی رئیس ہے اور آدی غریب

یاں آدی مریض ہے اور آدی طیب

☆ بند کا پانچواں مصرع موزوں کیجیے۔

☆ دو یا تین ’بند‘ پر مشتمل اپنی نظموں کو آپس میں ایک دوسرے اور پھر معلم کی مدد سے بہتر بنائیے۔

☆ جماعت میں ہر گروپ باری باری اپنی نظمیں سنائے۔

☆ بعد ازاں نظموں کو کتابچوں کی شکل دیجیے۔ جماعت یا اسکول لائبریری میں دوسری جماعتوں کے طلبہ و طالبات کے پڑھنے کے لیے رکھوائیے۔ گروپ کے ہر طالب علم کا نام بحیثیت مصنفین / مصنف ، کاتب ، مصور ضرور لکھیے۔



قواعد

• غلط جملوں کی اصلاح کر کے اپنی کاپی میں لکھیے۔

درست: کیا تم مجھے جانتے ہو؟

مثال: کیا تم ہمارے کو جانتے ہو؟

- | | |
|---|---------------------------------|
| ۷۔ میں نے اپنا کام دوبارہ دہرایا۔ | ۱۔ یہاں ہلال گوشت ملتا ہے۔ |
| ۸۔ کیا تمہیں سیب اچھی لگتی ہے؟ | ۲۔ ہم نے آب زم زم کا پانی پیا۔ |
| ۹۔ برائے مہربانی فرما کر میری غلطی معاف کر دیں۔ | ۳۔ اُن نے میرے کو پیسے دیے۔ |
| ۱۰۔ کل بہت تیز بارش پڑی۔ | ۴۔ تم بے فضول نہ بولا کرو۔ |
| ۱۱۔ آج یوم آزادی کا دن ہے۔ | ۵۔ کیا تم کو درد ہو رہی ہے؟ |
| ۱۲۔ یہاں اشتہار لگانا منع ہے۔ | ۶۔ میں نے میرے دوست کو تحفہ دی۔ |

ضد

اضداد، ضد کی جمع کو کہتے ہیں۔ ضد کا مطلب ہے اُلٹ۔ الفاظ کی ضد سیکھیے۔ ان میں سے چار الفاظ اور ان کی اضداد کے جملے بنائیے۔

ضد	الفاظ	ضد	الفاظ	ضد	الفاظ
رواگی	آمد	غلامی	آزادی	ویران	آباد
سکون	اضطراب	انتہا	ابتدا	گزشتہ	آئندہ
اقرار	انکار	یاس، ناامیدی	امید	قلت	کثرت
خام	پختہ	اسراف	نخل	آخر	اول
شرک	توحید	باسی	تازہ	روشن	تاریک
امن	جنگ	خیانت	امانت	عذاب	ثواب
سیراب	تشنہ	غروب	طلوع	باطل	حق

• کچھ متضاد الفاظ ایک ساتھ بھی استعمال کیے جاتے ہیں۔ درج ذیل الفاظ اپنے جملوں میں استعمال کیجیے:

ابتدا و انتہا، اول و آخر، حق و باطل، طلوع و غروب، آمد و رواگی، جنگ و امن۔

مذکر الفاظ سے مونث بنانے کے قاعدے

- ☆ مذکر کے آخری حرف کو حذف کر کے یا بغیر حذف کیے "نی" یا "انی" لگانے سے مونث الفاظ بنائے جاتے ہیں۔
مثلاً: استاد سے استانی
- درج ذیل مذکر الفاظ کے مونث بنائیے:
راجہ، دیور، جیٹھ، نوکر، فقیر، دیوانہ۔
- ☆ عربی الفاظ میں تانیث یعنی مونث کی علامت 'ہ' ہے۔ یہ فارسی الفاظ کے آخر میں بھی آتی ہے۔
مثلاً: ضعیف سے ضعیفہ
- درج ذیل مذکر الفاظ کی مونث بنائیے:
زوج، معلم، سلطان، والد، عزیز، محترم، مریض، فن کار۔
- ☆ ایسے مذکر الفاظ جو کسی کام کرنے والے کا نام ہوں ان کی مونث 'ہ' لگانے سے بنائی جاتی ہے۔
مثلاً: خادم (خدمت کرنے والا) سے خادمہ
- درج ذیل الفاظ کی مونث بنائیے:
حاکم، شاعر، ظالم، وارث، عالم، طالب، قاتل، صابر۔
- ☆ دیے گئے الفاظ میں سے مونث بولے جانے والے الفاظ پر دائرہ بنائیے:
جھاڑو، درد، لالچ، دوا، مٹھاس، اِملّا، کھیل، توجہ، تمنا، کتاب، جیب، دیگ، عینک، چشمہ، پرہیز۔
- ☆ سبزیوں اور پھلوں کے ناموں کی فہرست بنائیے۔ مذکر اور مونث بولے جانے کے لحاظ سے الگ الگ کالم میں لکھیے۔

خطوط نویسی: ماحولیاتی آلودگی کی روک تھام کے لیے خط لکھنا

کسی دوسرے شہر یا گاؤں میں مقیم اپنے دوست کے نام ایک خط لکھیے جس میں ماحولیاتی آلودگی کی روک تھام کی تجاویز دیجیے۔

..... (مقام)

..... (تاریخ)

..... (القاب)

..... (سلام)

(کسی مضمون)

(خاتمہ)

(والسلام)

نوٹ: کسی مضمون کی معلومات کے لیے اخبارات، رسائل اور انٹرنیٹ، نیز ”دی پاکستان نیشنل کنزرویشن اسٹریٹیجی“ اور ”دی ورلڈ کنزرویشن یونین (IUCN)“ کے مواد سے مدد لیجیے۔ اگلے صفحات پر موجود تفہیم سے بھی مدد لی جاسکتی ہے۔

یہ حسین و جمیل ، رنگ برنگی ، مہبت کر دینے والے نظاروں سے مزین دنیا اُس ربِّ کائنات نے بہت محبت سے ہمارے لیے بنائی ہے۔ اس کے کسی بھی نظام پر غور کیجیے ، ہر ایک اپنی جگہ مکمل ہوگا۔ خواہ وہ پانی سے بادل بنانے اور بارش برسائے کا نظام ہو یا بیج سے درخت بننے کے مراحل ہوں۔ کیا آپ نے کبھی سوچا کہ اس نظام کو چلانے والا کس بات سے خوش ہوتا ہے؟ فرض کریں ، آپ ایک تصویر بنائیں اور کوئی اُسے خراب کر دے ، کیا آپ کو یہ بات پسند آسکتی ہے؟ یقیناً اس کائنات کی حفاظت کرنے والا ہی اس کے بنانے والے کو خوش کر سکتا ہے۔

ہم اُس رب کی بنائی ہوئی دنیا کو ہر طرح سے استعمال اور پامال کر رہے ہیں۔ ہم انسان اشرف المخلوقات ، یعنی تمام بنائی گئی مخلوقات سے افضل ، ہیں۔ یہ عہدہ بھی اسی عظیم رب نے عطا فرمایا ہے۔ اس عہدے کا تقاضا ہے کہ ہم ان تمام نعمتوں کو احسن طریقے سے استعمال کریں اور ان کی حفاظت کا خیال بھی رکھیں۔

اُس رب کی بنائی تمام چیزیں زمین میں مل جاتی ہیں اور کسی خرابی کا سبب نہیں بنتیں یعنی Biodegradable ہوتی ہیں۔ مثلاً پتے گر کر زمین میں دب جاتے ہیں ، حیوانات کی گندگی بھی زمین میں شامل ہو جاتی ہے۔ لیکن انسانوں کی بنائی ہوئی کچھ چیزیں ماحول سے مطابقت نہیں رکھتیں ، مثلاً پلاسٹک جو پانچ سو سال بھی زمین میں دبا رہے تو مٹی کا حصہ نہیں بنتا۔

۲۲ اپریل کو منایا جانے والا یومِ ارض دراصل تمام دنیا کی توجہ اس طرف دلاتا ہے کہ ہماری جو عادات و حرکات آلودگی یعنی ماحول کو خراب کرنے کا سبب بن رہی ہیں انھیں روکا جائے تاکہ یہ کرۂ زمین ہمارے لیے اور ہمارے بعد آنے والی نسلوں کے لیے اپنی خوبصورت اور نرم گود ڈاکیے رہے۔

انسانوں کے پھینکے ہوئے کچرے ، فیکٹریوں سے نکلے زہریلے مادوں اور لنگر انداز جہازوں سے نکلے تیل کے سبب دریاؤں اور سمندروں کا صاف شفاف جھاگ اڑاتا پانی آلودہ ہوتا جا رہا ہے۔ آلودگی ہی کے سبب بیٹھے پانی کی جھیلوں سے فائدہ اٹھانا ناممکن ہوتا جا رہا ہے۔

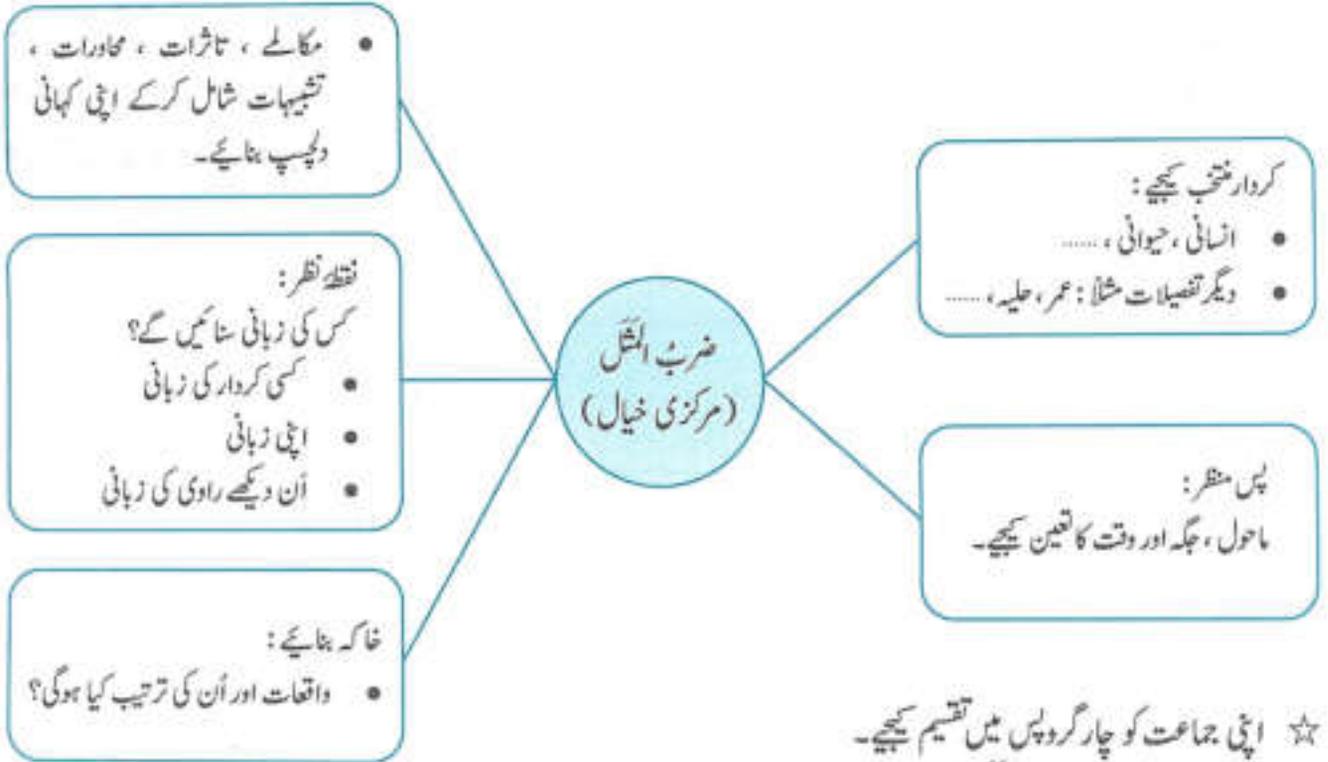
گاڑیوں ، صنعتوں کے دھوئیں اور بدبو کی وجہ سے صاف ہوا کا حصول ناممکن ہوتا جا رہا ہے۔ اس پر مستزاد یہ کہ درخت ، جو کہ ہوا صاف کرنے کا کارخانہ کہے جائیں تو بے جا نہ ہوگا ، کاٹے جا رہے ہیں اور نئے درخت لگانے کی طرف قطعی توجہ نہیں دی جا رہی۔

زمین پر گندگی ، کوڑا پھینکنے اور صفائی نہ کرنے سے بڑھتی ہی جا رہی ہے۔ کوڑے دانوں کا استعمال نہ کرنا ، گلے سڑے کوڑے پر پھروں اور کھیلوں کی افزائش نسل کا سبب بھی بنتا ہے۔ اس کا نتیجہ حضرت انسان ہی کو مختلف بیماریوں کی صورت میں بھگتنا پڑتا ہے۔ ماحول کو گندگی سے پاک رکھنا ہم انسانوں ہی کے فائدے کے لیے ہے ، تو ہم ایسا کیوں نہیں کر پا رہے؟ اس کی ایک وجہ آگہی کی کمی ہے اور دوسری وجہ جانتے بوجھتے غفلت برتنا ہے۔

اگر ہر فرد اپنی ذمہ داری محسوس کرے تو آلودگی ختم کرنا اور اس کرۂ زمین کو جنت کا نمونہ بنانا چند ہی مہینوں بلکہ ہفتوں کا کام ہے۔

ضرب الامثال کے پس منظر میں کوئی کہانی یا واقعہ ہوتا ہے۔ اس کہانی یا واقعے کا نئی لہاب ایک جملے میں بتایا جاتا ہے جو ضرب المثل ہوتی ہے۔ گویا ضرب المثل کسی واقعے یا کہانی کا مرکزی خیال ہوتی ہے۔ دی گئی ضرب الامثال میں سے کوئی ایک منتخب کر کے کہانی لکھیے :

- ۱۔ بغل میں لڑکا شہر میں ڈھنڈورا ← معنی : کوئی چیز اپنے پاس ہو اور ہر جگہ ڈھونڈی جا رہی ہو
- ۲۔ آسمان سے گرا کھجور میں اٹکا ← معنی : ایک مشکل کے بعد دوسری مشکل میں گرفتار ہونا
- ۳۔ چراغ تلے اندھیرا ← معنی : وہ چیز/ شخص جو دوسروں کو فائدہ پہنچائے مگر اُس کے قریبی لوگ اس سے محروم رہیں
- ۴۔ دریا میں رہ کر مگر پھل سے بھر ← معنی : جس جگہ رہنا ہو وہاں کے خطرناک لوگوں سے دشمنی نہیں کرنی چاہیے



- ☆ اپنی جماعت کو چار گروپس میں تقسیم کیجیے۔
- ☆ ہر گروپ کوئی ایک ضرب المثل منتخب کرے۔
- ☆ باہمی تبادلہ خیال کے ذریعے کہانی کے اجزا سوچیے۔
- ☆ کہانی کا خاکہ بنائیے۔
- ☆ ترمیم ، اضافے ، مکالموں اور تاثرات کی شمولیت ، تشبیہات اور محاوروں کے استعمال سے کہانی میں لطف پیدا کیجیے۔
- ☆ اپنی کہانیاں باری باری جماعت میں سنائیے۔ بعد ازاں تختہ نرم پر خوشخط اور خوبصورت تصاویر کے ساتھ چسپاں کیجیے۔

تعارف

ایجاد کے لغوی معنی کوئی نئی چیز بنانا ہے۔ ہماری زندگی ایجادات کی بدولت بہت آسان اور پُرانے زمانے سے بہت مختلف ہو گئی ہے۔ گھنٹوں کا سفر منٹوں میں طے کر لینا، دنیا کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک رہنے والے لوگوں سے یوں گفتگو کرنا جیسے آمنے سامنے بیٹھے ہوں کچھ عرصے پہلے تک ایک خواب تھا، جو اب نت نئی ایجادات کی بدولت ہماری زندگی کا حصہ بن چکا ہے۔

پہلے کی ایجاد سے کمپیوٹر تک موجدوں کی محنت اور کامیابیوں کا سلسلہ جاری ہے۔ موجودہ زمانے کی زیادہ تر بڑی اور اہم ایجادات گزشتہ سو سال ہی میں ہوئی ہیں۔ ایجادات کا یہ سلسلہ ابھی تک جاری ہے اور جب تک انسان سوچنے اور تجربات کرنے پر آمادہ رہے گا، یہ سلسلہ جاری رہے گا۔

یہ موجد یقیناً انسانیت کے محسن ہیں جنہوں نے انسانی کی مشکلات کو کم یا ختم کرنے کے لیے اپنی زندگیاں وقف کر دیں۔ جذام، چچک، ملیریا، ٹی بی، ہیضہ، یرقان اور بہت سی بیماریوں کی دوائیں دریافت ہونے کی وجہ سے اب انسان نسبتاً طویل عمر پاتے ہیں۔ پہلے زمانے میں علاج نہ ہونے کی وجہ سے یہ بیماریاں قبا کی صورت میں پھیلتی تھیں اور شہر کے شہر ویران ہو جاتے تھے۔ وہ رہت کائنات جس نے یہ دنیا بنائی ہے اسی نے غور و فکر کرنے کی ہدایت بھی دی ہے تاکہ ہم اُس کی عطا کردہ نعمتوں سے زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھائیں اور اپنی زندگی آسان بنائیں۔



کتاب ” چیزوں کی کہانی “ سے ایک اقتباس

صبح سویرے جب آپ اٹھتے ہیں تو صابن اور پانی سے ہاتھ منھ دھوتے ہیں، برش یا مسواک سے دانت مانجھتے ہیں اور کنگھے سے بال بناتے ہیں۔ کھانے کے وقت میز کے سامنے کرسی رکھ کر بیٹھ جاتے ہیں، ضرورت پڑنے پر چمچ استعمال کرتے ہیں۔ جو کھانا آپ کھاتے ہیں، چولھے پر پکتا ہے اور پکنے کے بعد برتنوں میں آپ کے سامنے لایا جاتا ہے۔ ڈونگے سے رکابی میں کھانا نکالتے ہیں پھر اطمینان سے کھاتے ہیں۔

جب اندھیرا ہو جاتا ہے تو آپ بتی جلاتے ہیں۔ گرمی لگتی ہے تو چکھے کی رفتار تیز کر دیتے ہیں۔ جب گھڑی بتاتی ہے کہ سونے کا وقت ہو گیا، تو آپ کپڑے بدلتے ہیں، لیٹنے کی تیاری کرتے ہیں اور پلنگ پر لیٹ کر گہری نیند سو جاتے ہیں۔ صابن اور پانی، برش، مسواک، کنگھا، کرسی اور میز، چھری اور چمچ، بتی اور کنگھا، گھڑی اور پلنگ۔ ہم صبح سے لے کر رات تک کتنی بہت سی چیزوں کو استعمال کرتے ہیں۔ یہ چیزیں اب ہماری زندگی کا حصہ بن گئی ہیں کہ ہم ان کے بارے میں غور بھی نہیں کرتے۔

مگر ایک زمانہ ایسا تھا جب لوگوں کو اس طرح کی بس تھوڑی سی سہولتوں کے ساتھ گزارہ کرنا پڑتا تھا اور اس سے پہلے ایک زمانہ ایسا بھی تھا جب ان میں سے کوئی بھی سہولت موجود نہیں تھی۔ اُس وقت ہر آدمی کو سخت غیر فطرت کے خلاف جدوجہد کرنی پڑتی تھی اور زندہ رہنا اسی جدوجہد کا نام تھا۔ اپنے ذہن کو استعمال کر کے آدمی نے رفتہ رفتہ اپنے روز و شب کو آسان بنا لیا۔ اُس نے موسم کی سختی پر قابو پانے کے طریقے ڈھونڈے، کام آسان بنانے کے لیے اوزار ڈھالے۔ جوں جوں وقت گزرتا گیا، لوگوں نے زندگی کو سہل اور آسان بنانے کے نئے نئے طریقے ڈھونڈ لیے۔ انھوں نے مٹی سے برتن بنائے جس میں کھانا پکا سکیں اور پکا ہوا کھانا رکھ سکیں۔ بیٹھنے کے لیے کرسی اور لیٹنے کے لیے پلنگ بنائے۔ طرح طرح کی میزیں بنائیں۔ گھروں کی اور سامان کی حفاظت کے لیے تالے بنائے اور تالے کھولنے کے لیے چابیاں، وقت کا دھیان رکھنے کے لیے گھڑی ایجاد کی اور وقت کے بہتر استعمال کے لیے کاغذ، قلم اور کتاب۔

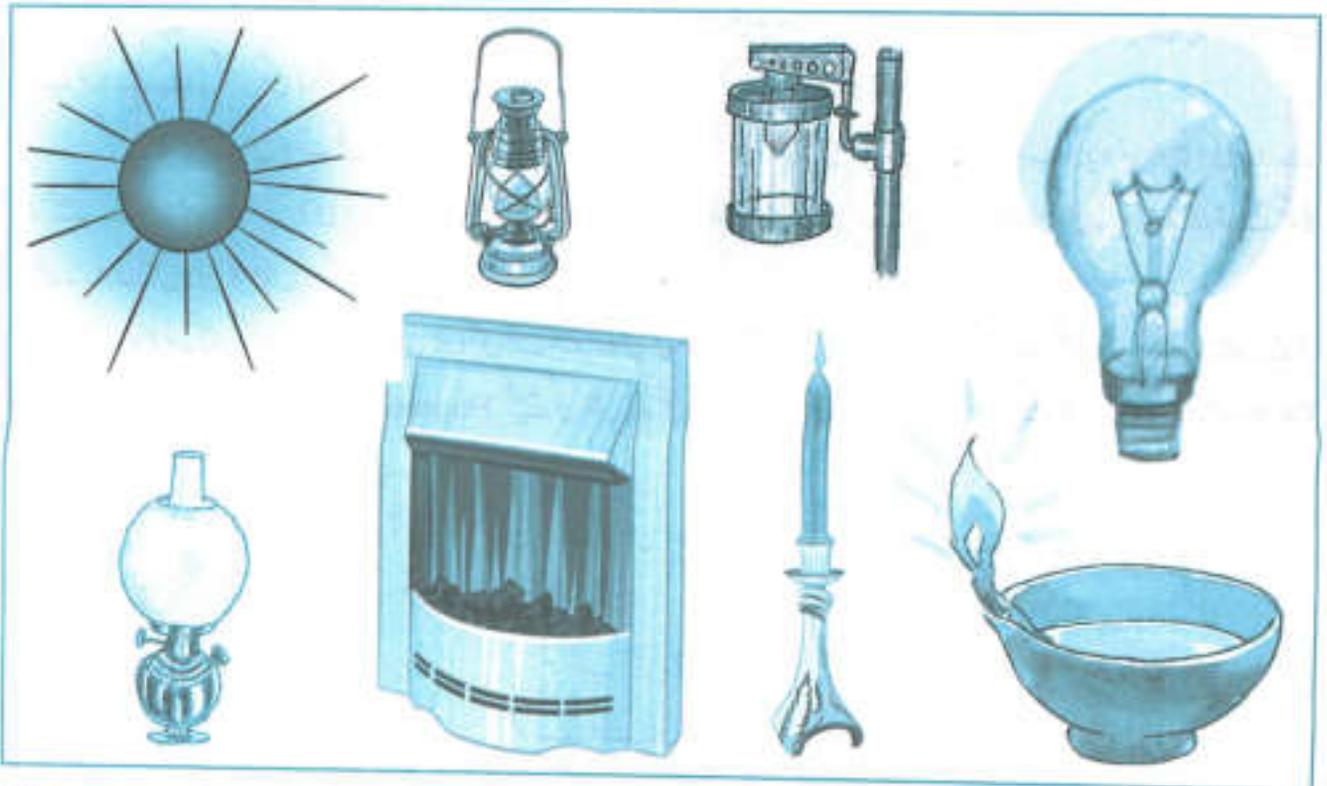
لیکن یہ ساری چیزیں ایک دن میں حاصل نہیں ہو گئیں۔ چیزیں بھی لوگوں کی طرح بڑھتی اور بدلتی رہتی ہیں۔ اس کتاب میں چیزوں کی یہی کہانی بیان کی گئی ہے۔

پرانے زمانے کے لوگوں کے برخلاف آج کا انسان اپنی زندگی کا ایک دن گزارنے کے لیے کتنی ساری چیزیں استعمال کرتا ہے۔ ہم ان چیزوں کی سہولت کے عادی ہو گئے ہیں۔ لیکن یہ چیزیں ہمیشہ سے موجود نہیں تھیں۔ انسان کو اپنی ضرورت کے لیے چیزوں کو ایجاد کرنا پڑا۔ چیزوں کی یہ کہانی بتاتی ہے کہ مختلف زمانوں میں انسان نے کیسے ان چیزوں کو بنایا اور تبدیل کیا۔ مختلف ملکوں اور مختلف زمانوں سے ہوتی ہوئی چیزیں آخر اس شکل میں کیسے پہنچیں جس سے ہم مانوس ہیں۔

چیزوں کی کہانی کا یہ بنیادی خیال جرمن نژاد مصنف فریک جوپو کی ایک کتاب سے ماخوذ ہے۔ یہ کتاب بڑی دلچسپ اور معلوماتی ہے۔

ابتدا میں ، سورج اور چاند اور ستارے ، انسان کے لیے روشنی کا واحد ذریعہ تھے۔ جب اندھیرا ہو جاتا تو لوگ جو بھی کام کر رہے ہوتے اسے چھوڑ دیتے اور سونے کی تیاری کرنے لگتے۔ اس وقت روشنی محدود تھی ، اندھیرا بہت خوف ناک اور طاقتور تھا۔ دھیرے دھیرے یہ اندازہ ہوا کہ آگ جلانے سے اندھیرے کو فرو کیا جا سکتا ہے۔ سلگتی ہوئی لکڑی کے ذریعے روشنی کو ایک جگہ سے دوسری جگہ بھی لے جایا جا سکتا تھا۔ اندھیرا کو نئے کھدروں میں سمیٹنے لگا۔ سرو کی لکڑی یا چربی میں ڈبوئے ہوئے سینٹھے سے بنائی ہوئی مشعل زیادہ دیر تک جلتی تھی اور اسے ایک جگہ سے دوسری جگہ لے جانے میں انگلیوں کی پوئیں جلنے کا خطرہ نہیں تھا۔ دھڑ دھڑ جلتی ہوئی مشعلیں لے کر انسان اندھیرے کی نامعلوم سلطنت فتح کرنے نکلا۔ اب دنیا اس کے سامنے روز روشن تھی۔ روشنی کے لیے چراغ سب سے بہتر تھا۔ یہ پتھر کے دور کے کسی آدمی کی ایجاد ہے۔ پہلا چراغ بس اتنا سا تھا کہ کھوکھلے پتھر یا مٹی کے پیالے میں چربی بھری گئی۔ اسے کہیں بھی رکھا جا سکتا تھا اور خالی ہو جانے پر دوبارہ بھرا جا سکتا تھا۔ اب روشنی انسان کے اختیار میں آ گئی تھی۔

دھات اور چینی کے بنے ہوئے چراغ قدیم یونانیوں اور رومیوں کے گھر میں روشنی کرتے تھے۔ وہ لوگ چراغ جلانے کے لیے تیل کا استعمال کرتے تھے اور چراغ میں بتی ڈالتے تھے جس سے دھواں کم اٹھتا تھا اور شعلہ بھڑکتا کم تھا ، جس کی وجہ سے روشنی مستحکم ہوتی تھی۔



رومیوں سے بہت پہلے قدیم چین کے باشندوں نے لائین بنائی تھی جسے گھر کے باہر بھی استعمال کیا جا سکتا تھا۔ روشنی کی لو موسم اور تیز ہوا سے محفوظ تھی اور لائین کے اندر سے چمن چمن کر آتی تھی۔ چینوں نے خوبصورت نقش و نگار کے ساتھ لائین کو بہت دلکش بنا دیا۔ لائین کی صورت میں روشنی کو ایک گھر مل گیا۔

نئے سال کی آمد اور دوسرے تہواروں پر وہاں اب بھی لائین روشن کی جاتی ہیں اور گھروں میں لٹکائی جاتی ہیں۔ جن علاقوں میں تیل آسانی سے نہیں ملتا تھا وہاں لوگ روشنی کے لیے دوسرے ذرائع پر انحصار کرتے تھے۔ پُرانے زمانے کے محل اور قلعے قدیل اور مشعل سے روشن ہوتے تھے۔ یورپ کے محلات میں ایسی ٹوکریاں رکھی جاتی تھیں جن میں آگ جلائی جاتی تھی۔ گھروں کے باہر جانے کے لیے لائین بہت مفید ثابت ہوئی۔ بڑے بڑے شہروں میں خاص مقامات پر آگ کی ٹوکریاں رکھی جانے لگیں تاکہ جو لوگ اندھیرے کے وقت چل پھر رہے ہیں انہیں مشکل نہ ہو۔

شہد کی مکھیوں کے جمع کیے ہوئے موم کو جلا کر روشنی کرنے کا طریقہ قدیم روم کے زمانے میں بھی دریافت ہو چکا تھا، لیکن شمع کا رواج اس وقت عام ہوا جب چربی کی صورت میں موم کا سستا متبادل مل گیا۔ پگھلی ہوئی چربی کی شمعوں کا رواج بہت عرصے تک عام رہا۔ شمع کے عروج کے زمانے میں چراغ بھی جلتا رہا۔ تیل کے دیے اور چراغ آج تک باقی ہیں۔ اٹھارہویں صدی میں چراغ کو ایک نئی شکل اس وقت مل گئی جب اس میں مٹی کا تیل جلا یا جانے لگا۔ بعد میں اس کے چاروں طرف شیشے کی ٹنگی اور بغیر دھوئیں کی بنی لگا دی گئی۔ یوں وہ پہلی مصنوعی روشنی تیار ہوئی جس کا شعلہ خوب روشن تھا اور بغیر کسی بو کے جلتا تھا۔

اٹھارہویں صدی میں گیس لیپ کو فروغ حاصل ہوا۔ ان کا رواج انگلستان میں ہوا۔ نیو یارک شہر کی سڑکوں پر گیس لیپ نصب کر دیے گئے۔ گیس کی روشنی نے دنیا کے بڑے بڑے شہروں کو روشنی کے شہر بنا دیا۔

گیس کا چراغ اس وقت گل ہو گیا جب بجلی کی روشنی دریافت ہو گئی۔ تھامس ایڈیسن نے ایسا بلب ایجاد کیا جو تار کی مدد سے اور شعلے کے بغیر جلتا تھا اور روشنی دیتا تھا۔ بجلی کے بلب کے سامنے چراغ اور لائین سب کی روشنی ماند پڑ گئی۔ گھر اور کارخانے جگمگا اٹھے۔ رات میں دن کا سماں ہو گیا۔ جدھر دیکھیے اجالے ہی اجالے ہیں۔

زیادہ عرصہ نہیں گزرا، سائنس داں جو ابھی تک بہتر روشنی کی تلاش میں سرگرداں ہیں، ایک حیرت انگیز دریافت سامنے لے کر آئے۔ یہ فلورینٹ روشنی ہے۔ Fluorescent شیشے کی سیل بند ٹنگی میں روشنی چھوڑنے والا ایک مادہ ہے جو برقی رو سے منور ہو جاتا ہے اور پھر بہت عرصے تک جل سکتا ہے۔

ایک چھوٹا سا کھٹکا دبانے سے آج کا انسان رات کو دن اور اندھیرے کو اُجالا بنا سکتا ہے۔ تاریکی کو دفع کرنے کے لیے روشنیاں ہی روشنیاں ہیں۔ علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا تھا:

نوشب آفریدی، چراغ آفریدم
(تُو نے رات بنائی، میں نے چراغ بنایا)

یہ چراغ انسان کی تلاش کا ایک کارنامہ ہے۔ چھوٹا سا کھنکا دبا کر آپ جو روشنی بکھیر دیتے ہیں، اس تک پہنچنے میں انسان کو کئی صدیاں لگیں۔ دنیا کے اندھیرے کا خوف پرانے زمانے کے انسان میں اس طرح بیٹھ گیا ہوگا کہ ہم آج بھی خوشی کا اظہار روشنیاں جلا کر کرتے ہیں۔

چولہا

بعض لوگ بہت جلتے ہیں۔ ایسا لگتا ہے کہ جلنا ان کی فطرت ہے۔ ایسے ”جل نکلاؤں“ کو کوئی پسند نہیں کرتا اور نہ ایسے لوگوں کو پسند کیا جاتا ہے جو ذرا ذرا سی بات پر بھڑک اٹھتے ہیں۔ کسی نے کچھ کہہ دیا اور ان کے آگ لگ گئی۔ بھڑک کر شعلہ بن جانے والوں اور جلتے رہنے والوں میں تو بس چولھے کی بات نرمی ہے۔ اس کی آگ سب کو اچھی لگتی ہے۔ چولہا بھی عجیب چیز ہے۔ خود آگ میں جلتا رہتا ہے کہ ہماری بھوک کی آگ بجھا سکے۔

چولھے کا جلنا گھر بار میں برکت کی نشانی سمجھا جاتا ہے۔ پہلے زمانے میں، جس گھر میں چولہا نہیں جلتا تھا تو محطے والے سمجھ جاتے تھے کہ اس گھر کے رہنے والوں پر کوئی مصیبت پڑی ہے جو ان کا چولہا ٹھنڈا ہے۔ چولھے بنانا اور پھر آگ جلانا انسان نے فوراً نہیں سیکھ لیا۔ چولہا جلانے میں کافی وقت لگا۔

انسان کی ابتدائی دریافت اور ایجادوں میں آگ بہت اہم ہے۔ آگ نہ جلتی تو روشنی ہوتی نہ گرمی۔ آگ نے نامعلوم اندھیروں کو دور بھگا کر انسان کا خوف دور کیا اور دنیا کو اس پر مزید واضح کیا۔ آگ کی مدد سے کھانا پکانا شروع کیا، ورنہ اس سے پہلے انسان صرف وہ کھاتا تھا جو پکائے بغیر کھایا جاسکتا تھا۔

آگ جلا کر انسان نے ان غاروں کی سردی کو دور کیا جو اس کا پہلا گھر تھا۔ آگ سے جنگلی جانوروں کو دور رکھنے میں بھی مدد ملتی تھی۔ آگ کے گرد بیٹھ کر کھانا کھاتے ہوئے کسی آدمی کے حصے کا گوشت آگ میں گر گیا ہوگا۔ اُس نے اٹھا کر کھایا ہوگا تو پتا چلا ہوگا کہ آگ میں بھن کر اس کا مزہ بہتر ہو گیا ہے۔ یوں پکانے کی ابتدا ہوئی ہوگی۔

کھلی آگ کو تیز ہوا سے بچانے کے لیے آگ کو ایک خاص جگہ رکھا جاتا اور اس کے چاروں طرف پتھر لگا دیے جاتے۔ یہ آتش دان بن گیا۔ ہزاروں برس تک یہ آتش دان، جس سے چولھے کا کام بھی لیا جاتا، گھر کا مرکز بنا رہا۔ گھر والے اُس کے گرد جمع ہو کر بیٹھتے، اور کوئی دشمن بھی یہاں پہنچ جاتا تو اُس کو مہمان سمجھ کر کھانے میں شریک کر لیا جاتا۔

جن آتش دانوں کے گرد بیٹھ کر جاڑے کی لمبی لمبی راتوں میں سارے گھر والے اکٹھے ہوتے اور قصے کہانیاں سناتے، وہ اب قصہ پارینہ بن گئے۔ آج کل کے گھروں میں سنٹرل ہیٹنگ سے گرمی پہنچتی ہے۔ پہلے لکڑی اور کوئلہ ایندھن کے طور پر استعمال ہوتے تھے۔ اب ان کی جگہ تیل، سوئی گیس اور بجلی نے لے لی ہے اور وہ دن بھی دور نہیں جب یہ سارے کام شمسی توانائی سے لیے جائیں گے۔



آتش دان کے ساتھ ساتھ چولہا بھی ترقی کرتا گیا۔

سب سے پہلا چولہا یوں بنا ہوگا کہ زمین پر ذرا سی صاف جگہ کر کے آگ پر کچھ پکنے کو رکھ دیا گیا ہوگا۔ جب برتن استعمال ہونے لگے تو انہیں جلتی آگ پر رکھ کر یا آتش دان پر ٹکا کر ان میں پکایا جانے لگا۔

ایندھن کے مختلف ذرائع کے ساتھ ساتھ چولہوں کی شکلیں بھی بدلتی رہی ہیں۔ ہمارے ہاں پہلے چولھے میں عام طور پر لکڑی جلائی جاتی تھی اور آگ کو بھڑکانے کے لیے پھونکنی سے پھونکیں ماری جاتی تھیں۔ پھر پتھر کے چولھے عام ہو گئے۔ یہ چولھے بعض مرتبہ پھٹ بھی جاتے ہیں اور لوگوں کو نقصان بھی پہنچا سکتے ہیں۔

روٹی پکانے کے لیے بہت سے معاشروں میں ایک خاص وضع کا چولہا استعمال ہوتا ہے۔ ہمارے ہاں روٹی تندور میں پکتی ہے۔ تندور سے روٹی خوب سنک کر اور سرخ ہو کر نکلتی ہے۔

گیس اور بجلی نے اب چولھے کی کایا پلٹ دی ہے۔ کھانا پکانا اتنا صبر آزما کام نہیں رہا۔ مائیکرو ویو نے کھانے پکانے کو چند لمحوں کی بات بنا دیا ہے۔ چولہا اب بھی جل رہا ہے۔

(ڈاکٹر آصف فرخی)

(ذخیرۃ الفاظ)

۱۔ درج ذیل الفاظ اور محاوروں کے معانی لغت سے تلاش کر کے لکھیے اور انہیں اپنے جملوں میں استعمال کیجیے:

سخت گیر، ابتدا، روز و شب، محدود، فرو، پوریں، مستحکم، لو، انحصار، فروغ، ماند، صبر آزما، کھوکھلی، چراغ گل ہونا، جلنا، بھوک کی آگ بجھانا، چولہا ٹھنڈا ہونا، قصہ پارینہ ہونا۔

(مختصر جواب کے سوالات)

۲۔ درج ذیل سوالات کے مختصر جوابات تحریر کیجیے:

- (i) ابتدا میں روشنی کا واحد ذریعہ کیا تھا؟
- (ii) لائٹن کب اور کن لوگوں نے بنائی تھی؟
- (iii) یورپ کے محلات میں روشنی کے لیے آگ کس چیز میں جلائی جاتی تھی؟
- (iv) شہد کی مکھیوں کے جمع کردہ موم کا مترادف کس صورت میں ملا اور اس سے کیا بنایا گیا؟
- (v) بلب کس نے ایجاد کیا؟
- (vi) آگ کی روشنی سے بلب تک روشنی کے سفر میں کتنا عرصہ لگا؟
- (vii) آگ سے کھانا پکانا شروع ہونے کے بارے میں لکھے گئے جملے مصنف کا اندازہ ہیں یا اس بات کے ٹھوس شواہد موجود ہیں؟

(تفصیلی جواب کے سوالات)

۳۔ درج ذیل سوالات کے تفصیلی جوابات تحریر کیجیے:

- (i) پہلا چراغ کیسا تھا اور اس سے کیا فائدے تھے؟
- (ii) قدیم یونانی اور رومی چراغ جلانے کے لیے کیا استعمال کرتے تھے اور اس کا کیا فائدہ تھا؟
- (iii) لائٹن کے فائدے اور خصوصیات کیا تھیں؟ اب وہ کب استعمال کی جاتی ہیں؟
- (iv) اٹھارہویں صدی میں روشنی کے لیے کس چیز کا فروغ ہوا اور اس سے کیا فائدہ ہوا؟
- (v) بلب سے بہتر کیا چیز دریافت کی گئی ہے جو آج کل استعمال کی جا رہی ہے؟
- (vi) آتش دان سے کیا کام لیے جاتے تھے اور گھروں میں اس کی کیا اہمیت تھی؟
- (vii) کیا آپ سمجھتے ہیں کہ ایجادات ہمارے رہنے سہنے کے طریقے بدلنے میں اہم کردار ادا کرتی ہیں؟ اپنے جواب کی وضاحت کے لیے دو تین مثالیں دیجیے۔

۴۔ اس مضمون کے آغاز میں عام استعمال کی جن ایجادات کا تذکرہ کیا گیا ہے، ان کی فہرست بنائیے۔

(تشریح)

۵۔ ”اس وقت ہر آدمی کو سخت گیر فطرت کے خلاف جدوجہد کرنی پڑتی تھی اور زندہ رہنا اسی جدوجہد کا نام تھا۔“ جنگلوں اور غاروں میں رہنے والے انسان کا تصور کیجیے اور اس جملے کی تشریح کیجیے۔ تشریح کے لیے کم از کم ایک پیراگراف ضروری ہے۔

۶۔ درج ذیل الفاظ کے متضاد تحریر کیجیے:

(i) ابتدا (ii) جدید (iii) مستحکم

(iv) ماند (v) محدود

۷۔ درج ذیل مرکب الفاظ کو مکمل کیجیے: (ایسے مرکب الفاظ جو 'و' لگا کر بنائے جائیں مرکب عطفی کہلاتے ہیں)

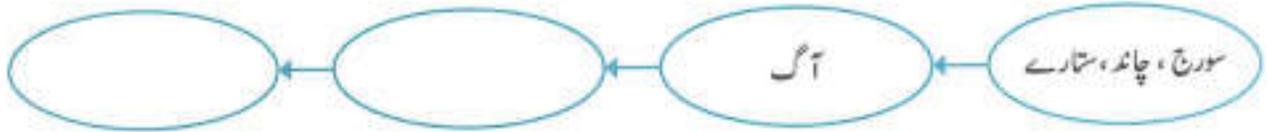
(i) روز و شب (ii) صبح و (iii) اطمینان و

(iv) چارو (v) نقش و

سرگرمیاں:



☆ روشنی کے سفر کو تدریجی نقشے کے ذریعے واضح کیجیے۔



☆ پہلے زمانے کی گھڑیوں کی تصاویر ڈھونڈ کر چپکائیے۔ ان میں بھی زمانے کے لحاظ سے دائیں سے بائیں آگے بڑھنے کا طریقہ اختیار کیجیے۔

انسان اور سائنس

انسان کی عظمت کے گواہ چاند ستارے
 قبضے میں ہیں انسان کے یہ سارے جمادات
 انسان اڑاتا رہا طیارے فضا میں
 ڈالی ہے کند چاند پہ انساں نے زمیں سے
 تخلیق ہے اللہ کی یہ ارض و سماوات
 یہ ریڈیو، ٹی وی، یہ گرائنڈر، یہ کرینیں
 یہ کار، یہ پچھے، یہ سلگتے ہوئے فانوس
 یہ بلب، گھڑی، قلم، یہ آرام کے سماں
 انسان کی عظمت کی سناٹی ہیں کہانی
 انسان نے کیا ایک طرف درو کا درماں
 انساں کے کمالات پہ حیران ہیں سارے
 ظاہر ہوئیں انسان سے دنیا میں کرامات
 راکٹ بھی چلاتا ہے وہی دور خلا میں
 دام اس نے فلک پر بھی ہیں پھیلائے زمیں سے
 انسان کے قبضے میں دیے برق و بخارات
 کمپیوٹر، ریڈار، یہ بجلی کی ٹرینیں
 ہر ایک بشر جن سے ہے اس دور میں مانوس
 ان سب کا موجد ہے فقط حضرت انساں
 سن لیجئے ہر وقت مشینوں کی زبانی
 پیدا بھی اسی نے کیے تخریب کے سماں



جاپان پہ انساں نے گرائے ہیں انٹم بم دو شہر تباہ کر دیے جذبات میں اک دم
 ایجاد کیا حرب کا سامان چمن میں مٹ جائے گی مخلوق ہر اک ، چشم زدن میں
 اک رخ سے فرشتہ ہے اگر حضرت انسان
 رخ دوسرا دیکھیں تو نظر آتا ہے شیطان

(عبدالقادر)

مشق

(ذخیرہ الفاظ)

- ۱۔ درج ذیل الفاظ کے معانی کتاب کے آخر میں دی گئی فرہنگ سے دیکھ کر لکھیے:
 جمادات ، کند ، درماں ، حرب ، چشم زدن ، رخ۔
- ۲۔ نظم کا مرکزی خیال تحریر کیجیے۔
- ۳۔ درج ذیل الفاظ کے متضاد تحریر کیجیے:

..... (iii) زمین

..... (ii) ظاہر

..... (i) عظمت

..... (vi) تخریب

..... (v) آرام

..... (iv) مانوس

۴۔ نظم میں استعمال ہونے والے پانچ قافیے تحریر کیجیے۔

(تشریح)

۵۔ درج ذیل شعر کی تشریح کیجیے:

۔ انساں نے کیا ایک طرف درد کا درماں

پیدا بھی اسی نے کیے تخریب کے ساماں

۶۔ ”مشینیں انسان کے لیے فائدہ مند ہیں۔“ اس جملے کے حق اور مخالفت میں چھ جملے تحریر کیجیے۔

سرگرمی: 

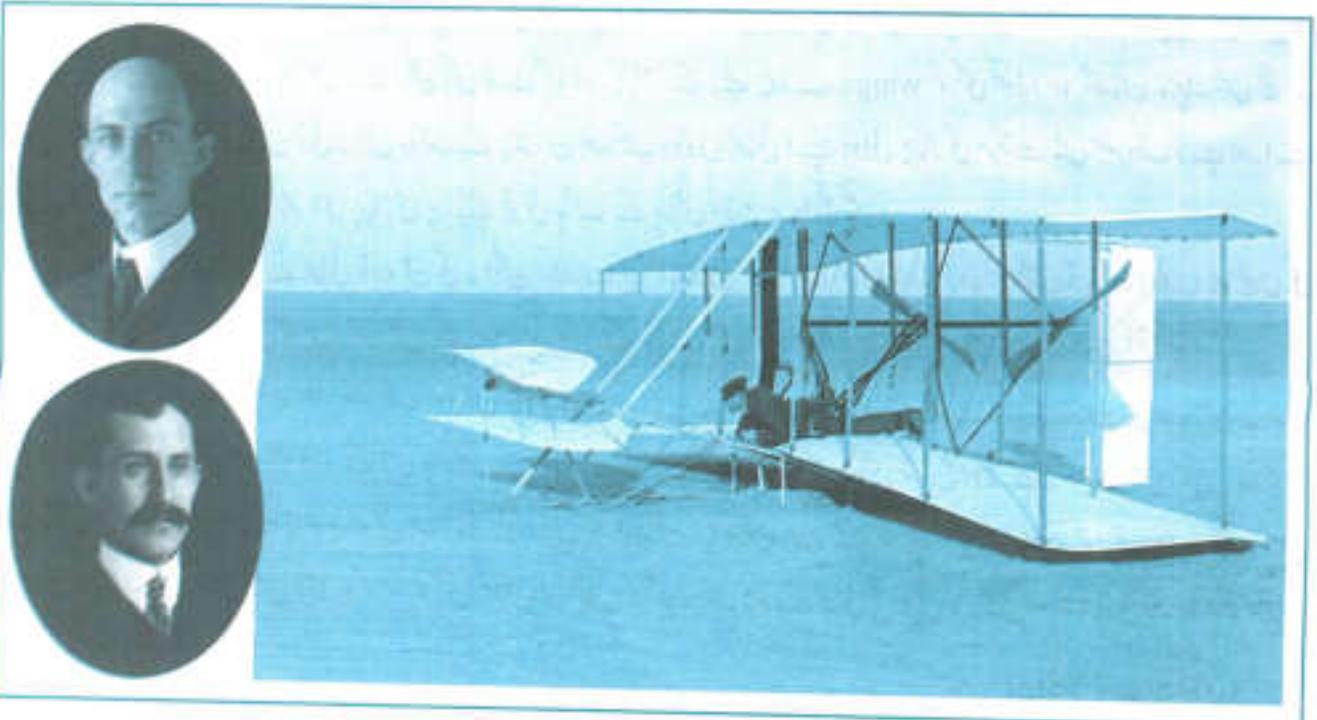
☆ اس نظم میں جن ایجادات کا ذکر ہے ان کی فہرست بنائیے۔ ناموں کے سامنے ان ایجادات کی تصاویر بنائیے یا چپکائیے۔ یہ کام آپ چھوٹے کتابچے کی صورت میں بھی کر سکتے ہیں۔

رائٹ برادران

کہا جاتا ہے کہ کسی زمانے میں یونان میں دو باپ بیٹے رہا کرتا تھے جن کو پرندوں کی طرح پر لگا کر ہوا میں اڑنے کا بہت شوق تھا۔ باپ کا نام دیدالوس (Daedalus) اور بیٹے کا نام اکاروس (Icarus) تھا۔ کہتے ہیں کہ ایک روز انھوں نے موم کے بڑے بڑے پنکھ بنائے اور ان کی مدد سے مزے لے لے کر ہوا میں پرواز کرنے لگے۔ اکاروس کم عمر تھا اور تھوڑا سا بے پروا بھی۔ وہ بے خیالی میں اڑتے اڑتے سورج کے نزدیک پہنچ گیا اور قریب تھا کہ وہ سورج کو اپنے ہاتھوں سے ٹپھولے کہ سورج کی گرمی سے سارا موم پکھل گیا اور اس کے پنکھ جسم سے جدا ہو کر ٹپے گر پڑے۔ ان کے ساتھ ہی اکاروس بھی نیچے آ رہا اور ہمیشہ کے لیے ختم ہو گیا۔

لیکن بچو! یہ تو محض قصے کہانیوں کی بات ہے، سچ سچ تو ایسا ہو نہیں سکتا اور نہ تم اتنے نا سمجھ ہو کہ مصنوعی پروں کے ذریعے ہوا میں پرواز کرنے کی کوشش کرو اور اکاروس کی طرح اپنی جان بھی کھو بیٹھو۔ یوں بھی تمہارے دور میں تو بڑے بڑے ہوائی جہاز ہیں جن میں بیٹھ کر تم جب چاہو دنیا کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک جا سکتے ہو۔ پھر تمہیں کسی بات کا کیا غم۔

لیکن تم نے کبھی یہ بھی سوچا کہ ہوا میں پرواز کرتے ہوئے یہ بڑے بڑے ہوائی جہاز کس طرح ایجاد ہوئے اور کس نے ایجاد کیے۔ میرا خیال ہے کہ تمہیں یہ بات ضرور معلوم ہوگی کہ موجودہ ہوائی جہاز کے بانی اور موجد دو سنگے بھائی تھے، Wilber Wright اور Orville Wright۔ ان کو عام طور پر رائٹ برادران کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ Wilber Wright ۱۸۶۷ء اور Orville Wright ۱۸۷۱ء میں پیدا ہوا تھا۔ گویا ولبر، آرویل سے تقریباً چار سال بڑا تھا۔ پرواز کا شوق دونوں میں بچپن ہی سے تھا۔ ابھی وہ چھوٹے ہی تھے کہ ان کے باپ نے انھیں ہیلی کاپٹر نما ایک کھلونا لاکر دیا جو ان کو بہت پسند آیا۔ کچھ عرصے تک تو وہ اس کھلونے سے کھیلتے رہے اور جب یہ پُرانا ہو گیا تو انھوں نے ویسا ہی ایک کھلونا خود تیار کر ڈالا۔ پرواز کا شوق ان میں جنون کی حد تک تھا۔



آہستہ آہستہ اُن کا یہ شوق اتنا بڑھ گیا کہ ۱۹۰۰ء میں دونوں بھائی بغیر انجن والا ایک بڑا سا گلائڈر بنانے اور اس کے ذریعے پرواز کرنے میں کامیاب ہو گئے۔ گلائڈر خود تو اڑ نہیں سکتا۔ لہذا یہ دونوں اُسے سمندر کے کنارے ایک پہاڑی پر لے جاتے اور باری باری اُس میں بیٹھ کر پہاڑی سے پھسلا کرتے، گلائڈر آہستہ آہستہ ساحل کی نرم ریت پر اتر جاتا اور وہ گرنے یا چوٹ کھانے سے محفوظ رہتے۔ وہ کُل چار مرتبہ گلائڈر میں پرواز کرنے اور محفوظ طریقے سے زمین پر اترنے میں کامیاب ہوئے۔ اس تجربے نے اُن کے حوصلے بلند کر دیے اور وہ ایک ایسا انجن بنانے میں مصروف ہو گئے کہ جس کو گلائڈر میں لگا کر پرواز کرنے کا کام لیا جاسکے۔ مسلسل کوششوں کے بعد وہ ایک ایسا انجن بنانے میں کامیاب ہو گئے جو چھوٹا اور ہلکا ہونے کے علاوہ خاصا طاقتور بھی تھا۔ یہ انجن انھوں نے اپنے ہی بنائے ہوئے ایک بڑے سے گلائڈر میں نصب کیا اور اسے کئی ہاک کے مقام پر لے گئے جو ساحل سمندر پر واقع ایک چھوٹا سا مقام ہے اور ریاست ہائے متحدہ امریکا میں شمال مشرق کی جانب ایک آبائے واقع ہے۔ یہ وہی مقام ہے جہاں یہ دونوں بھائی برسوں سے گلائڈر اڑانے کی مشق کر رہے تھے۔ الغرض جب انجن لگا ہوا ہوائی جہاز تیار ہو گیا تو وہ اُسے پہاڑ پر لے گئے اور لکڑی کے دو پھنوں یا تختوں پر رکھ دیا تاکہ وقت ضرورت اُسے دھکیل کر پہاڑی سے نیچے گرا سکیں۔ اُس وقت تک دن وے وغیرہ کا تو کوئی تصور تھا نہیں۔ بس ہوائی جہاز کو اسی ترکیب سے اڑایا جاسکتا تھا۔ دونوں بھائیوں کا خیال تھا کہ جب وہ ایک بار ہوا میں معلق ہو جائے گا تو خود ہی اپنے انجن کی مدد سے پرواز کرنے لگے گا۔

اب رائٹ برادران کا ہوائی جہاز پہاڑی کے اوپر تھا اور اپنی پہلی پرواز کے لیے بالکل تیار کھڑا تھا لیکن سوال صرف اتنا تھا کہ دونوں بھائیوں میں سے پہلے پرواز پر کون جائے۔ لہذا طے یہ ہوا کہ آپس میں ٹاس کر لیا جائے۔ ٹاس کیا گیا اور ولبر رائٹ یعنی بڑا بھائی جیت گیا۔ وعدے کے مطابق وہ پہلے ہوائی جہاز پر سوار ہوا۔ لیکن اُس کی بد قسمتی کہ جیسے ہی ہوائی جہاز کو نیچے دھکیلا گیا وہ پرواز کیے بغیر ریت پر آ رہا جس سے انجن بھی ٹوٹ گیا اور جہاز کے لمبے چوڑے wings کو بھی تھوڑا سا نقصان پہنچا۔ بس خیر یہ ہوئی کہ ولبر کو کوئی چوٹ نہیں آئی۔ اس واقعہ کے چند دن بعد تک دونوں بھائی اپنے ہوائی جہاز کی مرمت میں مصروف رہے اور اسے ٹھیک ٹھاک کر کے ایک بار پھر اسی پہاڑی پر پہنچے جو کئی ہاک کے ساحلی مقام پر واقع تھی۔

اب باری تھی چھوٹے بھائی آرویل کی۔ انجن اشارت کیا گیا۔ ولبر نے جہاز کو دھکا دیا، وہ ہوا میں آیا اور دونوں بھائیوں کی حیرت کی انتہا نہ رہی کہ ان کا جہاز ہوا میں بلند ہوا، اور ولبر کے سر سے بھی اوپر پرواز کرتا ہوا آرام سے ریت پر اتر گیا۔ حالانکہ یہ پرواز صرف ۱۲ سیکنڈ تک ہوا میں جاری رہی اور اس نے ۱۲۰ فٹ کا فاصلہ طے کیا۔ لیکن ایجادات کی دنیا میں یہ بہت بڑا کارنامہ ہے اور ۱۶ دسمبر ۱۹۰۳ء کے اس واقعے سے ایجادات کی تاریخ کا ایک نیا باب بھی شروع ہوتا ہے۔ ۱۹۱۰ء میں دونوں بھائیوں نے ڈیٹن (Dayton) کے مقام پر ہوائی جہاز بنانے کا ایک کارخانہ تعمیر کیا جہاں وہ ہر مہینے دو جہاز تیار کر لیا کرتے تھے۔ اس کے دو سال بعد ولبر ٹامپفائیڈ کے مرض میں مبتلا ہو کر ۳۰ مئی ۱۹۱۲ء کو انتقال کر گیا۔ جبکہ چھوٹے بھائی آرویل کا انتقال ۳۰ جنوری ۱۹۳۸ء کو ہوا۔

(پروفیسر حسرت اللہ لودھی)

(ذخیرۃ الفاظ)

۱۔ درج ذیل الفاظ کے معانی نعت سے تلاش کر کے لکھیے اور انہیں اپنے جملوں میں استعمال کیجیے:
پتھر، مصنوعی، جنون، نصب، باب، جتلا۔

(کثیر الانتخابی سوالات)

۲۔ مندرجہ ذیل میں سے ہر ایک کے درست جواب کے گرد دائرہ بنا کر خالی جگہ میں لکھیے:

- (i) ولبر رائٹ میں پیدا ہوا تھا۔
(الف) ۱۸۶۷ء (ب) ۱۸۵۷ء (ج) ۱۸۲۶ء
- (ii) آرول رائٹ میں پیدا ہوا تھا۔
(الف) ۱۸۹۶ء (ب) ۱۸۰۳ء (ج) ۱۸۷۱ء
- (iii) رائٹ برادران نے گلائڈر میں نکل مرتبہ کامیاب پرواز کی۔
(الف) دو (ب) چھ (ج) چار
- (iv) رائٹ برادران نے گلائڈر کے تجربات کے لیے کا مقام منتخب کیا، جو ساحل سمندر پر واقع ہے۔
(الف) کٹی ہاک (ب) ڈیشن (ج) نیوجری
- (v) ۱۹۱۰ء میں دونوں بھائیوں نے کے مقام پر ہوائی جہاز بنانے کا کارخانہ لگایا۔
(الف) کٹی ہاک (ب) ڈیشن (ج) نیویورک
- (vi) ولبر کے مرض میں مبتلا ہو کر انتقال کر گیا۔
(الف) ملیریا (ب) ٹی بی (ج) ٹائیفائیڈ

(مختصر جواب کے سوالات)

۳۔ درج ذیل سوالات کے مختصر جوابات تحریر کیجیے:

- (i) یہ کہانی کس کی زبانی بیان کی گئی ہے؟
- (ii) ۱۹۰۰ء میں دونوں بھائی کس بہت اہم کام میں کامیاب ہو گئے؟
- (iii) دونوں بھائیوں نے پہلے پرواز پر جانے کا فیصلہ کیسے کیا؟
- (iv) کون سے بھائی نے پہلی پرواز کی کوشش کی اور اُس کا نتیجہ کیا نکلا؟
- (v) پہلی پرواز کتنی دیر ہوئی اور اُس نے کتنا فاصلہ طے کیا؟

- (vi) جہاز اڑانے میں کامیابی کے بعد رائٹ برادران نے کیا کام شروع کیا؟
 (vii) رائٹ برادران کی جہاز اڑانے کی کوشش کتنے عرصے میں کامیاب ہوئی؟
 (viii) مسلسل کوشش کرتے رہنا اور ناکامی کی پروا نہ کرنا کیا کہلاتا ہے؟ (استقامت، بے وقوفی)

(تفصیلی جواب کے سوالات)

۴۔ درج ذیل سوالات کے تفصیلی جوابات تحریر کیجیے:

- (i) ”پرداز کا شوق دونوں میں بچپن ہی سے تھا۔“ اس جملے کے ثبوت میں پیش کردہ واقعہ اپنے الفاظ میں لکھیے۔
 (ii) ”انسان محنت اور لگن سے کسی کام کو کرنا چاہے تو ایک نہ ایک دن ضرور کامیاب ہوتا ہے۔“ اس جملے کی مثال رائٹ برادران ہیں۔ کوئی سی دو مزید امثال تحریر کیجیے۔ (مثلاً قائد اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے مستقل محنت اور لگن سے پاکستان بنایا۔)
 (iii) رائٹ برادران نے گھائیڈر اڑانے کی مشق کتنا عرصہ کی اور اس کے لیے کون سی جگہ منتخب کی؟ یہ جگہ منتخب کرنے کی وجہ آپ کے خیال میں کیا ہو سکتی ہے؟
 (iv) آپ کے خیال میں جب رائٹ برادران انجن لگا کر جہاز اڑانے کی کوشش کر رہے تھے تو ان میں کیا گفتگو ہوئی ہوگی؟ دونوں بھائیوں کے چار چار مکالمے تحریر کیجیے۔

سرگرمی:



- ☆ اپنی جماعت کو گروپس میں تقسیم کیجیے۔
 ☆ کوئی ایسی چیز ایجاد کرنے کے بارے میں سوچئے جس کی آپ ضرورت محسوس کرتے ہوں۔ مثلاً ہوم ورک کرنے کی مشین، برگر بنانے کی مشین، بوڑھے لوگوں کو چلنے میں مدد دینے والی مشین، چھوٹے بچوں کو ہر وقت مصروف رکھنے والی مشین (تاکہ وہ اپنی اتنی کو کام کرتے وقت تنگ نہ کریں)، ایسا انجکشن جس میں سوئی نہ ہو (تاکہ لگاتے ہوئے تکلیف نہ ہو)، وغیرہ وغیرہ۔
 ☆ تمام خیالات کی فہرست بنا لیجیے۔ ہو سکتا ہے ان میں سے کچھ خیالات آپ کو بچکانہ لگیں، پھر بھی لکھیے۔ بعد ازاں وہ عنوان منتخب کیجیے جو آپ کو زیادہ قابل عمل لگ رہا ہو اور جس کے بارے میں آپ کافی تفصیلات بتا سکیں۔
 ☆ اس ایجاد کی تفصیلات تحریر کیجیے۔
 ☆ یہ کیوں ضروری ہے؟ اس کی افادیت بتائیے۔
 ☆ کیسے بنائی جائے گی؟ کیا کیا چیزیں درکار ہوں گی؟ تصاویر بھی بنائیے۔
 یہ منصوبہ بندی چارٹ پیپر پر کیجیے۔ باری باری ہر گروپ اپنی ایجاد کے متعلق پوسٹر جماعت کو دکھائے اور وضاحت کرے۔
 بعد ازاں جماعت کے سوالات کے جوابات بھی دے۔

مسلمان سائنس دان اور ان کی ایجادات

اسلام نے مسلمانوں میں غور و فکر اور جستجو کا شوق پیدا کیا۔ قرآن مجید میں جگہ جگہ انسان کو ارض و سماوات اور مظاہر فطرت پر غور کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام کے ابتدائی دور میں مسلمانوں میں حصول علم کا شوق پیدا ہوا۔ مسلمانوں نے علوم و فنون کے حصول کے لیے دور دراز کے سفر کیے اور سخت مشقتیں برداشت کیں۔

بہت سے مسلمان خلفا اور بادشاہ اپنی علم دوستی کی بنا پر مشہور ہیں۔ وہ علما اور حکما کو اپنے درباروں میں جمع کرتے اور ان کی سرپرستی کرتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ جب یورپ اور دنیا کے دوسرے خطے جہالت کی تاریکی میں ڈوبے ہوئے تھے، اُمتِ مسلمہ میں سائنس دان نئے نئے علوم سے بہرہ ور ہو رہے تھے، تجربات کر رہے تھے اور اپنے تجربات و مشاہدات پر مبنی کتابیں لکھ رہے تھے۔

مسلمانوں سے پہلے علوم و فنون پر یونانیوں کا اجارہ تھا۔ مسلمانوں اور یونانی سائنس دانوں میں ایک بنیادی فرق یہ تھا کہ مسلمان اپنے مشاہدات کو جب تک تجربے کی کسوٹی پر پرکھ نہ لیتے اسے قانون کا درجہ نہ دیتے جبکہ اس کے برعکس یونانی حکما محض مشاہدے کو کافی سمجھتے تھے۔ وہ دریافتیں کرنے کے لیے تجربے نہ کرتے تھے بلکہ صرف نظریے اور غور و فکر سے نکالے گئے نتائج پر انحصار کرتے تھے۔ مثلاً ارسطو کی دریافت کہ بھاری گولا جلدی گرتا ہے اور ہلکا گولا دیر سے، صرف اُس کے خیال پر مبنی تھی۔ بہت عرصے یہی سمجھا جاتا رہا۔ گیلیلیو نے جب تجربہ کر کے دیکھا تو یہ دریافت غلط نکلی۔

مسلمان اپنی کوئی دریافت پیش کرنے سے پہلے اُسے تجربے کی کسوٹی پر پرکھتے تھے۔ تجرباتی طریقے کو اپنا کر مسلمانوں نے بے شمار ایجادات کیں۔ اُس زمانے میں لفظ سائنس دان استعمال نہیں ہوتا تھا بلکہ ہر وہ عالم فاضل شخص جو اپنے علم میں مہارت رکھتا تھا



”حکیم“ کہلاتا تھا۔ یہ حکما علمِ ہیئت، علمِ کیمیا، علمِ اجسام، علمِ ریاضی، علمِ حیاتیات، علمِ طب اور بہت سے دیگر علوم میں ماہر ہوتے تھے۔ یہ لوگ معاشرے میں بہت عزت و احترام کی نظر سے دیکھے جاتے تھے اور صرف علم حاصل کرنے اور انسانیت کو فائدہ پہنچانے کی ذہن میں لگے رہتے۔ ان لوگوں نے نہ صرف اپنے دور کے لوگوں کو فائدہ پہنچایا بلکہ آنے والی نسلوں کے لیے بھی بے شمار کتابیں تصنیف کیں۔ ان حکیموں کی تعداد ہزاروں میں تھی۔ ایک سو کے لگ بھگ سائنس دانوں کا تذکرہ یورپی مصنفین نے بھی کیا ہے جن میں ابنِ سینا، رازی،

زہراوی، حافظ، خوارزمی، عمر خیام، البیرونی وغیرہ بہت اہم ہیں۔ امریکا کی مشہور یونیورسٹی میساچوسٹس انسٹی ٹیوٹ آف ٹیکنالوجی میں شعبہ کیمیا کی عمارت کی ایک دیوار پر تاریخ کے دس عظیم ترین کیمیا دانوں کے نام کندہ کیے گئے ہیں جن میں جابر بن حیان کا نام بھی شامل ہے۔ اسی طرح اس یونیورسٹی کے شعبہ طبیعیات کی عمارت کی دیوار پر دس عظیم طبیعیات دانوں کے ناموں میں ابن الہیثم کا نام بھی ہے۔

ان حکما کی لکھی ہوئی کتابوں کی تعداد لاکھوں میں ہے۔ سوا لاکھ کتابوں کے قلمی نسخے صرف استنبول (ترکی) کے کتب خانوں میں ہیں۔ اہل یورپ نے ان کتابوں کے ترجمے کرانے کے لیے ”دارالترجم“ قائم کیے۔ اس طرح یہ کتابیں یورپ میں بھی پہنچیں اور وہاں بھی لوگوں میں سائنسی علوم سیکھنے کا شوق ہوا اور انھوں نے مسلمانوں سے یہ علوم حاصل کیے۔ یوں دور جدید کی سائنسی ترقی کی بنیاد مسلمانوں نے رکھی۔ آئیے چند مسلمان سائنس دانوں اور ان کی ایجادات کا احوال پڑھتے ہیں۔

جابر بن حیان

ہائڈروکلورک ایسڈ (تمک کا تیزاب)، نائٹرک ایسڈ (شورے کا تیزاب) اور سلفیورک ایسڈ (گندھک کا تیزاب) کی ایجاد جابر بن حیان نے کی۔ یہ تینوں تیزاب معدنی تیزاب کہلاتے ہیں۔ جابر سے پہلے دنیا صرف نباتی تیزابوں سے واقف تھی جیسے لیموں کا تیزاب وغیرہ۔

جابر کی ایجادات کی فہرست بہت طویل ہے۔ انھوں نے لوہے کو زنگ سے محفوظ رکھنے کے لیے ایک مسالہ ایجاد کیا تھا۔ چمڑے کو رنگنے کا سفوف اور کپڑے کو واٹر پروف کرنے کے لیے ایک وارنش بنائی۔ انھوں نے سونے کے پانی کی روشنائی بنائی جس سے اعلیٰ کتب مثلاً قرآن مجید کی کتابت کی جاتی تھی۔ اس کے علاوہ انھوں نے مختلف کیمیائی تجربات کیے اور ان کے بارے میں کتابیں لکھیں۔ ان میں سے ایک کتاب ”کتاب الموازین“ انگریزی میں ترجمہ ہو کر یورپ میں شائع ہوئی۔

ابن الہیثم

ابن الہیثم کے کارنامے بھی لازوال ہیں۔ انھوں نے طبیعیات نور یعنی روشنی کے علم میں مہارت حاصل کی اور قانون انعکاس اور قانون انعطاف دریافت کیے۔ انھوں نے یہ بھی دریافت کیا کہ روشنی ہمیشہ خط مستقیم میں سفر کرتی ہے اور آواز کی لہروں کے مقابلے میں تیز رفتار ہوتی ہے۔ ابن الہیثم نے بے شمار دلچسپ اور مفید دریافتیں کیں۔ سینکڑوں سال سے لوگ سمجھتے تھے کہ روشنی آنکھ سے نکلتی ہے اور یوں ہمیں نظر آتا ہے۔ انھوں نے تجربات کر کے بتایا کہ باہر کی روشنی آنکھوں میں داخل ہوتی ہے اور ہماری آنکھ کے عدسوں کی مدد سے ذہن میں تصویر بنتی ہے۔ ان ہی دریافتوں کی وجہ سے یورپ میں انھیں ”بابائے بصریات“ کا لقب دیا گیا۔ ان کی کتاب ”کتاب المناظر“ یورپ کی بہت سی یونیورسٹیوں میں پڑھائی جاتی رہی ہے۔

(ذخیرۃ الفاظ)

۱۔ درج ذیل الفاظ کے معانی کتاب کے آخر میں دی گئی فرہنگ سے دیکھ کر لکھیے :
اجارہ ، کندہ ، ثباتی ، انعکاس ، انعطاف ، بصریات۔

(کثیر الانتخابی سوالات)

۲۔ مندرجہ ذیل میں سے ہر ایک کے درست جواب کے گرد دائرہ بنا کر خالی جگہ میں لکھیے :

- (i) اسلام نے مسلمانوں میں اور جستجو کا شوق پیدا کیا۔
(الف) کھیل (ب) غور و فکر (ج) شہرت
- (ii) اسلام کے ابتدائی دور میں یورپ اور دنیا کے دوسرے خطے کی تاریکی میں ڈوبے ہوئے تھے۔
(الف) جہالت (ب) نفرت (ج) بُرائی
- (iii) مسلمانوں سے پہلے علوم و فنون پر کا اجارہ تھا۔
(الف) ایرانیوں (ب) مصریوں (ج) یونانیوں
- (iv) قدیم دور میں عالم فاضل شخص کے لیے کا لفظ استعمال ہوتا تھا۔
(الف) پروفیسر (ب) ڈاکٹر (ج) حکیم
- (v) حیاتیات ، کیمیا اور علم طبیعیات کے نام ہیں۔
(الف) ممالک (ب) علوم (ج) تجربات
- (vi) جابر بن حیان نے لوہے کو سے محفوظ رکھنے کے لیے ایک مسالہ بھی ایجاد کیا۔
(الف) کیڑوں (ب) پانی (ج) زنگ
- (vii) ابن الہیثم نے طبیعیات نور یعنی میں مہارت حاصل کی۔
(الف) روشنی کے علم (ب) دواؤں کے علم (ج) کیمیا
- (viii) ابن الہیثم کی کتاب یورپ کی بہت سی یونیورسٹیوں میں پڑھائی جاتی رہی ہے۔
(الف) کتاب الفقد (ب) کتاب الحکمہ (ج) کتاب المناظر

(مختصر جوابات کے سوالات)

۳۔ درج ذیل سوالات کے مختصر جوابات تحریر کیجیے :

- (i) مسلمان خلفا اور بادشاہ کی علم دوستی کا ثبوت کس بات سے ملتا ہے؟
- (ii) مسلمانوں اور یونانیوں کے طریقہ تحقیق و علم میں بنیادی فرق کیا تھا؟
- (iii) امریکا کی کس یونیورسٹی کی دیوار پر ابن ابیہشم اور جابر بن حیان کے نام کندہ ہیں؟
- (iv) مسلمان حکما کی لکھی ہوئی کتابوں کی تعداد کا اندازہ کیا لگایا گیا ہے؟
- (iv) قلمی نسخے سے کیا مراد ہے؟
- (vi) جابر بن حیان کی کچھ ایجادات کے نام لکھیے۔
- (vii) ابن ابیہشم نے کیا دریافت کیا اور انھیں کیا لقب دیا گیا؟

۴۔ درج ذیل الفاظ کو اپنے جملوں میں استعمال کیجیے :

غور و فکر، جستجو، برداشت، بہرہ ور، ترجمہ، سفر، سائنسی ترقی۔

۵۔ عربی قاعدے سے جمع بنائیے :

جمع	الفاظ	جمع	الفاظ	جمع	الفاظ
.....	عزم	تحفہ	نتائج	نتیجہ
.....	ضمیر	خزانہ	شرط
.....	مسئلہ	جزیرہ	حقیقت

۶۔ درج ذیل الفاظ کی مدد سے مرکب جملے بنائیے :

البتہ، بلکہ، ورنہ، تاہم، لیکن، اگر، کیونکہ، چونکہ، جوں ہی، ابھی۔

مثلاً، تاکہ: ابھی سے محنت کرو تاکہ بعد میں پچھتانا نہ پڑے۔

۷۔ 'نا' اور 'نہ' کا استعمال کرتے ہوئے پانچ جملوں میں 'نا' اور پانچ جملوں میں 'نہ' استعمال کیجیے۔

امثال: • پاکستان کی ہار ناممکن تھی۔

• پاکستان کا ہار ناممکن نہ تھا۔

• نہ جانے احمد کب واپس آئے گا۔

• نامعلوم افراد نے بس کو نقصان پہنچایا۔

میری یادداشت

۱۔ آئیے ایجادات کے بارے میں معلوماتی مقابلہ کریں۔ ان معلومات کے سوالات بنائیے اور مقابلہ کیجیے۔

☆ دنیا کی سب سے پہلی ایجاد پھیرہ ہے۔

☆ 'پین' (جس سے کاغذوں کو نتھی کرنے کا کام لیا جاتا ہے) بنانے کی مشین ایک امریکی نے ۱۸۲۳ء میں بنائی۔ ہندوستان پر انگریزوں کی حکومت کے زمانے میں دفنوں میں اس مقصد کے لیے بول (کیکر) کے کانٹے خریدے جاتے تھے۔

☆ لوئی پاپچر (۱۸۶۱ء) نے ہوا میں جراثیم کی موجودگی ثابت کی اور بتایا کہ مختلف جراثیم ہوا کے ذریعے بیماریاں پھیلاتے ہیں۔ لوئی پاپچر نے غذا کو جراثیم سے محفوظ رکھنے کا طریقہ بھی دریافت کیا جو اب تمام ترقی یافتہ ممالک میں استعمال کیا جاتا ہے۔

☆ دنیا کی پہلی موٹر کار ایک فرانسیسی نے ۱۷۶۹ء میں بنائی تھی۔ اس میں تین پیسے تھے اور اس کا انجن بھاپ سے چلتا تھا۔

☆ آج کے دور کی اہم ترین اور مفید ایجاد کمپیوٹر ہے۔ کمپیوٹر بنانے کی شروعات ۱۹۳۲ء میں ہوئی جب ایک فرانسیسی سائنس دان نے ایسی مشین بنائی جس سے جمع، تفریق، ضرب، تقسیم آسانی سے ہو جاتی تھی۔ بعد میں مزید ترقی ہوتی گئی۔ ۱۹۳۸ء تک بنائے جانے والے کمپیوٹر اتنے بڑے ہوتے تھے کہ انھیں رکھنے کے لیے ایک بڑے ہال کی ضرورت پڑتی تھی۔ ۱۹۵۸ء میں ایک امریکی انجینئر نے "سلیکون" نامی دھات سے "سلیکون چپس" تیار کیے۔ ۱۹۷۱ء میں یہ ممکن ہو گیا کہ تمام برقیاتی پرزوں کو ایک چپ میں رکھ دیا جائے۔ اس طرح کمپیوٹر کا حجم بہت کم ہو گیا اور کام کی صلاحیت بہت بڑھ گئی۔

۲۔ درج ذیل "ایجادات اور موجد" فہرست پڑھیے۔ کتب خانے، اخبارات، رسائل اور انٹرنیٹ کی مدد سے دیگر ایجادات کے موجدوں کے نام تلاش کیجیے اور جانے کہ کس ملک کے لوگوں نے سب سے زیادہ ایجادات کی ہیں۔ پہلے، دوسرے اور تیسرے نمبر پر آنے والے ملکوں کے نام بتائیے۔

ایجادات	موجد	شہریت
آب دوز	ڈیوڈ ہشل	امریکا
بیرو میٹر	ٹورچلی	اطلی
بال پوائنٹ پین	بیرو لاسلو جوزف	ہنگری
بلب	تھامس ایڈیسن	امریکا
بھاپ کا انجن	جیمز واٹ	اسکاٹ لینڈ
پستول	سیموئل کولٹ	امریکا
پرنٹنگ پریس	گٹن برگ	جرمنی

☆ سوچیے اس فہرست میں پاکستان کا نام کیوں نہیں ہے؟ آپ کے خیال میں کیا وجہ ہے؟ تین وجوہات لکھیے۔

☆ دی گئی معلومات کے علاوہ مزید معلومات جمع کیجیے۔ ان کے متعلق سوالات بنا کر یادداشت کا مقابلہ کونز کی صورت میں کیجیے۔

☆ ایسے الفاظ جو ہم آواز ہوں مگر ان کے معنی اور اہل مختلف ہوں، متشابہ الفاظ کہلاتے ہیں۔

ہمیشہ آواز	سدا صدا	حمایت کرنے والا ذمہ لینا	حامی ہامی (بھرتا)
دل کتا	قلب کلب	ایک قوم کا نام صبح کی ہوا	سبا صبا
ندی نالا رونا، فریاد	نالا نالہ	بھاؤ، نرغ اسلامی قانون	شرح شرع
زمین میں چلانے کا آلہ گھولنا، سوال حل کرنا	کھل حل	باریکی، اشارہ صفر، مرکز، حرف میں استعمال ہونے والے نقطے	کلتہ نقطہ
گاڑنا، قائم کرنا نسل، خاندان	نصب نسب	منت، تحفہ پینائی، دیکھنے کی حس	نذر نظر
پچھے، آخر ہوا	بعد باد	پرندہ کچھ	باز بعض

☆ قوسین میں سے درست لفظ منتخب کر کے خالی جگہیں پُر کیجیے:

- (i) بشیر نے عبد اللہ کا کام کرنے کی..... بھری۔ (ہامی، حامی)
- (ii) ملکہ بلقیس، قوم..... کی حکمران تھی۔ (صبا، سبا)
- (iii) ہر مسلمان کے لیے ضروری ہے کہ وہ..... کو اختیار کرے۔ (شرح، شرع)
- (iv) مرزا ہر بات سے ایک نیا..... نکال لیتے تھے۔ (نقطہ، کلتہ)
- (v) مریم کی..... کمزور ہونے کی وجہ سے اُسے عینک لگانی پڑی۔ (نذر، نظر)
- (vi)..... لوگ بہت جلدی غصے میں آجاتے ہیں۔ (باز، بعض)
- (vii) اللہ تعالیٰ تمہیں..... خوش رکھے۔ (سدا، صدا)
- (viii)..... نرم ہوں تو نصیحت قبول کرتے ہیں۔ (کلب، قلب)
- (ix) مجھ سے بوڑھی خاتون کا..... سنا نہ گیا۔ (نالا، نالہ)
- (x) اپنے..... پر اترنے سے بہتر ہے کہ اعمال اچھے کیے جائیں۔ (نسب، نصب)

مترادف الفاظ

☆ درج ذیل الفاظ کو اُن کے مترادف کے سامنے لکھیے :

غم ، کوشش ، چوڑا ، آسان ، آرزو ، دشمن ، اصول ، دوست ، سکون ، ظالم ، طاقت ، فراخ۔

.....	خواہش	عریض	افسوس
.....	حریف	جدوجہد	سہل
.....	آرام	ساتھی	قانون
.....	کشادہ	قوت	جابر

☆ خط کشیدہ الفاظ کے مترادف الفاظ لغت سے دیکھ کر ان الفاظ کی جگہ استعمال کرتے ہوئے یہ عبارت اپنی کاپی میں خوشخط تحریر کیجیے۔

صرف ایک کا دوست

ایک روز ملا نصیر الدین جنگل سے گزر رہے تھے۔ اچانک اُنہوں نے دیکھا کہ چند آدمی ایک درخت کے نیچے بیٹھے کھانا کھا رہے ہیں۔ ملا کو سخت بھوک لگ رہی تھی۔ چنانچہ بلا تعارف اور اجازت دسترخوان پر بیٹھ گئے اور بڑی تسلی سے کھانا شروع کر دیا۔ وہ لوگ ملا کی اس جرات کو حیرت سے ٹکنے لگے۔ پھر ایک دوسرے کی طرف دیکھ کر جب مکمل اطمینان کر چکے کہ اُن میں سے ملا کسی سے بھی واقف نہیں ہیں تو اُن میں سے ایک نے ملا کو مخاطب کرنے کی جرات کی اور پوچھا: ”آپ ہم میں سے کس کے دوست ہیں؟“

”صرف ایک کے۔“ ملا نے منہ میں ایک بہت بڑا لقمہ ڈالتے ہوئے جواب دیا۔

”کس کے؟“ اُس نے دوسرا سوال کیا۔

”اس کے۔“ ملا نے کھانے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے جواب دیا۔

☆ خلاصہ نگاری کے لیے مترادفات استعمال کیے جاتے ہیں۔

مثال: قاسم کسی سے نہیں ڈرتا۔

اختصار: قاسم نڈر ہے۔

☆ ان الفاظ کے معنی دیکھیے اور نیچے دیے گئے جملوں کو مختصر کیجیے: (گم نام، اُن پڑھ، مصور)

(i) میرے پاس ایک ایسا خط آیا جس پر بھیجنے والے کا نام پتہ نہیں تھا۔

(ii) ہمارے معاشرے میں ایسے لوگ بہت ہیں جو پڑھے لکھے نہیں ہیں۔

(iii) تصویر بنانے والے نے مجھے سامنے بٹھا کر تھوڑی دیر میں میری تصویر بنا دی۔

اسم معرفہ کی اقسام

خطاب ، لقب ، تخلص وغیرہ اسم معرفہ کی اقسام ہیں۔

خطاب

ایسے اعزازی نام جو حکومت یا قوم کی طرف سے اعلیٰ خدمات انجام دینے پر دیے جاتے ہیں۔
مثلاً: سر محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ ، بابائے اردو مولوی عبدالحق ، قائد اعظم محمد علی جناح رحمۃ اللہ علیہ ، وغیرہ۔

لقب

ایسے الفاظ جو کسی کی ذاتی خوبیوں کو بیان کرتے ہوں لقب کہلاتے ہیں۔
مثلاً: ابراہیم علیہ السلام ظلیل اللہ (اللہ کے دوست) ، حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسد اللہ (شیر خدا) ، حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سیف اللہ (اللہ کی تلوار) وغیرہ

تخلص

تخلص وہ چھوٹا سا نام ہوتا ہے جو شاعر شعروں میں استعمال کرنے کے لیے رکھ لیتے ہیں۔ شاعر اپنے نام کے کسی حصے یا اپنی مرضی کے نام کو تخلص بنا لیتے ہیں۔

مثلاً: علامہ محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ کا تخلص اقبال تھا۔ تخلص پر لگائی جانے والی علامت ”۔“ ہے تاکہ شعر میں پہچان ہو سکے۔

۔ نقلی تو لب اقبال سے ہے کیا جانے کس کی ہے یہ صدا

پیغام سکوں پہنچا بھی گئی ، دل محفل کا ترپا بھی گئی

☆ خطاب ، لقب اور تخلص کی تین تین مثالیں لکھیے۔

۱۔ خطاب :

۲۔ لقب :

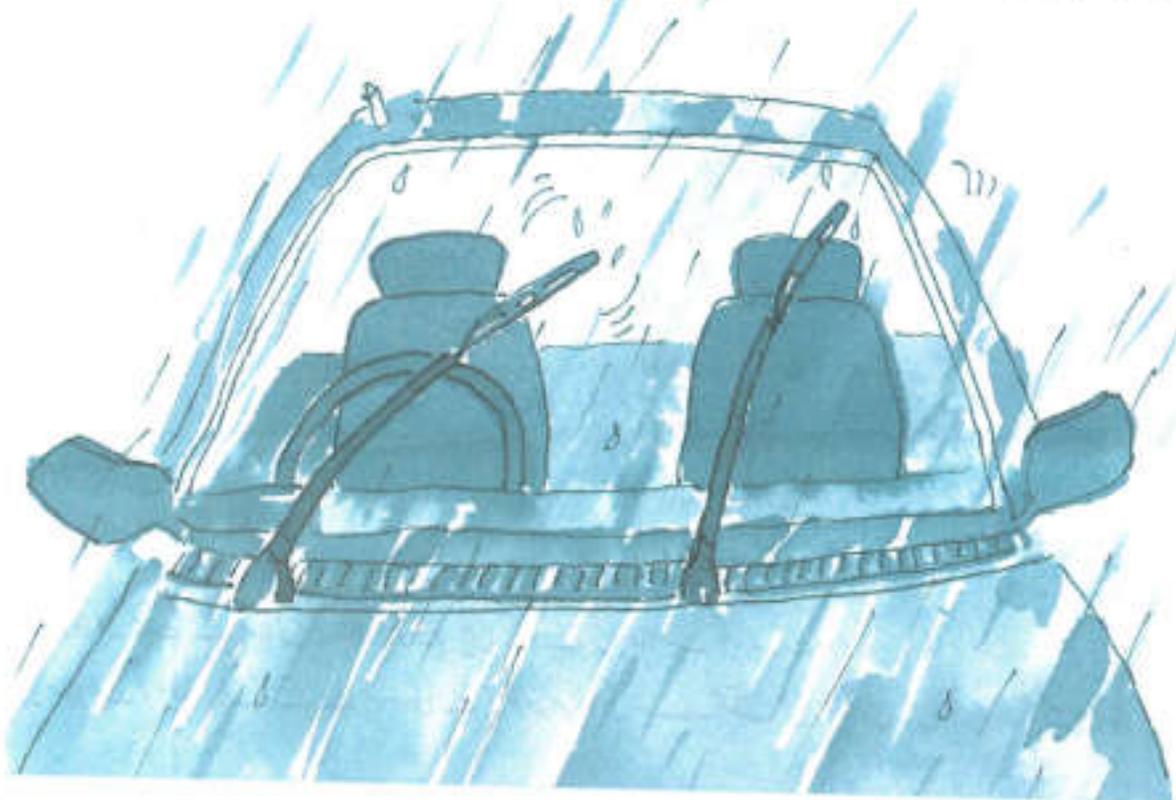
۳۔ تخلص :

موٹر کار میں ڈرائیور کی سیٹ کے سامنے ہوا اور بارش وغیرہ سے بچنے کے لیے ایک شیشہ لگا ہوتا ہے۔ انگریزی میں اسے ”ونڈ اسکرین“ کہتے ہیں۔ بارش، گرد و غبار یا برف سے یہ شیشہ دھندلا جائے تو ڈرائیور کو راستہ صاف نظر نہیں آتا نتیجتاً حادثہ بھی ہو سکتا ہے۔ ونڈ اسکرین کو صاف کرنے کے لیے شیشے کے نیچے دونوں جانب ربر اور لوہے کی دو لمبی ڈنڈیاں لگی ہوتی ہیں جنہیں واپر کہتے ہیں۔

۱۹۰۲ء میں امریکا کی ریاست الہاما کی ایک خاتون میری اینڈرسن اپنی کار میں نیویارک جا رہی تھی کہ راستے میں بارش ہو گئی۔ ان دنوں ایسی صورت حال میں ڈرائیور کو نیچے اتر کر بار بار شیشہ صاف کرنا پڑتا تھا۔ میری کو بھی یہی کرنا پڑا جس کے نتیجے میں وہ نہ صرف بھیگ گئی بلکہ اسے ٹھنڈ بھی لگ گئی۔

گھر آ کر وہ سوچتی رہی کہ ایسی کیا ترکیب ہو جس سے ڈرائیور گاڑی کے اندر ہی بیٹھا رہے اور شیشہ صاف ہوتا رہے۔ سوچتے سوچتے اس نے ایک کانڈ پر اپنے خیالات لکھنے شروع کر دیے، کچھ خاکے بنائے۔ ان میں سے ایک خاکہ اُسے مناسب محسوس ہوا جس پر اُس نے مزید سوچا اور اُسے بہتر بنایا۔ وہ یہ خاکہ لے کر لوہار کے پاس گئی۔ اسے خاکہ دکھا کر دو واپر بنوائے اور انہیں گاڑی کے شیشے کے باہر کی جانب لگوایا جس کا ہینڈل اندر تھا۔ ڈرائیور اندر سے ہینڈل گھما کر شیشہ صاف کر سکتا تھا۔

میری نے اس ایجاد کو حکومت سے پیٹنٹ کروایا (یعنی اس کی اجازت کے بغیر کوئی شخص اس طرح کے واپر بنا کر فروخت نہیں کرے گا)۔ چند سالوں میں یہ واپر پورے ملک میں بکنے لگے اور ان میں بیٹری کا اضافہ بھی کر دیا گیا یعنی اب یہ بیٹری سے چلنے لگے۔ اپنی اس ایجاد کی بدولت اُس نے نہ صرف لوگوں کو فائدہ پہنچایا بلکہ وہ خود بھی دولت مند ہو گئی۔



- ۱۔ واٹر کس نے ایجاد کیا؟
- ۲۔ واٹر کی موجد کہاں رہتی تھی؟
- ۳۔ واٹر کی ایجاد کس مسئلے کا حل ڈھونڈنے کے نتیجے میں ہوئی؟ واقعہ تحریر کیجیے۔
- ۴۔ واٹر کس سنہ میں ایجاد ہوا؟
- ۵۔ کاغذ پر خیالات لکھنے اور خاکے بنانے سے واٹر کی موجد کو کیا مدد ملی؟
- ۶۔ میری اینڈرسن واٹر کا خاکہ لے کر کس کے پاس گئی؟
- ۷۔ ابتدا میں واٹر کیسے چلائے جاتے تھے؟
- ۸۔ میری اینڈرسن نے اپنی ایجاد کو پیش کیا کیوں کرایا؟
- ۹۔ واٹر کی ایجاد سے موجد کو کیا فائدہ ہوا؟
- ۱۰۔ اس تقسیم میں حادثات کی ایک وجہ گاڑی کی ونڈ اسکرین کا ڈھنڈلا ہونا بتایا گیا ہے۔ حادثات کی بہت سی اور وجوہات بھی ہوتی ہیں۔ کم از کم پانچ تحریر کیجیے۔
- ۱۱۔ واٹر کی موجد اپنا بنایا ہوا خاکہ لے کر لوہار کے پاس گئی۔ لوہار لوہے کا کام کرتا ہے۔ ذیل میں مختلف کام کرنے والوں کے نام دیے گئے ہیں۔ ان کے سامنے ان کے کام تحریر کیجیے۔ (نفت سے مدد لی جاسکتی ہے)

.....	(ii) تاجر	(i) معالج
.....	(iv) محافظ	(iii) فوجی
.....	(vi) معلم	(v) چوکیدار
.....	(viii) سار	(vii) ہوا باز
.....	(x) بڑھی	(ix) کھار
.....	(xii) کسان	(xi) رنگریز
.....	(xiv) حجام	(xiii) باورچی
.....	(xvi) رہزن	(xv) گورکن
.....	(xviii) خاکروب	(xvii) بزاز

ہم روزانہ بہت سے مسائل کا شکار ہوتے ہیں۔ سوچنے کی صلاحیت کی بدولت ہم تقریباً تمام مشکلات پر قابو پاسکتے ہیں۔ سوچنے کی صلاحیت کو مفید بنانے کے لیے ضروری ہے کہ توجہ مرکوز کی جائے۔ مختلف حل جو ذہن میں آئیں، انہیں کاغذ پر یا ڈائری

میں لکھا جائے۔ سب سے زیادہ قابل عمل حل کو مرحلہ وار تقسیم کیا جائے، عمل درآمد استقامت سے کیا جائے۔ ناکامی کی صورت میں دوسرے حل آزمائے جائیں۔

یہ نثر پارہ دوبارہ پڑھیے اور سوچنے سے واپس بنانے تک کے مراحل نمبر وار لکھیے۔

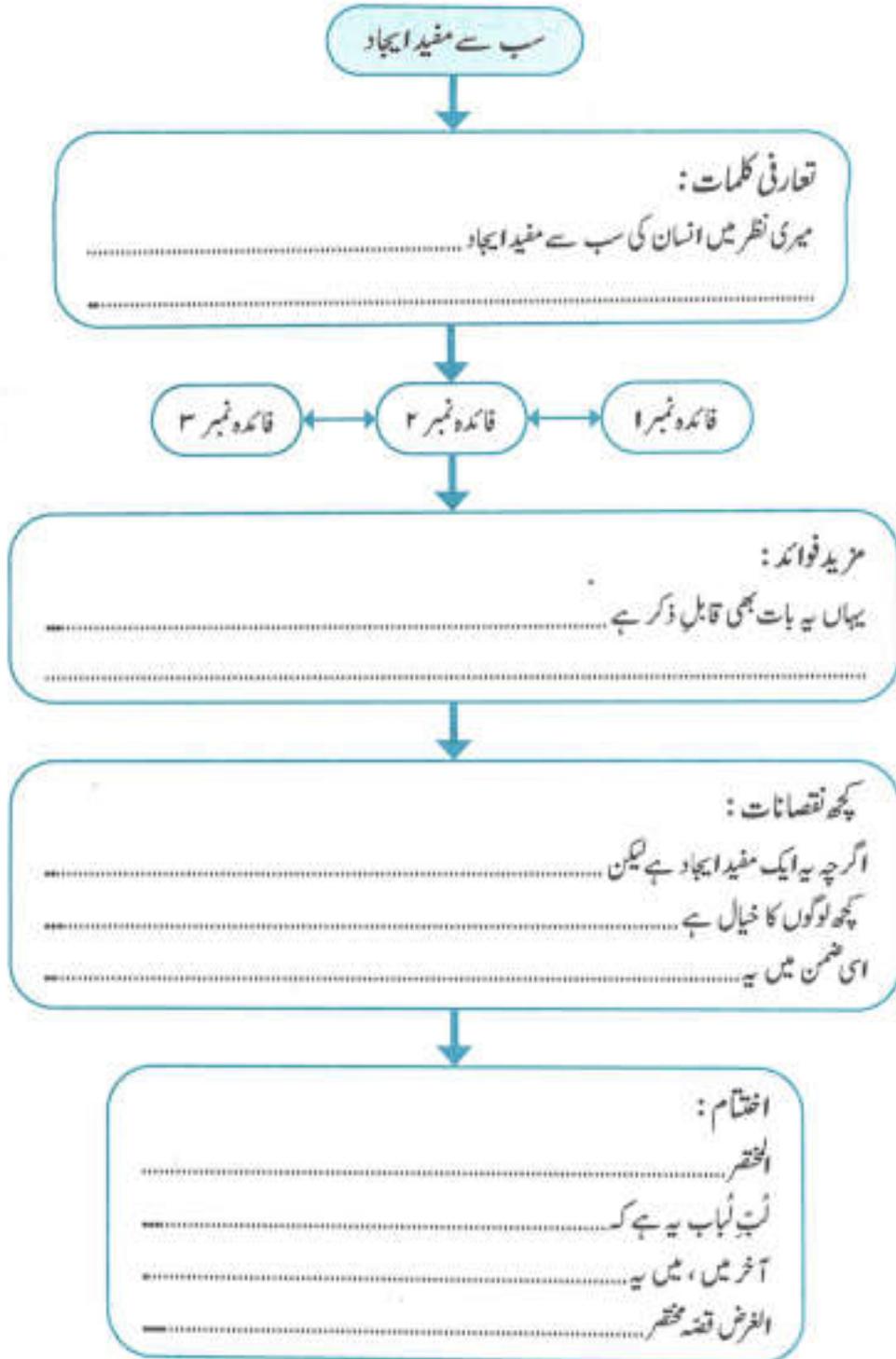
☆ کسی مسئلے کے حل کے لیے مندرجہ ذیل مراحل ہوتے ہیں:

- مسئلہ پہچاننا۔ (اصل میں کیا مشکل ہو رہی ہے)
- مختلف حل سوچ کر کسی ایک نتیجے پر پہنچنا یا ایک سے زیادہ حل دریافت کرنا۔
- اس کے لیے عمل کا خاکہ بنانا۔ (تصور کرنا بہت ضروری ہے)
- ضروری مراحل کو ترتیب وار کرنا۔
- پہلے مرحلے سے کام شروع کرنا اور ترتیب وار کرتے چلے جانا۔ (یہ ترتیب ضرورت کے تحت بدلی بھی جاسکتی ہے)
- آخری مرحلے پر کام کرنے کے بعد پورے کام کا جائزہ لے کر ضروری رد و بدل کرنا اور نقص دور کرنا۔

سرگرمی: 

☆ اپنے ارد گرد کے ماحول سے کوئی مسئلہ منتخب کیجیے مثلاً آپ کا اسکول وقت پر نہ پہنچ پانا، کسی مضمون میں کم نمبر آنا، گلی میں پانی جمع ہو جانا وغیرہ، اور اس کا حل اوپر بیان کردہ مراحل ہی میں لکھیے۔

- مسئلہ
- حل نمبر ۱
- حل نمبر ۲
- حل نمبر ۳
- کس حل پر عمل کریں گے اور کیسے
-
-



☆ دیے گئے طریقے کی مدد سے "سائنس رحمت بھی ہے اور زحمت بھی" کے عنوان سے مضمون تحریر کیجیے۔

تعارف

لُفت میں احساس کے معنی ہیں ”حواسِ خمسہ میں سے کسی حس کے ذریعے کچھ معلوم ہونا۔“
حواسِ خمسہ کا مطلب ہے پانچ حسیں۔ ”خمسہ“ عربی گنتی میں پانچ کو کہتے ہیں جبکہ ”حواس“ حس کی جمع ہے۔

☆ حواسِ خمسہ یعنی پانچ حسیں یہ ہیں:

- | | |
|--------------|-------------------------|
| ۱۔ حسِ لامسہ | چھو کر محسوس کرنے کی حس |
| ۲۔ حسِ باصرہ | دیکھنے کی حس |
| ۳۔ حسِ سامعہ | سننے کی حس |
| ۴۔ حسِ شامہ | سوگھنے کی حس |
| ۵۔ حسِ ذائقہ | چکھنے کی حس |



ان تمام حیات کی وجہ سے ہماری زندگی پر لُطف ہوتی ہے۔
کسی بھی ایک حس سے محرومی انسان کو مشکلات کا شکار کر دیتی
ہے۔ کیا کبھی ہم نے ان نعمتوں کے لیے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا ہے؟
آئیے اللہ کا شکر ادا کریں اور ان حیات کے اظہار کے لیے استعمال ہونے والے الفاظ کی فہرست بنائیں۔

حسِ باصرہ	حسِ لامسہ	حسِ شامہ	حسِ ذائقہ	حسِ سامعہ
۱۔ رنگ	۱۔ سخت	۱۔ بھیننی	۱۔ تلخ	۱۔ چڑیوں کی چچھاہٹ
۲۔ اشکال	۲۔ لچلچا	۲۔ سوندھی	۲۔ میٹھا	۲۔ شیر کی دہاڑ
۳۔	۳۔	۳۔	۳۔	۳۔
۴۔	۴۔	۴۔	۴۔	۴۔
۵۔	۵۔	۵۔	۵۔	۵۔
۶۔	۶۔	۶۔	۶۔	۶۔
۷۔	۷۔	۷۔	۷۔	۷۔

والدہ مرحومہ کی یاد میں

اپنی والدہ کی وفات پر کہی گئی علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ کی یہ نظم شدید غم کے احساسات کی ترجمانی کرتی ہے۔ اقبال کو ان کی والدہ 'بالی' کہہ کر پکارتی تھیں۔ بقول اقبال "جب میں ان سے ملنے سیالکوٹ جاتا تو وہ خوشی سے کہتیں 'میرا بالی آ گیا!' اور میں اپنے آپ کو چھوٹا سا بچہ محسوس کرنے لگتا۔"

کس کو اب ہو گا وطن میں آہ! میرا انتظار
 کون میرا غم نہ آنے سے رہے گا بے قرار
 خاکِ مرقد پر تری لے کر یہ فریاد آؤں گا
 اب دعائے نیم شب میں کس کو میں یاد آؤں گا
 تربیت سے تیری میں انجم کا ہم قسمت ہوا
 گھرِ برے اجداد کا سرمایہ عزت ہوا
 دفترِ ہستی میں تھی زریں ورق تیری حیات
 تھی سراپا دین و دنیا کا سبق تیری حیات
 عمر بھر تیری محبت میری خدمت گر رہی
 میں تری خدمت کے قابل جب ہوا، تو چل بسی
 مثل ایوانِ سحر مرقدِ فروزاں ہو ترا
 نور سے معمور یہ خاکی شبستاں ہو ترا
 آسماں تیری لہد پر شبنم افشانی کرے
 سبزہٴ نور سے اس گھر کی نگہبانی کرے

- ☆ کسی کی وفات پر کہی گئی نظم مرثیہ کہلاتی ہے۔
- ☆ علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ کے اشعار یاد کر کے جماعت میں مقابلہ کیجیے۔
- ☆ نظم کے پسندیدہ اشعار اپنی بیاض میں نقل کیجیے۔

تعارف

مرزا ادیب ۳ اپریل ۱۹۱۳ء کو لاہور میں پیدا ہوئے۔ آپ کا اصل نام سید دلاور حسین علی تھا۔ گورنمنٹ اسلامیہ ہائی اسکول لاہور میں ابتدائی تعلیم حاصل کرنے کے بعد اسلامیہ کالج لاہور سے بی اے کی سند لی۔ ابتدا میں آپ کا رجحان شاعری کی طرف رہا، لیکن بعد ازاں آپ ڈراما نگاری اور افسانہ نویسی کی طرف آگئے۔ آپ ”ادب لطیف“ اور دیگر کئی میگزینوں کے ایڈیٹر بھی رہے۔ مرزا ادیب کو ۱۹۳۹ء میں صدارتی ایوارڈ اور ۱۹۸۱ء میں تمغہ شہنشاہی کارکردگی سے نوازا گیا۔ ۳۱ جولائی ۱۹۹۹ء کو آپ کا انتقال ہوا۔

یہ خبر ہر جگہ پھیل گئی تھی کہ چند روز تک اُس درخت کو کاٹ دیا جائے گا جو نہ صرف بڑا پُرانا تھا بلکہ بڑا گھمبیر تھا۔ قصبے کا بوڑھے سے بوڑھا آدمی بھی اُس درخت کی عمر نہیں بتا سکتا تھا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ بڑے بوڑھوں نے بھی اپنے بچپن میں اُسے اسی حالت میں دیکھا تھا جس میں ستر، اسی بلکہ اس سے بھی زیادہ عمر میں دیکھ رہے تھے اور کسی کو بھی کبھی یہ گمان نہیں ہو سکتا تھا کہ قصبے کا یہ سب سے پُرانا درخت ایک ڈیڑھ ہفتے کے بعد اس جگہ موجود نہیں ہو گا جہاں اُسے بڑی لمبی مدت سے دیکھا جا رہا تھا۔

قصبے کا انتظام کرنے والی کمیٹی درخت کی جگہ پر اور اُس کے ارد گرد دفنوں کے لیے کئی عمارتیں بنانے کا ارادہ کر چکی تھی اور یہ عمارت سازی کا کام درخت کے کٹ جانے کے بعد ہی شروع کیا جا سکتا تھا۔

ویسے تو اس خبر سے اکثر لوگوں کو افسوس ہوا تھا مگر عمران اور اس کے ساتھی بڑے اُداس ہو گئے تھے۔ خاص طور پر عمران کی تو آنکھوں میں آنسو بھی آگئے تھے۔ وہ قریب قریب ہر روز شام کے وقت اس درخت کے نیچے جا کر یا تو اپنے دوستوں کے ساتھ کھیلتا رہتا تھا یا کوئی کتاب پڑھتا رہتا تھا۔ جس روز وہاں نہیں جا سکتا تھا اُسے دکھ ہوتا تھا۔ اُسے درخت سے ایسی محبت ہو گئی تھی جیسے یہ درخت نہیں، اُس کا اپنا ساتھی ہے جس کے بغیر اُسے اطمینان ہی نہیں ملتا۔

جب عمران کے چچا نے اُس کو روتے ہوئے پایا تو بڑے پیار سے بولے:

”دیکھو عمران! پُرانی چیزیں ختم ہو جاتی ہیں اور اُن کے بجائے نئی چیزیں آ جاتی ہیں۔ یہی دنیا کا دستور ہے اور یہ کبھی نہیں

بدل سکتا۔“

”مگر کمیٹی والے کہیں اور عمارتیں نہیں بنا سکتے؟“ عمران نے پوچھا۔

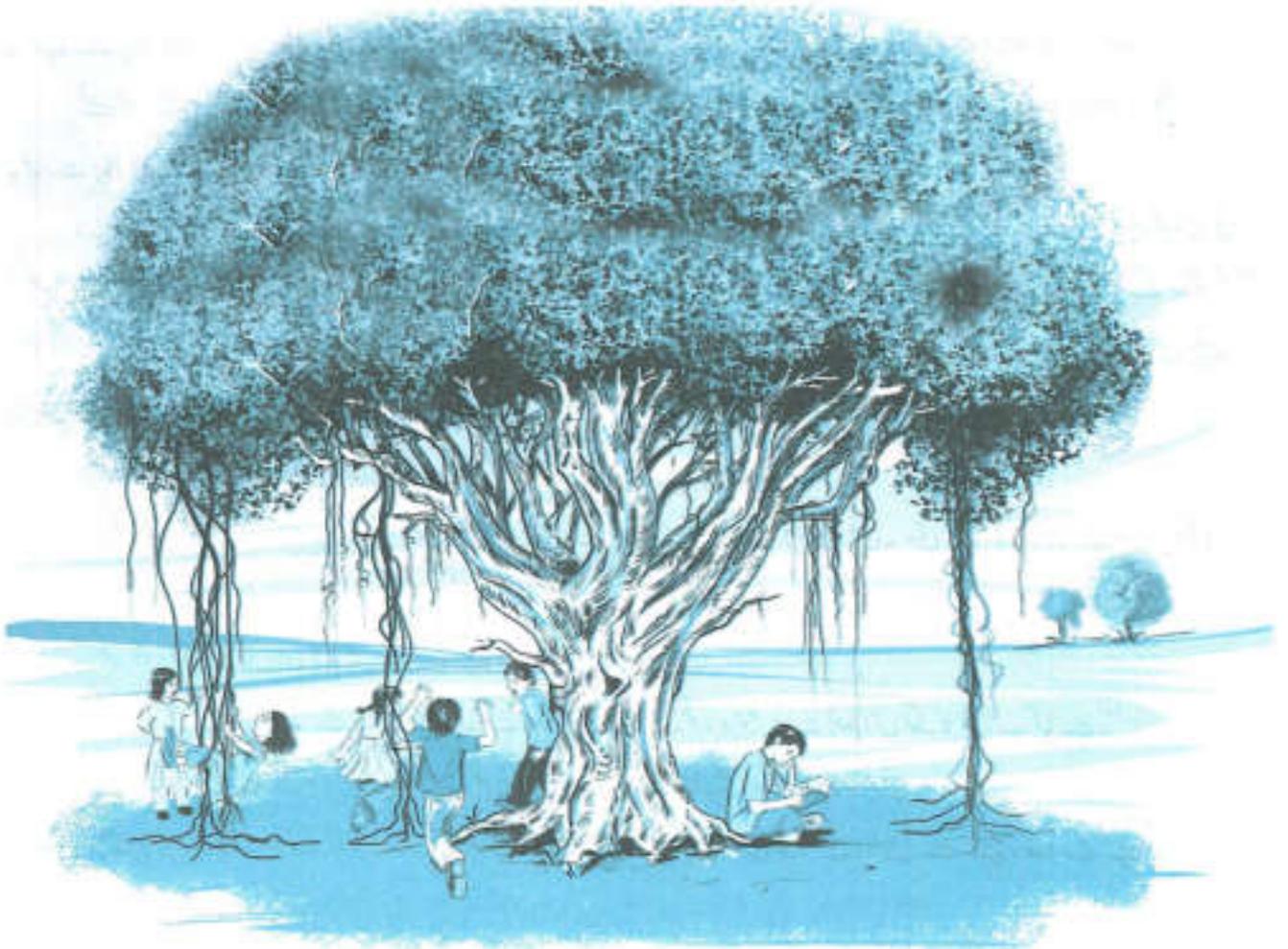
”نہیں بیٹا! عمارتوں کے لیے یہ بہترین جگہ ہے۔ کمیٹی نے بڑے غور و خوض کے بعد اس جگہ کا انتخاب کیا ہے۔“

عمران کے چچا نے اُسے دلاسا دیا۔ ”جب تم یہاں خوب صورت عمارتیں دیکھو گے تو خوش ہو جاؤ گے۔“

عمران زور زور سے رونے لگا۔ ”نہیں چچا جان، میں بالکل خوش نہیں ہوں گا۔ کمیٹی والوں سے کہیے، خدا کے لیے ہمارا درخت

نہ کاٹیں۔“

گھر کے سارے بزرگوں نے عمران کو سمجھانے کی کوشش کی، لیکن اُس کی اُداسی بڑھتی ہی گئی۔ وہ کیمٹی کے بڑے افسر سے بھی ملا اور مدتِ سماجت سے انہیں اس کام سے باز رکھنے کی کوشش کی، مگر اُس کی کوشش کامیاب نہ ہو سکی۔ عمران کے باجی نے جب دیکھا کہ عمران کو درخت کے کٹ جانے پر بڑا صدمہ ہو گا تو اُسے قصبے سے کافی دور شہر میں اُس کی خالہ کے ہاں بھیج دیا۔ خالہ نے اُسے ایک قریبی اسکول میں داخل کرا دیا اور یوں وہ اپنی خالہ کے ہاں رہنے لگا۔ دو تین ہفتے کے بعد عمران کے گھر والے وہاں آجاتے تھے اور اُس سے ملاقات کر کے چلے جاتے تھے۔ عمران کی خالہ نے اندازہ لگا لیا تھا کہ قصبے میں جا کر جب وہ اُس درخت کو نہیں پائے گا تو اُسے شدید صدمہ ہو گا اس لیے انہوں نے اُس کا دل بہلانے کے لیے جتنے طریقے بھی ممکن تھے وہ سب کیے اور اُن کا نتیجہ یہ ہوا کہ اُس کی طبیعت ایک حد تک سنبھل گئی اور وہ اپنے نئے دوستوں میں خوش رہنے لگا اور ذوق و شوق سے پڑھائی کرنے لگا۔



کالج کی تعلیم ختم کرنے کے بعد اُس کے دل میں خواہش پیدا ہوئی کہ اپنے ملک سے باہر جا کر مزید تعلیم حاصل کرے۔ اُس کے والد نے اس کا انتظام کر دیا اور وہ امریکا چلا گیا۔

امریکا کے قیام کے دوران اُسے اپنے قصبے کا ایک پُرانا دوست شاہد مل گیا۔ باتوں باتوں میں ماضی کا ذکر چھڑ گیا اور جس وقت شاہد نے قصبے کے اُس درخت کا ذکر کیا جس کے سائے میں وہ کھیلا کرتے تھے تو عمران کے دل میں ایک ٹوک سی اٹھی اور وہ اُداس ہو گیا۔

رات کو سونے سے پہلے عمران کو اپنا پُرانا زمانہ یاد آ گیا اور جب اُس درخت کا خیال آیا تو ایک دم اُسے یوں محسوس ہوا کہ وہ اپنے اُس بیٹے ہوئے دور میں چلا گیا ہے اور درخت کے نیچے اپنے ساتھیوں کے ساتھ کھیل رہا ہے۔ آدھی رات تک وہ سو نہ سکا اور کروٹوں پر کروٹیں لیتا رہا۔

امریکا میں ایک برس گزرا۔ دوسرا بھی گزر گیا۔ دو برس اور بیت گئے اور جو کورس وہ مکمل کرنے کی خاطر وہاں گیا تھا وہ اس نے مکمل کر لیا تھا۔ اب وہ اپنے وطن لوٹ سکتا تھا اور وہ واپس وطن کی طرف روانہ ہو گیا۔

اتنی مدت کے بعد اُس نے اپنے قصبے میں قدم رکھا تو اُسے ایک دم احساس ہوا کہ وہ جس علاقے میں قدم اٹھا رہا ہے وہ اُس کا پُرانا قصبہ نہیں ہے۔

قصبہ اتنا بدل چکا تھا کہ اُسے وہ چیزیں نظر ہی نہیں آتی تھیں جو اُس کی جانی پہچانی تھیں اور جنہیں دیکھنے کا وہ آرزو مند تھا۔ ایک جگہ ایک پُرانا مکان دیکھ کر اُسے خیال آیا کہ وہ اس مکان کو پہچانتا ہے، کیوں کہ یہ اُس کے پرائمری اسکول کا ایک چہرہ اسی کا مکان تھا۔ اُس نے سوچا وہ درخت بھی تو اس مکان سے کچھ دور نظر آتا تھا، وہ کہاں ہے؟ مگر وہ کیسے نظر آ سکتا تھا! وہاں تو کئی شاندار عمارتیں کھڑی تھیں۔ اُس کا دل بھر آیا اور وہ جلدی جلدی چلنے لگا۔ اُس کے ساتھ اُس کے ابا جی، انی، چچا جی، باجی اور گھر کے کئی اور افراد بھی تھے۔ وہ باتیں کر رہے تھے اور اُن کے ذہن میں یہ تصور بھی نہیں آ سکتا تھا کہ عمران کیا سوچ رہا ہے اور اُس کی نگاہیں کیا تلاش کر رہی ہیں۔

وہ اپنے گھر کے سامنے پہنچ گیا۔ وہ حیران ہو کر بولا، ”ابا جی! آپ نے نیا مکان بنا لیا ہے؟“

اُس کے ابا جی ہنس پڑے۔ نہیں بیٹا! ہے تو وہی مکان۔ البتہ اس میں ردو بدل کافی ہو چکا ہے اور تمہارے لیے نیا کمرہ تعمیر کر دیا ہے۔ اس کے اندر جاؤ گے تو خوش ہو جاؤ گے۔“ اور واقعی عمران جب اُس کمرے میں داخل ہوا جو اُس کے ابا جی نے اُس کے لیے بنوایا تھا تو وہ بہت خوش ہوا۔ بڑا وسیع کشادہ اور خوب صورت کمرہ تھا۔ فرنیچر بھی اعلیٰ درجے کا تھا۔ کھڑکیوں اور روشن دانوں سے ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا آرہی تھی۔ تھوڑی دیر اپنے کمرے میں گزارنے کے بعد وہ نیچے چلا گیا۔

بہت سارے رشتے دار اُس سے ملنے کے لیے آچکے تھے۔ کھانا کھانے کے بعد باتوں کا جو سلسلہ شروع ہوا تو رات کے ایک بجے تک بھی ختم نہ ہوا۔

”عمران بیٹا! اب جا کر سو رہو۔ تھکے ہوئے ہو۔“ عمران اوپر چلا گیا۔

”ابو اتنی کتنے اچھے ہیں۔ میرے لیے کتنا خوب صورت کمرہ بنا دیا ہے۔“

اُس کے ذہن میں خیال آیا اور وہ دل ہی دل میں اُن کا شکر یہ ادا کرنے لگا۔ پتا نہیں کیا بات تھی کہ اُس وقت اُسے اپنے پرانے درخت کا خیال بار بار آ رہا تھا۔ لگتا تھا جیسے وہ اپنے اُس درخت کے نیچے گہری ٹھنڈی چھاؤں میں بیٹھا ہے اور کبھی یوں لگتا تھا کہ درخت کی شاخیں اُسے پیار کرنے کے لیے اُس پر جھک سی پڑی ہیں۔ کبھی اُسے یہ احساس ہوتا تھا کہ وہ درخت پر بیٹھی ہوئی چڑیوں کا خوش نوا نغمہ سن رہا ہے۔ یہ نغمہ اُسے بڑا پیارا لگتا تھا اور تنہائی کے لمحوں میں جب یہ نغمہ سنتا تھا تو اُس کی عجیب کیفیت ہو جاتی تھی۔ اُس وقت بھی اُس کی عجیب کیفیت ہو گئی تھی۔

وہ صبح دیر سے جاگا اور نیچے جانے کا ارادہ کر رہا تھا کہ اُس کے ابو اوپر آ گئے۔

”السلام علیکم ابا جان۔“

”وعلیکم السلام۔ صبح بخیر۔“

”صبح بخیر۔“

”کمرہ پسند آیا بیٹا؟“

”بہت پسند آیا ہے ابا جان۔ بڑا کشادہ اور خوبصورت ہے۔ پر ابا جان، ایک بات سمجھ نہیں سکا۔“ عمران نے کہا۔

”وہ کیا بات ہے عمران؟“

عمران ذرا رُکا اور پھر کہنے لگا:

”ابا جان! میں امریکا میں چار برس رہا۔ درخت کی یاد کبھی کبھی وہاں بھی آ جاتی تھی۔ مگر ابا جان! رات تو مجھے بار بار ایسا محسوس ہوا کہ وہ بالکل میرے قریب ہے۔ اُس کی شاخیں میرے سر کے اوپر چاروں طرف پھیلی ہوئی ہیں۔ جیسے مجھے پیار کر رہی ہیں۔ معلوم نہیں ایسا کیوں ہوا ہے۔“

عمران کے ابا مسکرانے لگے اور بولے:

”بیٹا! محبت بے جان چیزوں سے بھی کرو تو وہ بھی محبت کا جواب محبت سے دیتی ہیں۔ وہ درخت کا نا گیا تھا اور اس کی لکڑی نیلام ہوئی تھی۔ میں بھی اس لکڑی کا کچھ حصہ لے آیا تھا اور تمہارے کمرے میں وہی لکڑی استعمال ہوئی ہے۔ وہ درخت تم سے محبت کرتا ہے کیوں کہ تم اُس سے محبت کرتے تھے۔“ یہ الفاظ سن کر عمران کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ یہ آنسو خوشی اور احسان مندی کے تھے۔

(مرزا ادیب)

(ذخیرۃ الفاظ)

۱۔ درج ذیل الفاظ کے معانی کتاب کے آخر میں دی گئی فرہنگ سے دیکھ کر لکھیے اور انہیں اپنے جملوں میں استعمال کیجیے:
قصہ، گمان، دل میں ہوک اٹھنا۔

(کثیر الانتخابی سوالات)

۲۔ مندرجہ ذیل میں سے ہر ایک کے درست جواب کے گرد دائرہ بنا کر خالی جگہ میں لکھیے:

- (i) کہانی ”وہ درخت“ کے مصنف کا نام ہے۔
(الف) نظیر اکبر آبادی (ب) امتیاز علی تاج (ج) مرزا ادیب
- (ii) قصبے کا بوڑھے سے بوڑھا آدمی بھی اُس کی عمر نہیں بتا سکتا تھا۔
(الف) درخت (ب) آدمی (ج) جانور
- (iii) عمران کو درخت کٹنے کا بہت تھا۔
(الف) اطمینان (ب) ارمان (ج) صدمہ
- (iv) عمران کو اُس کے ابو نے کے گھر بھجوا دیا۔
(الف) ماموں (ب) خالہ (ج) تایا
- (v) کالج کی تعلیم مکمل کرنے کے بعد عمران چلا گیا۔
(الف) افریقا (ب) جاپان (ج) امریکا
- (vi) امریکا میں عمران کا تعلیمی کورس برس کا تھا۔
(الف) دو (ب) چار (ج) تین
- (vii) عمران کے ابا نے اپنے گھر میں کیا تھا۔
(الف) رنگ و روغن (ب) صفائی کا انتظام (ج) رد و بدل
- (viii) اپنے کمرے میں سوتے ہوئے عمران کی ہو گئی۔
(الف) طبیعت خراب (ب) پریشانی دو چند (ج) عجیب کیفیت
- (ix) اس کہانی میں مصنف نے کا صیغہ استعمال کیا ہے۔
(الف) زمانہ حال (ب) زمانہ ماضی (ج) زمانہ مستقبل

(x) 'شاندار عمارتیں' میں لفظ شاندار ہے۔

(الف) اہم ضمیر (ب) اہم معرفہ (ج) اہم صفت

(مختصر جواب کے سوالات)

۳۔ درج ذیل سوالات کے مختصر جوابات تحریر کیجیے:

- (i) یہ کہانی کس چیز کے بارے میں ہے؟
- (ii) عمران کو کیا صدمہ تھا؟ مختصراً لکھیے۔
- (iii) عمران کا دل خالہ کے گھر کیسے لگا؟
- (iv) واپسی پر اپنے قصبے میں قدم رکھتے ہوئے عمران کو کیا احساس ہوا؟
- (v) صبح اٹھ کر عمران نے ابا جان سے سب سے پہلی بات کیا کی؟
- (vi) عمران کے ابا نے اُسے کیا جواب دیا؟

(تفصیلی جواب کے سوالات)

۴۔ درج ذیل سوالات کے تفصیلی جوابات تحریر کیجیے:

- (i) کہانی ”وہ درخت“ کا آغاز کس واقعے سے ہوتا ہے؟
- (ii) درخت کاٹنے کا فیصلہ کس نے اور کیوں کیا تھا؟
- (iii) کن لوگوں کو درخت کاٹنے کا بہت افسوس ہوا تھا اور کیوں؟
- (iv) عمران نے درخت کاٹنے سے روکنے کے لیے کیا کوشش کیں؟
- (v) عمران کے چچا نے اُسے دنیا کا کیا دستور سمجھایا؟ اُن کی بات کی وضاحت کے لیے آپ کم از کم دو مثالیں تحریر کیجیے۔
- (vi) قصبے میں داخل ہونے کے بعد عمران نے کیا مشاہدہ کیا اور اُس کا دل کیوں بھر آیا؟
- (vii) اپنے گھر کے سامنے پہنچ کر عمران حیران کیوں ہو گیا؟
- (viii) عمران کے کمرے کے بارے میں تفصیلات لکھیے اور کمرے میں اُس کی جو کیفیت ہوئی وہ بھی بیان کیجیے۔
- (ix) بے جان چیزوں سے محبت کے بارے میں عمران کے ابا جان کے خیالات سے کیا آپ متفق ہیں؟ اپنے جواب کی وضاحت کے لیے دو یا تین جملے تحریر کیجیے۔
- (x) عمران کو صدمے سے بچانے کے لیے خالہ جان کے گھر بھیجنے کی بجائے کچھ اور حل بھی تلاش کیے جاسکتے تھے۔ کم از کم دو حل لکھیے۔

(xi) کیا لکڑی کی بجائے فرنیچر کچھ اور چیزوں سے بنایا جا سکتا ہے؟ معلوم کیجیے اور دو یا تین چیزوں کے نام لکھیے۔

مثلاً: لوہا۔۔۔۔۔

(xii) اپنے کمرے یا گھر کے کسی بھی کمرے کی تفصیلات لکھ کر منظر نگاری کیجیے۔

۵۔ درج ذیل محاوروں کو اپنے جملوں میں اس طرح استعمال کیجیے کہ اُن کا مطلب واضح ہو جائے:

دل بھر آنا، خبر پھیلنا، ذکر چھڑنا، دل میں ہوک اُلھنا، ولاسا دینا، باز رکھنا۔

۶۔ کہانی ”وہ درخت“ کا مرکزی خیال تحریر کیجیے۔

سرگرمی:

☆ اپنی جماعت کو چار یا پانچ طلبہ و طالبات کے گروپ میں تقسیم کیجیے۔ تمام گروپ اس کہانی کو آپ بیتی کے انداز میں لکھیں۔

مثلاً: درخت کی آپ بیتی، عمران کی آپ بیتی، ابا جان کی آپ بیتی

☆ ہر عنوان کی دو دو پرچیاں بنا کر ایک خالی ڈبے میں ڈالیں اور قرعہ اندازی کر لیں۔ جس گروپ کے حصے میں جو پرچی آئے وہ

اسی عنوان کے تحت آپ بیتی لکھیے۔

خیال رہے کہ تمام طلبہ و طالبات اس کام میں مساوی حصہ دار بنیں۔

☆ آپ بیتی میں منظر نگاری، مکالمے، تاثرات، زبان و بیان کا خیال رکھنا ضروری ہے۔ محاوروں اور ضرب الامثال کا استعمال بھی

یقینی بنائیے۔ اگلے دن اسے ترمیم و اضافے کے ساتھ بہتر بنائیں۔

جماعت میں باری باری پیش کریں۔

☆ طلبہ و طالبات اور معلم ان ہی نکات کی بنیاد پر پوائنٹس دیں اور پہلے، دوسرے، تیسرے نمبر پر آنے والے گروپس کا تعین کریں۔

حوصلہ افزائی کے لیے ان کی آپ بیتیاں اسمبلی میں بھی سنوائی جا سکتی ہیں۔

☆ جماعت کے تحت نزم پر ہر گروپ کے کام کی نمائش ضرور کیجیے۔

مثال:

/۵ منظر نگاری

/۵ مکالمے

/۵ تاثرات

/۵ ضرب الامثال، محاورے

/۲۰ نکل پوائنٹس

احساسات اور جذبات

☆ اپنے بارے میں جانے، سوچے اور لکھیے:

۱۔ آپ کو کب بہت خوش ہوتی ہے؟

.....

۲۔ آپ اُداسی کا شکار کب ہو جاتے ہیں؟

.....

۳۔ کب بہت زیادہ غصہ آتا ہے؟

.....

ان تمام جذبات کے اثر کے باوجود کیا آپ اپنے آپ کو سنبھال کر اعتدال میں رکھتے ہیں۔ جی ہاں جی نہیں کبھی کبھی

☆ دوسروں کے بارے میں جانے، سوچے اور لکھیے:

اپنے آس پاس موجود کسی فرد، والد، والدہ، بہن، بھائی یا کسی دوست کو ذہن میں لائیے اور اس کے بارے میں لکھیے:

۱۔ وہ کب غصے میں آ جاتے ہیں؟

۲۔ وہ کس بات سے خوش ہوتے ہیں؟

۳۔ وہ کب اُداس ہوتے ہیں؟

۴۔ انھیں کھانے میں کیا پسند ہے؟

۵۔ انھیں کس کھیل کا شوق ہے؟

۶۔ وہ کس بات سے ناراض ہوتے ہیں؟

۷۔ انھیں کس طرح کی کتابیں پڑھنے کا شوق ہے؟

۸۔ وہ کس چیز سے خوف زدہ ہو جاتے ہیں؟

۹۔ انھیں کون سا موسم پسند ہے؟

لکھنے کے بعد یہی سوالات اُن سے کیجیے جن کے بارے میں آپ نے لکھا ہے۔ اب اُن کے جوابات سے اپنے لکھے کو ملائیے اور دیکھیے کہ آپ نے کتنے جوابات درست لکھے ہیں۔ اگر آپ نے چار جوابات بھی درست لکھے ہیں تو اس کا مطلب ہے کہ آپ دوسروں کے احساسات کو پہچان سکتے ہیں۔

اب ایمانداری سے سوچے کہ کیا آپ ان باتوں کے نہ ہونے کا خیال رکھتے ہیں جو ان کو غصہ دلانے، ناراض ہونے اور اُداس

کرنے کا سبب بنتی ہیں۔ جی ہاں جی نہیں کبھی کبھی

نوٹ: جذبات اور احساسات کا ہونا فطری امر ہے۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم انہیں اعتدال میں رکھیں۔

یہ بچہ کس کا بچہ ہے



بچوں کے عالمی دن کے موقع پر لکھی گئی یہ نظم احساس دلاتی ہے کہ دنیا میں وسائل کی تقسیم منصفانہ نہ ہونے کے سبب یہ صورتحال سامنے آتی ہے۔ اقوام متحدہ کی ورلڈ فوڈ اینڈ ایگری کلچر آرگنائزیشن کے مطابق ہر سال ۱۰۳ بلین ٹن کھانا ضائع ہو جاتا ہے۔ پوری دنیا میں ۷۷ افراد میں سے ایک بھوکا سوتا ہے۔ روزانہ تقریباً بیس ہزار بچے جن کی عمر پانچ سال سے کم ہوتی ہے غذا کی کمی کی وجہ سے وفات پا جاتے ہیں۔ بھوک کا شکار یہ لوگ ۹۸ فیصد یعنی تقریباً سب ترقی پذیر یا غریب ممالک میں رہتے ہیں جن میں پاکستان بھی شامل ہے۔

یہ بچہ کیسا بچہ ہے

یہ بچہ کالا کالا سا یہ کالا سا ٹیلا سا

یہ بچہ بھوکا بھوکا سا یہ بچہ سوکھا سوکھا سا

یہ بچہ کس کا بچہ ہے

یہ بچہ کیسا بچہ ہے جو ریت پر تنہا بیٹھا ہے

نا اس کے پیٹ میں روٹی ہے نا اس کے تن پر کپڑا ہے

نا اس کے سر پر ٹوپی ہے نا اس کے پیر میں جوتا ہے

نا اس کے پاس کھلونوں میں کوئی بھالو ہے، کوئی گھوڑا ہے

نا اس کا جی بہلانے کو کوئی لوری ہے، کوئی جھولا ہے

نا اس کی جیب میں دھیلا ہے نا اس کے ہاتھ میں پیسا ہے

نا اس کے اتی ابو ہیں نا اس کی آپا خالا ہے

یہ سارے جگ میں تنہا ہے

یہ بچہ کیسا بچہ ہے

یہ صحرا کیسا صحرا ہے
 نا اس صحرا میں بادل ہے نا اس صحرا میں برکھا ہے
 نا اس صحرا میں بالی ہے نا اس صحرا میں خوشہ ہے
 نا اس صحرا میں سبزہ ہے نا اس صحرا میں سایا ہے
 یہ صحرا بھوک کا صحرا ہے
 یہ صحرا موت کا صحرا ہے

یہ بچہ کیسے بیٹھا ہے یہ بچہ کب سے بیٹھا ہے
 یہ بچہ کیا کچھ پوچھتا ہے یہ بچہ کیا کچھ کہتا ہے
 یہ دنیا کیسی دنیا ہے یہ دنیا کس کی دنیا ہے

اس دنیا کے کچھ کلڑوں میں کہیں پھول کھلے کہیں سبزہ ہے
 کہیں بادل گھر گھر آتے ہیں کہیں چشمہ ہے، کہیں دریا ہے
 کہیں اونچے محل اناریاں ہیں کہیں محفل ہے، کہیں میلہ ہے
 کہیں کپڑوں کے بازار ہے یہ ریشم ہے، یہ دیا ہے
 کہیں غلے کے انبار لگے سب گیہوں دھان مہیا ہے
 کہیں دولت کے صندوق بھرے ہاں تانبا، سونا، زوہا ہے
 تم جو مانگو سو حاضر ہے تم جو چاہو سو ملتا ہے
 اس بھوک کے دکھ کی دنیا میں یہ کیسا شکھ کا سپنا ہے
 وہ کس دھرتی کے کلڑے ہیں یہ کس دنیا کا حصہ ہے

ہم جس آدم کے بیٹے ہیں یہ اُس آدم کا بیٹا ہے
 یہ آدم ایک ہی آدم ہے وہ گورا ہے یا کالا ہے
 یہ دھرتی ایک ہی دھرتی ہے یہ دنیا ایک ہی دنیا ہے
 سب اک داتا کے بندے ہیں سب بندوں کا اک داتا ہے
 کچھ پورب پہنچم فرق نہیں اس دھرتی پر حق سب کا ہے

یہ تھا بچے بے چارہ یہ بچے جو یہاں بیٹھا ہے
 اس بچے کی کہیں بھوک مٹے (کیا مشکل ہے ، ہو سکتا ہے)
 اس بچے کو کہیں دودھ ملے (ہاں دودھ یہاں بہتیرا ہے)
 اس بچے کا کوئی تن ڈھانکے (کیا کپڑوں کا یہاں توڑا ہے؟)
 اس بچے کو کوئی گود میں لے (انسان جو اب تک زندہ ہے)

پھر دیکھے کیسا بچہ ہے

یہ کتنا پیارا بچہ ہے

اس جگ میں سب کچھ رب کا ہے جو رب کا ہے ، وہ سب کا ہے
 سب اپنے ہیں کوئی غیر نہیں ہر چیز میں سب کا سماج ہے
 جو بڑھتا ہے ، جو اگتا ہے وہ دانا ہے ، یا میوہ ہے
 جو کپڑا ہے ، جو کھل ہے جو چاندی ہے ، جو سونا ہے
 وہ سارا ہے اس بچے کا جو تیرا ہے ، جو میرا ہے

یہ بچے کس کا بچہ ہے

یہ بچے سب کا بچہ ہے

(ابن اثنا)

(ذخیرۃ الفاظ)

- ۱۔ درج ذیل الفاظ کے معانی کتاب کے آخر میں دی گئی فرہنگ سے دیکھ کر لکھیے:
دھیلا، برکھا، روپا، پُورب، پچھتم، ساہجا۔
- ۲۔ درج ذیل الفاظ کو اپنے جملوں میں استعمال کیجیے:
صحرا، تنہا، بززہ، میلہ، حق، دھرتی، غیر۔
- ۳۔ نظم ”یہ بچہ کس کا بچہ ہے“ کا مرکزی خیال تحریر کیجیے۔ پس منظر کا حوالہ بھی دیجیے۔

(تشریح)

- ۴۔ اس نظم کے پانچویں بند کی تشریح کیجیے۔
- ۵۔ اس نظم کے جس بند میں شاعر نے ایسے بچوں کے مسائل کے حل بتائے ہیں وہ نقل کیجیے اور اس بند کی تشریح بھی کیجیے۔
- ۶۔ نظم کے وہ اشعار جو سوالیہ ہیں اپنی کاپی میں خوشخط لکھیے۔
- ۷۔ درج ذیل احساسات و کیفیات کو متعلقہ کالم میں درج کیجیے:
محرومی، اطمینان، خوشی، اداسی، خوشگوار طبیعت، منفی خیالات، مسرت، مثبت خیالات، جرائم کی طرف رغبت، بے چارگی، تعلیمی مواقع، ہشاشت، یاسیت، خوش مزاجی، بد مزاجی

بنیادی سہولیات سے محروم بچوں کے احساسات	بنیادی سہولیات کے حامل بچوں کے احساسات
۱۔ محرومی	۱۔ اطمینان
۲۔	۲۔

- ۸۔ ایسے بچے ہمارے جیسے ترقی پذیر ملک میں کثرت سے پائے جاتے ہیں۔ ہم سب اپنے کم وسائل کے باوجود ان کی مدد کر سکتے ہیں۔ کس طرح؟ چند مثالیں دیکھیے اور ان میں سے کچھ پر استقامت سے عمل پیرا ہونا شروع کیجیے۔ کچھ مزید تجاویز بھی لکھیے اور اپنے ساتھیوں کے ساتھ مل کر اس کار خیر میں حصہ دار بنیے۔

مثالیں:

- ☆ اپنی چیزوں مثلاً پنسلوں، قلم، کاپیوں، کتابوں میں سے ان طلباء کو دینا۔
- ☆ انھیں تعلیم دینے کے لیے ایک وقت مخصوص کرنا، انھیں اپنے پاس بلا کر یا ان کے پاس جا کر پڑھایا جاسکتا ہے۔
- ☆ ان کی شخصیت میں سے بُرائیوں کو دُور کرنے اور اچھائیوں کی عادات ڈلوانے کے لیے کوشش کرنا۔
- ☆ خوراک میں سے ان کے لیے باقاعدہ طور پر حصہ نکالنا۔

سیرتِ خاتم النبیین ﷺ علیٰ آلہ وَاصحَابہ وَاٰلہٖ وَسَلَّمَ

ایک دن حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبیین ﷺ علیٰ آلہ وَاصحَابہ وَاٰلہٖ وَسَلَّمَ اور حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کسی کام سے جا رہے تھے۔ حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبیین ﷺ علیٰ آلہ وَاصحَابہ وَاٰلہٖ وَسَلَّمَ نے موٹے کناروں والی چادر اوڑھ رکھی تھی۔ راستے میں ایک دیہاتی دونوں کے پیچھے چلتا ہوا آیا۔ وہ حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبیین ﷺ علیٰ آلہ وَاصحَابہ وَاٰلہٖ وَسَلَّمَ سے ملاقات کرنا چاہتا تھا۔ جب وہ دیہاتی قریب آیا تو اس کے ہاتھ میں حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبیین ﷺ علیٰ آلہ وَاصحَابہ وَاٰلہٖ وَسَلَّمَ کی چادر کا پلو آگیا۔ اس دیہاتی نے چادر کا پلو اس شدت سے کھینچا کہ حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبیین ﷺ علیٰ آلہ وَاصحَابہ وَاٰلہٖ وَسَلَّمَ کے شانہ مبارک پر چادر رگڑنے کے نشان پڑ گئے۔ پھر دیہاتی نے کہا، ”اے محمد (رسول اللہ خاتم النبیین ﷺ علیٰ آلہ وَاصحَابہ وَاٰلہٖ وَسَلَّمَ)! آپ کے پاس اللہ تعالیٰ کا دیا ہوا مال ہے، اس میں سے مجھے بھی دیں۔“ حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبیین ﷺ علیٰ آلہ وَاصحَابہ وَاٰلہٖ وَسَلَّمَ نے مڑ کر دیہاتی کو دیکھا اور مسکرا دیے، پھر حکم فرمایا کہ اسے کچھ دے دیا جائے۔ (صحیح بخاری: ۶۰۸۸)

رحمۃ للعالمین حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبیین ﷺ علیٰ آلہ وَاصحَابہ وَاٰلہٖ وَسَلَّمَ اخلاقِ حسنہ کے بے مثال پیکر تھے۔ حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبیین ﷺ علیٰ آلہ وَاصحَابہ وَاٰلہٖ وَسَلَّمَ کی رحمت، مخلوقِ خدا کے ہر طبقے کے لیے یکساں تھی۔ حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبیین ﷺ علیٰ آلہ وَاصحَابہ وَاٰلہٖ وَسَلَّمَ وہ ہستی ہیں جن کے لیے خود اللہ رب العزت نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا:

وَاِنَّكُمْ لَعَلٰی خَلْقٌ عَظِيْمٌ ﴿۱۰۱﴾ (سورۃ القلم: آیت ۴)

ترجمہ: اور اخلاق تمہارے بہت (عالی) ہیں۔

حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبیین ﷺ علیٰ آلہ وَاصحَابہ وَاٰلہٖ وَسَلَّمَ کے ساتھ رہنے والے تمام افراد ان کی نحویشِ اخلاقی، ملنسار طبیعت اور شیریں زبان ہونے کے گواہ تھے۔ یہی وجہ ہے کہ اہل ایمان کے ساتھ مشرکین بھی حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبیین ﷺ علیٰ آلہ وَاصحَابہ وَاٰلہٖ وَسَلَّمَ کے اعلیٰ اخلاق کا اعتراف کرتے تھے۔ اسی حسنِ خلق کی کشش نے لوگوں کو جوق در جوق اسلام کی جانب مائل کیا۔

حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبیین ﷺ علیٰ آلہ وَاصحَابہ وَاٰلہٖ وَسَلَّمَ کے بہترین اخلاق کا مظہر ان کی سچائی اور امانت داری ہے۔ بخت سے پہلے بھی حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبیین ﷺ علیٰ آلہ وَاصحَابہ وَاٰلہٖ وَسَلَّمَ کو صادق اور امین کے لقب سے پکارا جاتا تھا۔ وہ ہمیشہ حق بات کہتے تھے اور لوگوں کی امانتوں کا پاس رکھتے تھے۔ حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبیین ﷺ علیٰ آلہ وَاصحَابہ وَاٰلہٖ وَسَلَّمَ نے ہمیں اسی صفت کو اپنانے کا درس دیا ہے۔

حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبیین ﷺ علیٰ آلہ وَاصحَابہ وَاٰلہٖ وَسَلَّمَ کے اخلاق کا نمایاں ترین پہلو عفو و درگزر بھی ہے۔ حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبیین ﷺ علیٰ آلہ وَاصحَابہ وَاٰلہٖ وَسَلَّمَ بدترین دشمنوں پر قابو پا کر بھی ان کو معاف کر دیا کرتے تھے۔

۱۰ سال بعد بحث سرور عالم حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبیین ﷺ تبلیغ کے لیے طائف تشریف لے گئے تو اہل طائف نے حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبیین ﷺ کے ساتھ بدسلوکی کی، شریر لڑکوں کو پیچھے لگایا اور حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبیین ﷺ پر پتھر برسائے۔ یہ دن حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبیین ﷺ کی زندگی کا سخت ترین دن تھا۔ اس ظلم کے بدلے یقیناً وہ مشرکین سخت سزا کے مستحق تھے لیکن حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبیین ﷺ نے نہ صرف ان کو معاف فرمایا بلکہ ان کی ہدایت کے لیے دُعا بھی فرمائی۔

نیکی وصلہ رحمی کی نصیحت اور لڑائی جھگڑے کی مذمت کرتے ہوئے حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا، ”جو شخص حق پر ہوتے ہوئے جھگڑا چھوڑ دے اس کے لیے جنت کے بیچ میں ایک مکان بنایا جائے گا اور جو شخص اپنے اخلاق اچھے بنائے اس کے لیے اعلیٰ جنت میں ایک مکان بنایا جائے گا۔ (جامع ترمذی: ۱۹۹۳)

حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبیین ﷺ کا مشفقانہ رویہ اور رحیم فطرت ہر ایک کو گرویدہ بنالیا کرتی تھی۔ حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبیین ﷺ کے حسن اخلاق کا ایک خوب صورت مظہر یہ ہے۔ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر والے انھیں واپس لے جانے کے لیے آئے ہوئے ہیں لیکن وہ تو ان کے ساتھ جانے کے لیے تیار ہی نہیں۔ حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ چھوٹی عمر میں حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبیین ﷺ کی خدمت میں آئے تھے۔ حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبیین ﷺ ان پر اس قدر شفقت فرمایا کرتے تھے کہ جب ان کے والد، چچا اور بھائی انھیں واپس لینے آئے تو حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جانے سے صاف انکار کر دیا اور حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبیین ﷺ کے ساتھ ہی رہنے کو ترجیح دی۔ (تفسیر تیسیر القرآن: سورة الاحزاب، ۳۷)

حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبیین ﷺ کی زندگی ہمارے لیے کامل نمونہ ہے جس کی پیروی دنیا اور آخرت میں کامیابی اور نجات کا باعث ہے۔ حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبیین ﷺ کی حیات مبارکہ کا مقصد دین کی دعوت دینا تھا۔ غار حرا میں وحی کے نزول سے زندگی کے آخری لمحے تک حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبیین ﷺ نے اپنے بہترین اخلاق اور حکمت کے ذریعے لوگوں کو اللہ کے دین کی جانب بلایا۔ حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبیین ﷺ سے سچی محبت کا تقاضا ہے کہ ہمارے اخلاق بھی حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبیین ﷺ ہی کے رنگ میں رنگ جائیں اور ہم اعلیٰ حسن اخلاق کے ذریعے اسلام کی دعوت کا بہترین عملی نمونہ پیش کریں۔

حوالہ جات:

- ۱- 'حسن جمع خصالہ' از طالب الہامی
- ۲- 'زندگی سے لطف اٹھائیے' از ڈاکٹر عبدالرحمن العریفی
- ۳- 'داعی اعظم' از مولانا محمد یوسف اصلاحی

(ذخیرۃ الفاظ)

۱۔ درج ذیل الفاظ کے معانی لغت سے تلاش کر کے لکھیے اور انہیں اپنے جملوں میں استعمال کیجیے :
بمراہ، پلو، اخلاق حسہ، پیکر، اعتراف، جوق در جوق، مظہر، بعثت، نصلت، گرویدہ۔

(کثیر الامتخانی سوالات)

- ۲۔ مندرجہ ذیل میں سے ہر ایک کے درست جواب کے گرد دائرہ بنائیے:
- (i) حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبیین ﷺ نے دیہاتی کے رویہ کا جواب..... کر دیا۔
(الف) خاموش رہ (ب) مسکرا (ج) سزا دے
- (ii) حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبیین ﷺ نے طائف کا سفر..... میں کیا۔
(الف) سنہ ۹ (ب) سنہ ۱۲ (ج) سنہ ۱۰
- (iii) بعثت سے قبل حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبیین ﷺ کو..... سے پکارا جاتا تھا۔
(الف) صادق اور امین (ب) صادق اور صالح (ج) بہادر اور امین
- (iv) طائف میں حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبیین ﷺ پر..... برسائے گئے۔
(الف) پھول (ب) پتھر (ج) پتے
- (v) مشرکین بھی حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبیین ﷺ کے..... کا اعتراف کرتے تھے۔
(الف) اعلیٰ اخلاق (ب) مال (ج) شہرت

(مختصر جواب کے سوالات)

- ۳۔ درج ذیل سوالات کے مختصر جوابات تحریر کیجیے :
- (i) حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبیین ﷺ کے اخلاق کی دو نمایاں خوبیاں درج کریں۔
- (ii) حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبیین ﷺ کے ساتھ رہنے والے افراد حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبیین ﷺ کے بارے میں کیا گواہی دیتے تھے؟
- (iii) جب حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر والے انہیں لینے آئے تو انہوں نے کیا جواب دیا؟
- (iv) حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبیین ﷺ سے محبت کا تقاضا کیا ہے؟

(تفصیلی جواب کے سوالات)

۳۔ درج ذیل سوالات کے تفصیلی جوابات تحریر کیجیے:

(i) حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاقِ حسنہ کے بارے میں اللہ رب العزت نے قرآن مجید میں کیا ارشاد فرمایا ہے؟ ترجمہ تحریر کیجیے۔

(ii) حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق کا نمایاں ترین پہلو کیا ہے؟ مثال کے لیے کوئی واقعہ تحریر کیجیے۔

(iii) ”حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی ہمارے لیے کامل نمونہ ہے۔“ اس بات کی وضاحت اپنے الفاظ میں کیجیے اور اس نمونے کی پیروی کرنے کے فوائد بھی تحریر کیجیے۔

۵۔ خالی جگہوں میں ان جملوں کے سامنے لکھے گئے ہندسے الفاظ میں لکھیے:

(i) مجھے ڈاک کے ٹکٹ جمع کرنے کا شوق ہے۔ اب تک میرے پاس ٹکٹ جمع ہو چکے ہیں۔ (۳۶)

(ii) ہماری انگریزی کی کتاب صفحات پر مشتمل ہے۔ (۸۸)

(iii) طلحہ کی نانی کا انتقال سال کی عمر میں ہوا۔ (۷۵)

(iv) علی کی گاڑی کا نمبر پانچ سو ہے۔ (۹۲)

(v) ایک سال میں تین سو دن ہوتے ہیں۔ (۲۵)

۶۔ ان جملوں میں الفاظ میں لکھی گئی گنتی کو ہندسوں میں تبدیل کر کے اپنی کاپی میں لکھیے:

مثال: پاکستان انیس سو سینتالیس میں وجود میں آیا۔ پاکستان ۱۹۴۷ء میں وجود میں آیا۔

(i) سوئٹزر لینڈ میں استعمال شدہ اکیانوے فیصد شیشے کے سامان کو دوبارہ استعمال کے قابل بنا لیا جاتا ہے۔

(ii) برازیل کے فٹ بال کے کھلاڑی پیلے نے سات ستمبر انیس سو چھپن سے یکم اکتوبر انیس سو ستتر تک بارہ سو اناسی گول کرنے کا ریکارڈ قائم کیا۔

(iii) طوفان آنے کی وجہ سے فرانس میں دو سو ستر درخت اکھڑ گئے۔ یہ طوفان چھبیس دسمبر انیس سو ننانوے کو آیا تھا۔

(iv) اکتیس مئی انیس سو ستتر کو پیرس میں مٹی کا تودہ گرنے سے اٹھارہ ہزار آدمی دب گئے۔

(v) ویسٹ انڈیز کی کرکٹ ٹیم نے انیس سو پچھتر اور انیس سو اناسی میں عالمی کپ جیتا۔ انیس سو تریس میں اسے فائنل میں بھارت سے شکست ہوئی۔

مُرغ مرحوم

اے مرے مُرنے ، مرے سرمایہ تسکین جاں
 تیری فرقت میں ہے بے رونق مرا سارا جہاں
 کون دے گا رات کے بارہ بجے اُٹھ کر اذراں
 تیری فرقت میں یہ دل تڑپا ، جگر نے آہ کی
 کھا گئی تجھ کو نظر شاید کسی بدخواہ کی
 تجھ کو لایا تھا کراچی سے کہ پالوں گا تجھے
 مشرقی آداب کے سانچوں میں ڈھالوں گا تجھے
 مفت خوروں کی نگاہوں سے بچا لوں گا تجھے
 تجھ پہ لیکن موت کے دلدوز سائے چھا گئے
 ”حسرت ان غنچوں پہ ہے جو بن کھلے مُرجھا گئے“
 تیرے غمزے زندگانی بھر نہ بھولیں گے مجھے
 پھول سی کلفی ، ملائم پر نہ بھولیں گے مجھے
 تیرے اندازِ حسیں یکسر نہ بھولیں گے مجھے
 چھوڑ کر مجھ کو تو دستِ داہرِ محشر میں ہے
 تیرا ڈرہ تجھ سے بہتر ہے کہ میرے گھر میں ہے



میں ”وبائے عام“ سے تجھ کو بچاتا رہ گیا
 تجھ کو کتنے قیمتی شربت پلاتا رہ گیا
 تجھ کو رانی کھیت کے ٹیکے لگاتا رہ گیا
 میرے انجکشن تجھے لطفِ فنا دینے لگے
 جن پہ بکلیے تھا وہی بھکے ہوا دینے لگے
 داستانِ مُرغِ اک دردِ نہاں ثابت ہوئی
 یہ پریشانی نشاطِ دشمنان ثابت ہوئی
 دوستوں کی ہر تسلیِ رایگاں ثابت ہوئی
 ”دوستِ عنخواری میں میری سعی فرمائیں گے کیا“
 ایک اک مُرغا اٹھا کر گھر سے لے آئیں گے کیا
 اے مرے مُرغے تمہارے تذکرے ہوں گے یہاں
 میں بنا دوں گا تمہاری ہر ادا کو جاوداں
 ہو مبارک تم کو مُرغے ، گوشہٴ باغِ جناں
 میں تمہاری یاد سے قلبِ حزیں بہاؤں گا
 گھر کے آگے میں تمہارا مقبرہ بنواؤں گا

(اسد جعفری)

(ذخیرۃ الفاظ)

- ۱۔ درج ذیل الفاظ کے معانی کتاب کے آخر میں دی گئی فرہنگ سے دیکھ کر لکھیے اور انہیں اپنے جملوں میں استعمال کیجیے:
- فرقت، غمزے، کلفی، دلدوز، سعی، رانی کھیت۔
- ۲۔ درج ذیل مرکب الفاظ و تراکیب کے معانی تلاش کیجیے:
- سرمایہ تسکین جان، دستِ داورِ محشر، لُطفِ فنا، نشاطِ دشمنان، گوشہٴ باغِ جنان، قلبِ حزین، دردِ نہاں، دبائے عام، داستانِ مُرغ، اندازِ حسین۔
- ۳۔ اس نظم کا مرکزی خیال تحریر کیجیے۔
- ۴۔ درج ذیل بند کو نثر میں تبدیل کر کے لکھیے۔ اس بند کا آخری مصرع ضربِ المثل کے طور پر بھی استعمال ہوتا ہے۔ اس کے معنی لکھ کر اپنے جملے میں استعمال کیجیے:

تجھ کو لایا تھا کراچی سے کہ پالوں گا تجھے
مشرقی آداب کے سانچوں میں ڈھالوں گا تجھے
مفت خوروں کی نگاہوں سے بچا لوں گا تجھے

تجھ پر لیکن موت کے دلدوز سائے چھا گئے
”حسرت ان غنوں پہ ہے جو بن کھلے مُر جھا گئے“

- ۵۔ ”ردیف“ وہ لفظ یا الفاظ ہیں جو شعر کے آخر میں مکرر یعنی بار بار آئیں۔ قافیہ سے مراد وہ حروف و حرکات یا مشابہ آوازیں ہیں جو ہر شعر کے آخر میں دہرائی جائیں۔ مثلاً:

میرے انجکشن تجھے لُطفِ فنا دینے لگے
جن پہ نگیہ تھا وہی تنکے ہوا دینے لگے

- اس شعر میں الفاظ ’دینے لگے‘ دہرائے گئے ہیں، لہذا یہ ردیف ہیں جبکہ ردیف سے پہلے ’فنا‘ اور ’ہوا‘ کی اختتامی آواز ایک جیسی ہے، اس لیے یہ قافیہ ہیں۔ اس نظم کے چوتھے اور پانچویں بند کے ردیف اور قافیے لکھیے۔
- ۶۔ نظم سے اپنے پسندیدہ اشعار یا بند منتخب کر کے بیاض میں نقل کیجیے۔

سرگرمی: 

☆ اس نظم میں سے اپنی پسند کے سب سے دل چسپ بند کو خوشخط لکھیے اس کے ساتھ اس نظم کو پڑھ کر آپ کے ذہن میں جو تصویریں ابھرتی ہیں ان میں سے ایک کی تصویر A4 سائز کاغذ یا آدھے چارٹ پیپر پر بنائیے۔

اظہار تشکر زبانی بھی کیا جاتا ہے اور تحریری بھی۔ ”بِزَاكَ اللّٰهِ الْخَيْرُ“ کہنا شکریہ کہنے کا بہتر نعم البدل ہے کیونکہ اس طرح آپ نہ صرف شکریہ ادا کرتے ہیں بلکہ دعا بھی دیتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ آپ کو خیر کا بدلہ دیں۔ یہ سنت رسول بھی ہے۔ زندگی میں ہماری مدد بہت سے لوگ کرتے ہیں لیکن بہت کم ایسا ہوتا ہے کہ ہم ان کا بدلہ دینا تو دُور کی بات، شکریہ ہی ادا کر سکیں۔ ذرا سوچیے کہ

- آپ کو کپڑے پہننا کس نے سکھایا؟ کبھی غمزہ ہوئے تو کس نے تسلی دی؟
- جب آپ بیمار ہوئے تو کس نے خیال رکھا؟ کوئی کھیل جو کسی نے کھیلتا سکھایا ہو۔
- کسی نے کوئی اچھی بات بتائی ہو، یاد کیجیے اور ان میں سے کسی ایک ہستی کو خواہ وہ آپ کے والد، والدہ، بہن، بھائی یا کوئی اور رشتے دار ہو یا کوئی دوست، پڑوسی..... ہاں اپنے اساتذہ کو بھی ذہن میں رکھیے اور شکریے کے خط/خطوط لکھیے۔ خصوصی طور پر اس بات کا ذکر کرتے ہوئے بہترین الفاظ میں شکریہ ادا کیجیے۔

..... (تاریخ)

..... (اپنا پتا)

..... (القاب)

..... (سلام)

..... (آداب)

(تسلی مضمون)

☆ جملوں کے سامنے ان سے مناسبت رکھنے والی ضرب الامثال چُن کر لکھیے:

بغل میں لڑکا شہر میں ڈھنڈورا، چراغ تلے اندھیرا، خربوزے کو دیکھ کر خربوزہ رنگ پکڑتا ہے، بخشو بی بی چوہا لٹڈورا ہی بھلا، چڑی جائے پر دمڑی نہ جائے، سانجھے کی ہنڈیا چورا ہے میں پھونتی ہے، مٹی کو گھچھڑوں کی رکھوالی، دودھ کا جلا چھاچھ بھی پھونک کر پیتا ہے، مدعی سٹ گواہ چُست۔

۱۔ نہیں بھی نہیں ہم تمہارے لالچ دینے سے متاثر نہیں ہوں گے۔

۲۔ تم نے پورے گھر میں ڈھونڈا اور گھڑی تمہارے کمرے سے ہی ملی۔

۳۔ ابا جان ڈاکٹر ہیں اور ان کے بچوں کا وقت پر علاج نہیں ہوتا۔

۴۔ خرچا ہونے کے ڈر سے وہ امیر آدمی ڈاکٹر کے پاس نہیں جاتا۔

۵۔ کاروبار میں تھوڑے عرصے بعد ہی حصہ داروں کی لڑائی ہو گئی۔

۶۔ ایک بار دھوکے کے بعد وہ بہت محتاط ہو گیا۔

۷۔ جس کو شکایت تھی وہ آیا نہیں، اُس کے سارے دوست آ گئے۔

۸۔ آپ نے عمران کو چاکلیٹ سنبھال کر رکھنے کو دے دیں؟

۹۔ بڑوں کی صحبت میں بیٹھنے سے طارق کی عادتیں خراب ہو گئیں۔

☆ ان ضرب الامثال کے معانی لکھ کر اپنے جملوں میں استعمال کیجیے:

جملے	معانی	ضرب الامثال
.....	تالی ایک ہاتھ سے نہیں بھتی۔
.....	بندر کیا جانے اورک کا سواد۔
.....	گھر کی مرغی دال برابر۔
.....	ڈوبتے کو تنکے کا سہارا۔

ضمائر

ضمائر، ضمیر کی جمع ہے۔ اسم ضمیر وہ کلمہ ہے جو کسی شخص کے نام کی جگہ استعمال کیا جاتا ہے۔ مثلاً: وہ، اس.....
ضمیر کا فائدہ یہ ہے کہ کسی نام کو بار بار لکھنا یا بولنا نہیں پڑتا۔ اس سے کلام میں حسن پیدا ہو جاتا ہے۔

اسم ضمیر کی اقسام

- ۱۔ ضمیر شخصی: وہ ضمیر جو کسی شخص کے لیے استعمال ہو۔
مثلاً: شوکت اچھا لڑکا ہے۔ وہ روزانہ صبح کی سیر کرتا ہے۔
 - ۲۔ ضمیر موصولہ: وہ ضمیر جس کے ساتھ اسم کے متعلق ایک جملہ ضروری ہوتا ہے۔ (جو، جس، جن، جنھیں، جہاں.....)
مثلاً: جو محنت کرتا ہے کامیاب ہوتا ہے۔ سرسید ایسے لوگوں میں سے ہیں جنھیں دنیا نے یاد رکھا۔
 - ۳۔ ضمیر استفہامیہ: وہ ضمیر جو کچھ پوچھنے کے لیے استعمال کیا جاتا ہے۔ (کون، کس، کیسا، کہاں، کیا، کتنا، کب.....)
مثلاً: تم کہاں جا رہے ہو؟
 - ۴۔ ضمیر اشارہ وہ ضمیر ہے جس سے کسی شخص یا چیز کی طرف اشارہ کیا گیا ہو۔ (یہ، وہی، وہ، وہی، اس.....)
مثلاً: علم بڑی دولت ہے۔ یہ خرچ کرنے سے کم نہیں ہوتی۔
 - ۵۔ ضمیر تاکیدی: وہ ضمیر جو کسی بات کی تاکید کے لیے استعمال کیا جائے۔ (خود، آپ، اپنا)
مثلاً: میں خود استاد سے بات کروں گا۔
 - ۶۔ ضمیر تکمیری: وہ ضمیر جو کسی چیز یا اشخاص کی تعداد کے لیے استعمال ہو۔
مثلاً: کچھ گندم ہیں لو۔
 - ۷۔ ضمیر صفتی: وہ ضمیر جس کے ساتھ کوئی صفت بھی استعمال کی جائے۔
مثلاً: اس عقل مند انسان کو کیا ہو گیا؟
- ☆ تمام اقسام کا ایک ایک جملہ بنائیے اور اسم ضمیر کے نیچے لکیر بھی کھینچیے۔

علامات وقف

☆ درج ذیل عبارت میں علامات وقف لگائیے:

ایک ان پڑھ ملا نصر الدین کے پاس آیا اور بولا ملا ذرا میرا خط تو لکھ دیجیے ملا نے کہا میں خط نہیں لکھ سکتا کیونکہ میرے پاؤں جل گئے ہیں ان پڑھ نے کہا اس کا خط لکھنے سے کیا تعلق بات یہ ہے کہ میرا لکھا ہوا کوئی پڑھ نہیں سکتا اس لیے مجھے ہی ساتھ جانا پڑتا ہے اب میرے پاؤں زخمی ہیں تو میں کیسے جا سکتا ہوں

امریکا اور کینیڈا کی مشترکہ پانچ بڑی جمیلوں میں سے اونٹاریو لیک بڑی جمیل ہے۔ بہت بڑی۔ ایک دو ہزار سیلانی تو ضرور ہوں گے۔ بکثرت بچے۔ پنک کا مزہ تھا۔ بہت سے لوگ رات کا کھانا گھروں سے ساتھ لائے تھے اور گھاس کے سرسبز تختوں پر درختوں کے سایوں میں بیٹھ کر نوش جان کر رہے تھے۔

امریکا اور کینیڈا میں اب ایسی گھاس ”ایجاد“ ہو گئی ہے کہ درختوں کے سایوں میں بھی آگ آتی ہے اور خشک نہیں ہوتی ورنہ درخت کا سایہ گھاس کو اگنے نہیں دیتا۔ بڑا چھوٹے پر غالب آجاتا ہے۔ سایہ زیر سایہ کو پنپنے نہیں دیتا۔

کنیڈی بطخیں (گیز)

لیک آف اونٹاریو کے کناروں پر کنیڈین بطخوں کی کثرت ہے۔ لوگ جو آتے ہیں وہ ان بطخوں کو کچھ نہ کچھ کھاتے ہیں۔ بطخیں پوری بے تکلفی کے ساتھ آس پاس آ کر کھاتی رہتی ہیں۔ میرا دل چاہا کہ میں بھی ان کے درمیان بیٹھ جاؤں اور ان کو کچھ کھلاؤں، مگر قریب کوئی دکان نہ تھی کہ ڈبل روٹی وغیرہ مل جاتی۔ بارے لیزل ڈسلوانے ڈور ایک ریستوران بھانپ لیا۔ دوڑ پڑے اور ڈرا دیر بعد آلو بھنے تلے ہوئے لے آئے۔ انھوں نے بتایا کہ دکاندار دکان بڑھا چکا تھا مگر جب اس سے کہا کہ ’چیس‘ گیز کے لیے چاہیے تو اس نے دوبارہ تو گرم کیا اور آلو سینک دیے۔

میں نے ایک پتھر پر بیٹھ کر بطخوں کو آلو کھلانے شروع کر دیے۔ اس اثنا میں ’سی گل‘ بھی خاصی تعداد میں جمع ہو گئے۔ ان کی چستی چالاکی حیران کن تھی۔ جیسے ہی میں آلو بطخوں کے لیے پھینکتا سی گل تیزی سے پرواز کر کے اسے اچک لیتے۔ پھر میں نے آلو ہاتھ میں لے کر ہاتھ اونچا کیا۔ سی گل نے بہ حالت پرواز اپنی چونچوں میں آلو اچک اچک لیے۔ یہ بھی دل چسپ شغل تھا۔ میں کافی دیر اس ماحول سے لطف اندوز ہوتا رہا۔ مجھے ان پرندوں پر بڑا ہی پیار آیا۔

یہاں مجھے کراچی کے گاندھی گارڈن کا ایک دل دوز واقعہ یاد آیا۔ چڑیا گھر میں بعض سیلانی آئے۔ غلیلیں ان کے ہاتھ میں تھیں۔ قیمتی پرندے کہ جو چڑیا گھر کی جان تھے ان نوجوانوں نے ان کو غلیلیوں کا نشانہ بنایا اور مار کر رخصت ہو گئے۔

یہ واقعہ دل دوز ہے۔ قلب کی سختی پر دال ہے۔ رحم و کرم کی ضد ہے، انسانیت کی تردید ہے۔ حیوانیت کا آئینہ دار ہے۔ ہمیں اس زوال فکر اور اس اضمحلال اخلاق کے اسباب تلاش کرنے چاہئیں اور ماتم اس کا کرنا چاہیے کہ ہمارے نظام تعلیم و تربیت نے پوری قوم کو دل دوز حوادث کے حوالے کر کے رکھ دیا ہے۔

کیا اس کی ضرورت نہیں ہے کہ طرز حکومت کو مست صحیح دی جائے اور قوم کی تربیت کا سامان کیا جائے کہ جو اخلاق کی عظمت کا

عنوان ہو؟

(حکیم محمد سعید)

- ۱۔ درج ذیل الفاظ کے معانی لغت سے تلاش کر کے لکھیے اور ان الفاظ کو اپنے جملوں میں استعمال کیجیے :
نوش جان کرنا ، بھانپ لینا ، سینک دینا ، اچک لینا ، سیلانی ، زوالِ فکر ، اضمحلالِ اخلاق۔
- ۲۔ یہ عبارت کس مصنف کی ہے؟
- ۳۔ یہ عبارت کس جگہ کے بارے میں ہے؟
- ۴۔ عبارت میں مذکور (جس کا ذکر کیا جا رہا ہو) جگہ اور ماحول کا ذکر اپنے الفاظ میں کیجیے۔
- ۵۔ اس ماحول میں پرندوں اور جانوروں کا خیال رکھا جا رہا تھا۔ جن دو امثال سے یہ بات ثابت ہو رہی ہے وہ اپنی کاپی میں نقل کیجیے۔
- ۶۔ کراچی کے چڑیا گھر میں نوجوانوں کے جانوروں سے کیے گئے سلوک کے بارے میں اپنے خیالات تحریر کیجیے۔ کیا ان کا سلوک درست تھا؟ اپنے جواب کے ثبوت میں دو دلائل دیجیے کہ آپ ایسا کیوں سمجھتے ہیں؟
- ۷۔ اس عبارت میں ذکر کیے گئے دو رویوں کا موازنہ کرتے ہوئے اپنی رائے تحریر کیجیے۔
- ۸۔ ”بڑا چھوٹے پر غالب آجاتا ہے۔ سایہ زیر سایہ کو پنپنے نہیں دیتا۔“ ان جملوں کے مفہوم کی وضاحت کے ساتھ اپنا خیال بھی تحریر کیجیے کہ کیا ایسا ہونا چاہیے؟
- ۹۔ اس عبارت کے آخری پیرا گراف کی تشریح کیجیے۔ کیا آپ مصنف کے خیالات سے متعلق ہیں؟ اپنے جواب کے حق میں دلائل سے وضاحت کیجیے۔

ایک ناقابل فراموش واقعہ

(کسی سیر کا حال، کوئی خوشی کا موقع، کوئی اہم ناک واقعہ یا جب آپ بہت خوفزدہ ہوئے ہوں.....)

تمہید:

کب پیش آیا (تاریخ، موقع.....)
تجاویز: کسی مکالمے، فقرے، قول یا کسی سوال سے آغاز کیا جا سکتا ہے۔
مثلاً چھٹا! سارا اسکول تائیاں بجا رہا تھا۔ (کہیں کہیں مکالمے استعمال کیجیے،
واوین کا استعمال نہ بھولیے)
”مریم جلدی آؤ یہ دیکھو“ اور میں بھاگتی ہوئی.....
اس طرح شروع کرنے کے بعد آپ اصل واقعہ شروع کر سکتے ہیں۔ ”وہ بچلے
جون کی گرمیوں کی ایک شام تھی.....“

- واقعہ لکھتے ہوئے کہیں کہیں مکالمے استعمال کیجیے۔
واوین ” لگانا نہ بھولیے۔

مقن:

کیا ہوا تھا (تفصیلات)
تجاویز: کوشش کیجیے کہ آپ اپنی تمام حسیات (چھونے، دیکھنے، سونگھنے، بچکنے، سننے کی
جس) سے متعلق الفاظ اور جملے استعمال کریں۔ مثلاً: ہر طرف تیل کی بڑھیلی
ہوئی تھی.....
سبزہ زار پر پھولوں میں تتلیاں بھی اڑتے پھولوں کی طرح تھیں۔ باغ میں لگی
ریٹنگ برف کی طرح ٹھنڈی تھی۔
مزے دار گرم پکڑوں اور چنوں کی چٹ پٹی پٹاٹ کا مزہ ہی.....
چاروں طرف مینڈکوں کے غرانے کا شور تھا۔

- تشبیہات سوچیے اور استعمال کیجیے۔

اختتام:

آپ کی رائے، دُعا، کوئی قول یا شعر۔
نوٹ: اپنا پہلا مسودہ تیار کیجیے۔ دوبارہ پڑھیے، املا اور زبان کی الفاظ درست کیجیے۔
خیالات کی ترتیب درست کیجیے۔ ترمیم و اضافہ کرنے کے بعد معلم کو دکھائیے۔
ان کے مشورے سے مزید بہتر کر کے دوبارہ کیجیے۔ جماعت میں سب اپنے
واقعے باری باری پڑھ کر سنائیں۔

- روزمرہ، محاورے اور ضرب الامثال کا استعمال بہت محتاط انداز میں کیجیے۔ ورنہ آپ کی تحریر کا تمام تاثر جاتا رہے گا۔

تعارف

اپنے وطن سے محبت ایک فطری جذبہ ہے۔ ایک آزاد وطن کا پاس ہونا بہت بڑی نعمت ہے جس کا جتنا بھی شکر ادا ہو، کم ہے۔ سرد علاقوں سے ہزاروں میل کا سفر طے کر کے آنے والی مرغابیاں کچھ ہی عرصے بعد موسم بدلنے پر واپس اپنے وطن چلی جاتی ہیں۔ اسی طرح یہ جبلت تمام جانداروں میں موجود ہے۔ بطور انسان وسیع اختیارات کے حامل ہونے کی وجہ سے ہمارے لیے کائنات کو مسخر کر دیا گیا، لیکن دنیا میں زندگی گزارتے ہوئے اپنے وطن سے محبت اور اس کا خیال رکھنا بھی انتہائی ضروری ہے۔

وطن سے اپنائیت اور محبت ہماری اپنی ترقی کے لیے بھی ضروری ہے۔ وطن سے محبت ہی ہمیں بُرے کاموں سے بچنے، ماحول اور وطن میں پائی جانے والی چیزوں کا خیال رکھنے پر مجبور کرتی ہے۔ اسی جذبے کے تحت فوجیں اپنی سرحدوں کی حفاظت کرتی ہیں۔ اسی جذبے کے تحت معلم اپنے شاگردوں کو پڑھاتے ہیں تاکہ آئندہ آنے والی نسلوں تک علم کی منتقلی کو یقینی بنایا جاسکے۔ یہی جذبہ شاگردوں کو علم سیکھنے پر مائل کرتا ہے تاکہ وہ علم حاصل کر کے اپنے ملک کی ترقی کے لیے کام کریں۔ شریک عناصر سے بچنے کی کوشش بھی اسی جذبے کے تحت کی جاتی ہے۔

غرض حُبُّ الوطنی وہ جذبہ ہے جو دنیا کی قوموں کے جھرمٹ میں ہمیں اپنی قوم اور وطن کے منفرد اور اپنا ہونے کا احساس دلاتا ہے۔ حُبُّ الوطنی صرف اپنی ٹیم کے بیچ جیتنے پر خوش ہونے کا نام ہی نہیں، بلکہ اپنے ملک کے قوانین کا احترام کرنا، اس کے ایک ایک ذرے کی حفاظت اور خیال رکھنے کا نام ہے۔ یہ ذاتی رنجشوں اور لڑائیوں سے بالاتر ہو کر اپنے ملک کی نیک نامی کے لیے درگزر کرنے کا نام بھی ہے۔ بالکل ایسے ہی جیسے ہم اپنے گھر کی ناخوشگوار باتیں باہر کے لوگوں سے چھپاتے ہیں، اسی طرح ہمیں ملک کو گھر اور ہم وطنوں کو ایک خاندان کی طرح سمجھنے اور مقام دینے کی ضرورت ہے۔ اپنے آپ کو، اپنے ہم وطنوں کو اور وطن کو عزت دینے سے ہی دنیا میں عزت مل سکتی ہے۔

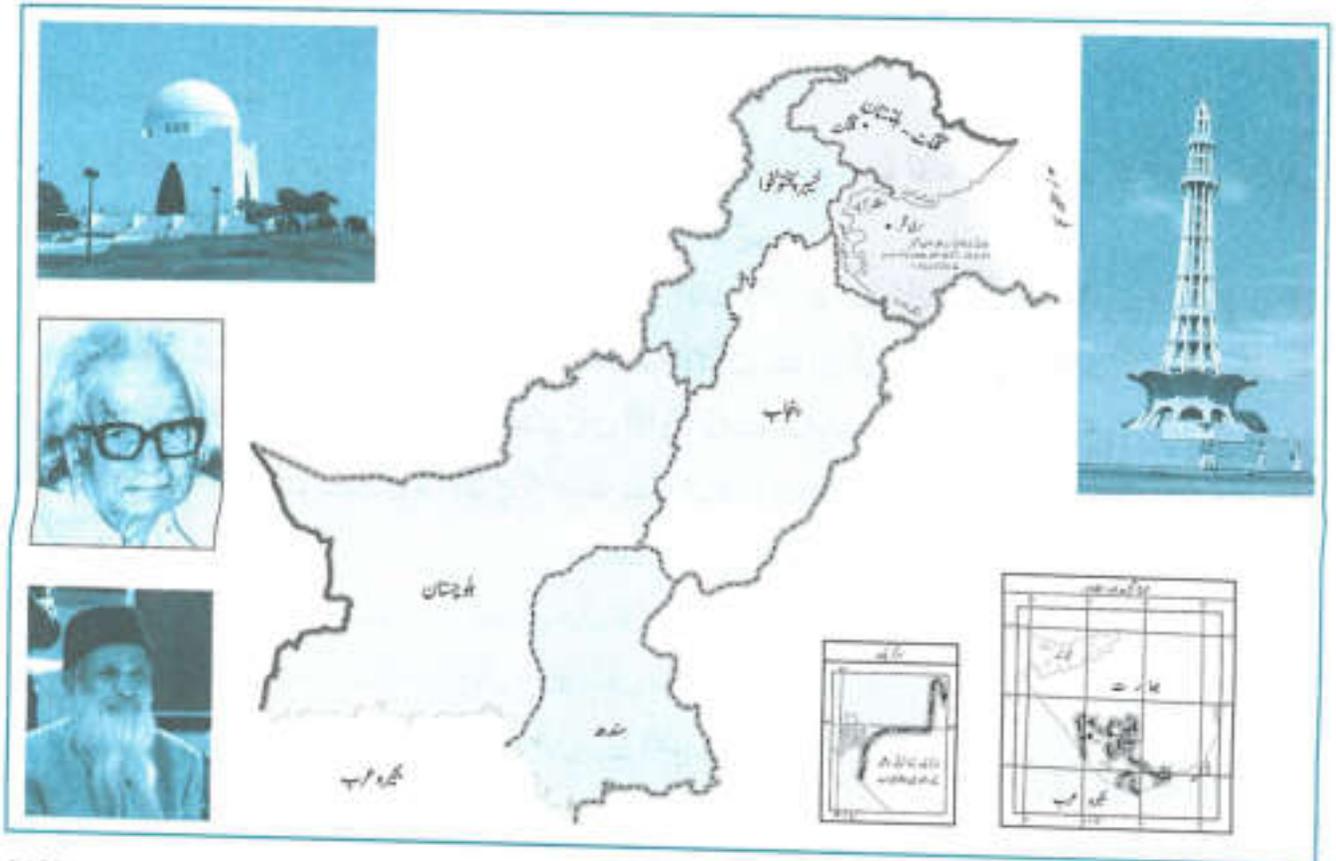
ہر پاکستانی پاکستان کی عزت و ناموس کا امانت دار ہے۔ اُسے اس امانت کی حفاظت کرنی ہے۔ اپنے ہر قول، عمل اور حرکت کے بارے میں محتاط طریقے سے سوچنا اور سمجھنا ہے۔ اسی طرح ہم اپنے ملک کا کھویا ہوا مقام واپس دلا سکتے ہیں۔ محتاط طریقے سے مراد یہ ہے کہ وقتی فائدے کی خاطر اصولوں کو فراموش نہ کریں (مثلاً کسی کو دھوکا دے کر اپنا فائدہ اٹھانا)۔ اس سے پوری دنیا میں بطور پاکستانی ہم بے عزت ہوتے ہیں۔ اچھے اعمال اور خوش اخلاقی سے ہمیں گزشتہ غلطیوں کے اثرات بھی ختم کرنے ہیں اور پاکستانی قوم کا ایماندار اور بااخلاق ہونے کا نیا تاثر بھی قائم کرنا ہے۔ ان شاء اللہ نیک نیتی سے ہم یہ کام باسانی کر لیں گے۔

پاکستان پاکستان

پاکستان ایک بے انتہا خوبصورت اور قدرتی وسائل سے مالا مال ملک ہے۔ اس کی جھیلیں، نہریں، دریا اور سمندر اپنی مثال آپ ہیں۔ دریائے کنہار کا جھاگ اڑاتا ٹنڈ و تیز پانی ہو یا سندھ کا خاموشی اور وقار سے بہتا عظیم دریا، نظروں میں بس جانے والے خوبصورت مناظر کہیں نظروں سے اوجھل نہیں ہوتے۔ گرم پانیوں کا اتنا گہرا سمندر پاکستان کے لیے بہت بڑی نعمت ہے۔ بہت سے دوسرے ممالک اس نعمت کے خواہش مند ہوتے ہیں مگر جغرافیائی اعتبار سے انہیں یہ نعمت میسر نہیں ہوتی اور وہ اس کے لیے دوسرے ملکوں کے محتاج ہوتے ہیں۔ سمندر کے راستے تجارت کی تاریخ بہت پرانی ہے اور زمانہ قدیم کی طرح آج بھی بہت اہم ہے۔

پاکستان کے صحرا، میدان، چوٹیاں، برفانی علاقے، گرم ترین علاقے (مثلاً جیکب آباد، سٹی)، اللہ تعالیٰ کے انعامات میں سے ہیں۔ پاکستان کی زرخیز زمین جو، گندم، چاول، چنا، جوار اور بہت سی دوسری فصلوں کے لیے بہت موزوں اور مناسب ہے۔ پھلوں کے لیے آب و ہوا کا موافق ہونا ایک بڑی نعمت ہے۔ میدانی گرم علاقے آم اور کھجور کے باغات سے بھرے ہیں اور سرد پہاڑی علاقے اخروٹ، بادام، آلو بخارے، خوبانیوں اور دوسرے میوہ جات کے لیے موزوں ہیں۔ دیگر پھلوں کی بھی اتنی زیادہ اور اس قدر لذیذ اقسام بہت کم ممالک میں پائی جاتی ہیں۔ مثال کے طور پر انگریزی میں ”اورنج“ کہلائے جانے والے پھل کی جتنی اقسام پاکستان میں ہیں، کہیں اور نہیں۔ مالٹا، سنگترو، موسی، کینو، فروٹر، اس کی مثالیں ہیں۔

پاکستان کے پہاڑ قدرتی معدنیات سے مالا مال ہیں۔ سنگ مرمر اور بہت سے قیمتی عمارتی پتھر، ہیرے اور زمرد کی کانیں،



کھیوڑہ میں نمک ، بلوچستان میں تانے اور سونے کی کانیں پاکستان پر اللہ تعالیٰ کے خصوصی فضل کی نشانیاں ہیں۔ ان سب قدرتی وسائل کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے پاکستان کو بہت باصلاحیت انسانوں سے بھی نوازا ہے۔ پاکستان کے بہت سے کھلاڑی اپنے اپنے متعلقہ کھیلوں میں دنیا کی بڑی بڑی ٹیموں اور کھلاڑیوں کو ہرا چکے ہیں۔

عظیم سائنسدان سلیم الزماں صدیقی ، ڈاکٹر عبدالقدیر خان اور بہت سے باصلاحیت انسان یہاں کی شہریت رکھتے ہیں۔ عبدالستار ایدھی اور انسانوں کی فلاح و بہبود کے لیے کام کرنے والی بہت سی ایسی ہستیاں اس سرزمین پاک سے نکلی ہیں جن کے پائے کا کوئی دوسرا دنیا میں نہیں ہے۔

یہاں کے تاریخی مقامات دنیا کی سب سے قدیم تہذیب کو اپنے دامن میں لیے ہوئے ہیں۔ دنیا کی سب سے قدیم تہذیب یعنی انڈس سویلٹرائزیشن کے نشانات یہیں ملتے ہیں۔ ایک طرف جہاں موئن جو دڑو ، ہڑپا ، نیکسلا جیسے قدیم آثار ہیں ، وہیں تاریخی عمارتوں میں شاہی قلعہ ، بادشاہی مسجد اور بہت سی دوسری عمارتیں اپنا سرا اٹھائے کھڑی ہیں۔

پاکستان کے چار صوبے ہیں۔ سندھ ، بلوچستان ، خیبر پختونخوا اور پنجاب۔ سندھ کا صوبائی دارالحکومت کراچی ، بلوچستان کا کوئٹہ ، خیبر پختونخوا کا پشاور اور پنجاب کا لاہور ہے۔ ۲۰۰۹ء میں گلگت بلتستان کو بھی صوبائی علاقے کا درجہ دیا گیا ہے۔ پہلے اس علاقے کو شمالی علاقہ جات کہا جاتا تھا۔ اس کا دارالحکومت گلگت ہے۔ پاکستان میں مختلف صوبوں میں مختلف زبانیں بولی جاتی ہیں جن میں پنجابی ، سرائیکی ، پشتو ، سندھی ، ہندکو ، بلتی وغیرہ شامل ہیں۔ پاکستان کی قومی زبان اردو ہے۔

پاکستان کے ادارے

- پارلیمنٹ: یہ پاکستان کی قانون ساز اسمبلی ہے۔ یہاں عوام کے منتخب کیے ہوئے نمائندے ملک کے لیے قوانین ، پالیسیاں بناتے ہیں۔ قومی نوعیت کے معاملات پر یہاں اہم فیصلے کیے جاتے ہیں۔
 - فوج: سرحدوں کی حفاظت کے اہم فرض کے علاوہ اندرونی آفات و خطرات سے نمٹنے میں بھی پیش پیش یہ ادارہ دنیا کی اعلیٰ ترین افواج میں شمار ہوتا ہے۔ اس کی پیشہ ورانہ اور ماہرانہ صلاحیتوں سے دنیا کی دوسری قومیں اور افواج بھی تربیت لینے کے ذریعے فائدہ اٹھا رہی ہیں۔ بڑی ، بحری اور فضائیہ تینوں افواج شجاعت اور مہارت میں اپنی مثال آپ ہیں۔
 - عدلیہ: پاکستان کی سب سے بڑی عدالت سپریم کورٹ ہے۔ اس کا سربراہ چیف جسٹس کہلاتا ہے ، تمام عدالتیں اس ادارے کی ماتحت ہیں۔ قانون کی بالادستی اور نفاذ کے لیے یہ ادارہ بہت اہم خدمات سرانجام دے رہا ہے۔
 - پولیس: یہ بھی ایک قومی ادارہ ہے۔ عوام کے جان و مال کا تحفظ اس کی ذمہ داری ہے۔
 - صحت اور تعلیم: ان اداروں کے تحت ہسپتال ، یونیورسٹیاں اور کالج قائم ہیں۔
- پاکستان ایٹمی طاقت ہونے کی بنا پر بہت سے ملکوں سے افضلیت رکھتا ہے۔ ایک غریب ملک ہونے کے باوجود یہ صلاحیت حاصل کر لینا ایک بہت بڑا کارنامہ ہے۔

(ذخیرہ الفاظ)

۱۔ درج ذیل الفاظ کے معانی لغت سے تلاش کر کے لکھیے:
تند و تیز، جغرافیائی اعتبار، موافق، معدنیات، فلاح و بہبود، قانون ساز، بالادستی۔

(مختصر جواب کے سوالات)

- ۲۔ درج ذیل سوالات کے مختصر جوابات تحریر کیجیے:
- مضمون میں پاکستان کے کن دریاؤں کا ذکر کیا گیا ہے؟ نام تحریر کیجیے۔
 - پاکستان کے صحرا کا نام لکھیے۔
 - پاکستان کے کن علاقوں میں برف پڑتی ہے؟ چار شہروں کے نام معلوم کر کے لکھیے۔
 - پاکستان کے کون سے علاقے آموں کی بہترین فصل کے لیے مشہور ہیں؟ معلوم کیجیے اور لکھیے۔
 - پاکستان کے مشہور خشک میوہ جات کون سے ہیں؟
 - پاکستان کی پانچ ایسی شخصیات کے نام لکھیے جو بین الاقوامی شہرت رکھتی ہوں۔

(تفصیلی جوابات کے سوالات)

- ۳۔ درج ذیل سوالات کے تفصیلی جوابات تحریر کیجیے:
- سمندر کا ہونا کسی ملک کے لیے نعمت کا درجہ کیوں رکھتا ہے؟
 - آپ کو اپنے ملک کی کون سی خصوصیت سب سے زیادہ پسند ہے؟ اس کے بارے میں چند جملے لکھیے۔
 - پاکستانی فوج کے تینوں حصوں، بڑی، بحری اور فضائی کے نشانات معلوم کر کے ان کی تصاویر کاپی میں چپکائیے یا بنائیے۔
 - 'پاکستان ہمارا وطن' کے عنوان سے تین یا چار پیرا گراف پر مبنی مضمون لکھیے۔ مضمون میں وطن کی اہمیت کے متعلق کوئی قول اور شعر بھی ضرور شامل کیجیے۔

سرگرمی:



☆ اپنی جماعت کے ایک گوشے میں گوشہ پاکستان بنائیے جہاں سب طلبہ و طالبات پاکستان سے متعلقہ اشیا، مثلاً پاکستانی فصلوں کے نمونے، پھلوں کی تصاویر، دستکاری کے نمونے، مشہور لوگوں کی تصاویر وغیرہ جمع کر کے ترتیب سے رکھیں۔ دوسری جماعتوں کے طلبہ و طالبات کو بھی یہ نمائش دیکھنے کی دعوت دیجیے۔

سورج وطن ہمارا



پرچم ہے چاند تارا
سورج وطن ہمارا
درویش کی قوا ہے قائد کا حوصلا ہے
بندوں کی جاں فشانی اللہ کی رضا ہے
اک خواب اک ارادہ اک ملک بن گیا ہے
پرچم ہے چاند تارا
سورج وطن ہمارا

اک تار آہنی ہے ملت کے پیرہن میں
اک محترم اضافہ قوموں کی انجمن میں
تازہ لہو دیا ہے خود وقت کے بدن میں

پرچم ہے چاند تارا
سورج وطن ہمارا
ایک ایک کر کے ٹوٹے سارے قدیم جادو
آتی ہیں لے کے صدیاں اگلے دنوں کی خوشبو
اُٹھے ہیں فاتحانہ محنت کشوں کے بازو

پرچم ہے چاند تارا
سورج وطن ہمارا

(جمیل الدین عاقی)

(ذخیرۃ الفاظ)

- ۱۔ درج ذیل الفاظ کے معانی لغت سے تلاش کر کے لکھیے:
نوا، جاں فشانی، رضا، پیرہن، محترم، تار آہنی۔

(تشریح)

- ۲۔ ترانہ ”سورج وطن ہمارا“ کے دوسرے بند کی تشریح مع حوالہ کیجیے۔
۳۔ ترانہ ”سورج وطن ہمارا“ کا مرکزی خیال تحریر کیجیے۔
۴۔ ترانے کا درج ذیل مفہوم سے مناسبت رکھنے والا بند نقل کیجیے:
مفہوم: قائد اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی حوصلہ مندی، بندوں کی محنت اور اللہ تعالیٰ کی رضا سے مسلمانوں کے خواب کو تعبیر مل گئی اور ایک سورج کی مانند روشن ملک بن گیا۔ اس ملک کا پرچم چاند تارا ہے۔

.....
.....
.....

- ۵۔ دوسرے بند کے اشعار کے آخری مصرعوں کا قافیہ اور ردیف تحریر کیجیے۔ اس قافیے کے مزید تین الفاظ لکھیے۔
۶۔ اس ترانے سے اپنے پسندیدہ اشعار منتخب کر کے بیاض میں نقل کیجیے۔

سرگرمیاں:



- ☆ اخبارات، رسائل اور کتب سے قومی ترانوں کا انتخاب کیجیے۔ ہر طالب علم ایک ترانہ یا قافی نغمہ تلاش کر کے لائے۔ ان سب کو جمع کر کے اپنی جماعت کی ترانوں کی کتاب بنائیے۔ وقتاً فوقتاً اس میں سے ایک ترانے کی بلند خوانی کرتے رہیے۔ کوشش کیجیے کہ کچھ ترانے زبانی یاد ہو جائیں۔
☆ خود قومی ترانے لکھیے اور جماعت میں سنائیے۔ نظم نگاری کا طریقہ اختیار کرتے ہوئے یہ کام کیجیے۔

قومی پرچم کے آداب

قومی پرچم محض کپڑے کا ٹکڑا نہیں بلکہ قوموں کی شناخت اور عظمت کا نشان ہوتا ہے۔ پرچم سر بلند رکھنا قوم کی بہادری، ترقی اور غیرت کا منظر ہوتا ہے۔

ہر زمانے میں قوموں نے اپنی نشانی کے طور پر جھنڈے بنانے کی روایت قائم رکھی۔ آج کل بھی ہر ملک کا اپنا جھنڈا ہے۔ ہر جھنڈے میں موجود رنگ، تصاویر یا علامتیں اپنے معنی رکھتی ہیں۔

پاکستانی پرچم کا ہر رنگ مسلم قومیت اور سفید رنگ اس میں رہنے والی غیر مسلم اقلیتوں کو ظاہر کرتا ہے۔ اس کا ہلال یعنی چاند مسلم قوموں کی نشانی ہے اور پانچ کونوں والا ستارہ اسلام کے پانچ ارکان کو ظاہر کرتا ہے۔

پرچم تیار کرتے وقت اس بات کا خیال رکھنا ضروری ہے کہ پرچم کا ڈیزائن حکومت پاکستان کے منظور شدہ ڈیزائن کے ہو بہو ہو، تین چوتھائی گہرا سبز اور چوتھائی سفید جس کے ہرے حصے پر سفید رنگ کا ہلال ہو۔ ہلال کے دونوں کناروں کے درمیان میں پانچ کونوں والا ستارہ ہونا ضروری ہے۔



پرچم کی لہرائی اور چوڑائی میں تین اور دو کی نسبت ہونی ضروری ہے۔ یعنی اگر لہرائی تین فٹ ہے تو چوڑائی دو فٹ ہونی چاہیے۔ قومی پرچم ہر وقت لہراتا نہیں رہنا چاہیے۔ صرف خاص خاص مواقع مثلاً یومِ پاکستان ، یومِ آزادی ، یومِ دفاعِ پاکستان ، یومِ پیدائش قائد اعظم پر اور جب کبھی حکومت اعلان کرے ، قومی پرچم کو لہرایا جا سکتا ہے۔ صدر مملکت ، وزیر اعظم ، صوبوں کے گورنر ، مرکزی اور صوبائی وزرا اور غیر ممالک میں پاکستانی سفارتی نمائندوں کی رہائش گاہوں پر اس وقت تک لہرایا جائے گا جب تک وہ وہاں موجود ہوں۔

جب قومی پرچم لہرایا یا اتارا جا رہا ہو تو وہاں موجود تمام لوگوں کے لیے ضروری ہے کہ احتراماً اس کی طرف منہ کیے کھڑے رہیں ، جب تک یہ عمل مکمل نہ ہو جائے۔ قومی پرچم کو کسی میت کے ساتھ دفن نہیں کیا جا سکتا۔ صرف ان شخصیتوں کی میت پر پرچم ڈالا جا سکتا ہے جنہیں قومی اعزاز کے ساتھ دفن کرنے کا اعلان کیا جائے۔ اس وقت بھی یہ احتیاط ضروری ہے کہ میت کو قبر میں اتارتے وقت پرچم کو احتیاط سے اتار لیا جائے۔ پرچم کو گرا کر ، جھکا کر ، زمین سے چھوتا ہوا ایک جگہ سے دوسری جگہ نہ لے جایا جائے۔ کسی اور کام مثلاً چیزیں لپیٹنے ، باندھنے وغیرہ کے لیے استعمال نہ کیا جائے۔

گندا ، بوسیدہ پھیکے رنگ کا یا کسی بھی اور رنگ میں پرنت ہوا پرچم کبھی نہ لہرایا جائے۔ اس سے وطن کا وقار مجروح ہوتا ہے۔ پرچم بلا وجہ سرنگوں نہیں کیا جا سکتا۔ صرف اہم شخصیات کی وفات یا افسوسناک حادثات کی صورت میں حکومت کے اعلان کرنے پر ہی ایسا کیا جا سکتا ہے۔

پاکستان کے پرچم کا ڈیزائن جناب امیر الدین قدوائی نے تیار کیا تھا۔ یہ نہ صرف پاکستان کی پہچان ہے بلکہ دنیا کے ایک اہم ترین مسلم ملک کے جو شیلے ، بہادر اور باصلاحیت لوگوں کی ہمت و طاقت کا نمائندہ بھی ہے۔

تحریک پاکستان میں خواتین کا حصہ



محترمہ فاطمہ جناح رحمۃ اللہ علیہ

قیام پاکستان کے سفر میں بے قد، باوقار شخصیت، آنکھوں میں سنجیدگی کی حامل محترمہ فاطمہ جناح رحمۃ اللہ علیہا اپنے بھائی قائد اعظم محمد علی جناح رحمۃ اللہ علیہ کے شانہ بشانہ کھڑی نظر آتی ہیں۔ تحریک پاکستان کی انقلابی مہم کے دوران بچوں سے بزرگوں تک اور بچوں سے خواتین تک سب نے حتی المقدور حصہ لیا۔ محترمہ فاطمہ جناح رحمۃ اللہ علیہا کا نام ان خواتین میں سرفہرست ہے جو مکمل جانفشانی سے اس مقصد میں کامیابی کی جدوجہد میں شامل رہیں۔

ابتدا میں خواتین اپنے حق اور اختیار سے ناواقف ہونے کی بنا پر ۱۹۳۷ء کے صوبائی الیکشن میں ووٹ دینے کی ذمہ داری سے الگ تھلگ رہیں۔ اس کی وجہ سے مسلم لیگ کُل نشستوں کا صرف چوتھائی حصہ حاصل کر سکی۔

لہذا قائد اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے ۱۹۳۷ء میں آل انڈیا مسلم لیگ کے اجلاس منعقدہ لکھنؤ میں تقریر کرتے ہوئے فرمایا:

”میں ہر مرد، عورت اور بچے کو تلقین کرتا ہوں کہ آپ سب آل انڈیا مسلم لیگ کے جھنڈے تلے جمع ہو کر اپنے آپ کو منظم کریں اور اپنی صفوں میں اتحاد پیدا کریں۔“



بیگم رعنا لیاقت علی خان

اس تقریر کے نتیجے میں مسلم خواتین جوق در جوق مسلم لیگ میں شامل ہونے لگیں۔ بیگم محمد علی جوہر سب سے پہلے مسلم لیگ کی مجلس عاملہ کی رکن بنی تھیں۔ ۱۹۳۸ء میں پٹنہ کے اجلاس میں مسلم خواتین کی ایک ذیلی کمیٹی بنائی گئی تھی جس میں ممبئی سے محترمہ فاطمہ جناح رحمۃ اللہ علیہا، پنجاب سے بیگم وقار النساء نون اور بیگم شاہ نواز دہلی سے بیگم اقبال ملک اور بیگم نور الصباح اور سندھ سے بیگم عبداللہ ہارون منتخب کی گئیں۔

بیگم رعنا لیاقت علی خان، لیڈی عبدالقادر، بیگم سلمیٰ تصدق حسین، بیگم شاکستہ اکرام اللہ، بیگم نواز اسماعیل خان، فاطمہ بیگم، مس ایم قریشی اور بیگم ایم ایم اصفہانی کے علاوہ بھی ہزاروں لاکھوں خواتین اس مہم میں شامل رہیں۔ ان عظیم خواتین کی سرپرستی میں ملک کے کونے کونے میں مسلم لیگ کا پیغام پہنچا اور یہ تحریک کامیابی سے ہم کنار ہوئی۔

تحریک پاکستان ایک جذبے کا نام تھا۔ اس جذبے نے بچوں سے لے کر بڑوں تک کو اپنے حصار میں لے رکھا تھا۔ حکومت بناتے وقت انگریز حکومت اور کانگریس کی ملی بھگت سے دھاندلی کی گئی۔ خواتین کو ان کے کام سے روکا گیا۔ لیکن انھوں نے ہمت نہ ہاری۔



بیگم شائستہ اکرام اللہ



بیگم عبد اللہ پارون

۱۹۳۰ء سے ۱۹۳۷ء تک عملی سیاست میں بھرپور کردار ادا کرنے کے ساتھ اپنے بیٹوں، بھائیوں اور شوہروں کو مسلم لیگ کی حمایت کے لیے تیار کرنا ان کے بے مثال جذبے کی گواہی ہے۔ اس راہ میں آنے والے مصائب اور نقصانات کو سہنا، ہنستے ہنستے گھروں کو اس ایک مقصد کے لیے چھوڑ دینا، امرا، نوابوں کے ماحول کی عادی خواتین کا آسودگی سے بھرپور ہنستے ہنستے گھروں سے نکل کر مہاجر بستیوں میں صبر و برداشت سے رہنا پاکستان کی محبت کی چند مثالوں میں سے ہے۔

کتنی خواتین کے سہاگ اُجڑے، کتنی ماؤں کے بیٹے ان کے سامنے شہید کیے گئے، کتنی اپنی عزتوں سے محروم ہوئیں، لیکن ان سب پر حاوی ایک پاکستان بنانے کا جذبہ تھا جہاں مسلمانوں کی حکومت ہو اور جہاں بے فکری سے سب اپنے مذاہب پر عمل کر سکیں۔ اس خواب کی تعبیر ان ماؤں، بیٹیوں اور بہنوں کے خون سے رنگین ہے۔ اس خون کی لاج رکھنے والے اب ہم ہیں۔ ہمیں چاہیے کہ ہم اس ملک کو ان کے خوابوں کے مطابق بنا دیں جہاں امن ہو، سکون ہو، ترقی ہو اور ایک دوسرے سے محبت ہو!

اللہ تعالیٰ کرے کہ ہم اس نعمت کی قدر کرنے والے بن جائیں۔ آمین!

(ذخیرہ الفاظ)

۱۔ درج ذیل الفاظ کے معانی لغت تلاش کر کے لکھیے:
بادقار، شانہ بشانہ، حتی المقدور، جوق در جوق، مجلسِ عاملہ، ذیلی کمیٹی، ہمنکار، لاج رکھنا۔

(کثیر الانتخابی سوالات)

۲۔ مندرجہ ذیل میں سے ہر ایک کے درست جواب کے گرد دائرہ بنا کر خالی جگہ میں لکھیے:

- (i) محترمہ فاطمہ جناح..... کی بہن تھیں۔
- (الف) لیاقت علی خان (ب) محمد علی جناح رحمۃ اللہ علیہ (ج) سر سید احمد خان
- (ii) ۱۹۳۷ء کے ایکشن میں خواتین..... دینے کی ذمہ داری سے الگ تھلگ رہیں۔
- (الف) چندہ (ب) درس (ج) ووٹ
- (iii)..... سب سے پہلے مسلم لیگ کی مجلسِ عاملہ کی رکن بنی تھیں۔
- (الف) بیگم رعنا لیاقت علی خان (ب) بیگم محمد علی جوہر (ج) بیگم وقار النساء نون
- (iv) تمام خواتین پر..... کا جذبہ حاوی تھا۔
- (الف) پاکستان بنانے (ب) سیر و تفریح کرنے (ج) آرام سے رہنے
- (v) اس ملک کو بزرگوں کے خوابوں کا ملک بنانے والے..... ہیں۔
- (الف) غیر ملکی (ب) ہم (ج) دشمن عناصر

(مختصر جواب کے سوالات)

۳۔ درج ذیل سوالات کے مختصر جوابات تحریر کیجیے:

- (i) تحریک پاکستان کیسی مہم تھی؟
- (ii) محترمہ فاطمہ جناح کا نام کن خواتین میں سرفہرست ہے؟
- (iii) ۱۹۳۷ء کے صوبائی ایکشن میں ووٹ دینے کی ذمہ داری سے خواتین کیوں الگ تھلگ رہیں؟
- (iv) مسلم لیگ کے تحت مسلم خواتین کی ذیلی کمیٹی کب بنائی گئی تھی؟
- (v) تحریک پاکستان میں خواتین کی شمولیت سے کیا فائدہ ہوا؟

(تفصیلی جواب کے سوالات)

۳۔ درج ذیل سوالات کے تفصیلی جوابات تحریر کیجیے :

- (i) قائد اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے ۱۹۳۷ء میں آل انڈیا مسلم لیگ کے اجلاس منعقدہ لکھنؤ میں تقریر کرتے ہوئے کیا فرمایا؟
- (ii) مسلم لیگ کی ذیلی کمیٹی کے عہدیداران کے نام اور ان کے متعلقہ شہروں/صوبوں کے نام بھی تحریر کیجیے۔
- (iii) تحریک پاکستان کے لیے کام کرنے والی خواتین کے جذبے کی گواہی کی چند امثال تحریر کیجیے۔
- (iv) اس مضمون کے آخری پیرا گراف کو اپنے الفاظ میں وضاحت و امثال کے ساتھ تحریر کیجیے۔
- (v) اپنے بزرگ رشتے داروں سے پاکستان بننے میں ہونے والی مشکلات کے واقعات سنئے، خواہ انہوں نے ہجرت کی ہو یا پہلے سے ہی یہاں رہتے ہوں۔ اس زمانے کے حالات و واقعات ان سے پوچھ کر قلمبند کیجیے اور جماعت میں باری باری سنائیے۔

سرگرمی:



- ☆ تحریک پاکستان میں حصہ لینے والی خواتین میں سے کسی ایک کے بارے میں معلومات جمع کر کے کتابچہ بنائیے۔ یہ کام آپ گروپ کی صورت میں بھی کر سکتے ہیں۔ کتابچہ پڑھ کر سنائیے اور پھر جماعت میں رکھیے تاکہ سب ایک دوسرے کے بنائے کتابچے پڑھ سکیں۔

کردار:

راشد، سہیل (راشد کا دوست)، فرقان (راشد کا بیٹا)، عاصم (سہیل کا بیٹا)، فاطمہ (راشد کی بیوی)۔

پہلا منظر

(گاؤں کا ایک گھر، نیچی دیواریں، احاطہ باہر گائے، بھینسیں اور بکریاں بندھی ہوئی چارپائی پر ایک آدمی چنگیر میں روٹی اور اسٹیل کی پلیٹ میں کھانا کھا رہا ہے۔ بڑے بڑے لٹی کے گلاس بھی کھانے کے ساتھ ہی رکھے ہیں۔ سامنے زمین پر رکھے چولھے پر توار کھے ایک خاتون روٹیاں پکا رہی ہے۔ لڑکا باپ کو روٹی لالا کر دے رہا ہے۔)

راشد: فاطمہ! آج میرا دوست سہیل آ رہا ہے۔ کھانا ذرا زیادہ بنا لینا۔

فرقان: (خوش ہوتے ہوئے) ابا جان کیا عاصم بھی آ رہا ہے؟

راشد: پتہ نہیں بیٹا، شاید وہ ساتھ آجائے۔

فاطمہ: اچھا آپ کھیت سے مجھے ذرا تازہ سبزی بھجوا دیجیے اور مرغی تو بھی کاٹ کر دیتے جائیے۔

راشد: اچھا۔ جاؤ فرقان ذرا ڈبے سے بھوری مرغی لا کر دو۔

(راشد اور فرقان مل کر مرغی ذبح کر کے فاطمہ کو دیتے ہیں)

راشد: اچھا میں چلتا ہوں۔ دوپہر کے کھانے پر آؤں گا، سہیل کے ساتھ ہی!

دوسرا منظر

(سہیل، اس کا بیٹا عاصم، راشد اور فرقان گھر میں داخل ہو رہے ہیں۔ صحن میں لگے پیری کے درخت سے گرے پیر دیکھ کر عاصم خوش ہو کر اٹھا رہا ہے۔)

سہیل: السلام علیکم بھائی۔

عاصم: السلام علیکم آنٹی۔

فاطمہ: وعلیکم السلام۔ کیسے ہیں بھائی؟ کیسے ہو عاصم بیٹا؟ (فاطمہ کھانا تیار کرتے ہوئے جواب دیتی ہے)

(وہ چاروں اندر بیٹھک میں چلے جاتے ہیں جہاں چار کرسیاں اور ایک میز رکھی ہے۔)

راشد: سہیل! بہت دنوں بعد آنا ہوا تمہارا۔ بہت یاد کرتا ہوں میں تمہیں۔

سہیل: ہاں مصروفیت بہت رہتی ہے۔ یاد تو تم بھی بہت آتے ہو۔ (دونوں دوست قہقہہ لگاتے ہیں) یار زندہ صحبت باقی۔ سچ ہے،

جب بھی ملو لگتا ہے پچھڑے ہی نہ تھے۔

راشد: عاصم اور فرقان! تم جاؤ باہر کھیلو۔ بلکہ عاصم! پہلے تم منہ ہاتھ دھو کر تازہ دم ہو جاؤ۔
 عاصم: نہیں انکل! میں تو تازہ دم ہی ہوں۔ سفر آرام سے گزرا۔
 راشد: اچھا۔ فرقان! کھانے کا بندوبست کر لو۔

تیسرا منظر

(سب کھانا کھا رہے ہیں۔ میز پر مرغی کا سالن، تازہ آٹے کی روٹیاں اور تازہ کچنی اور کچی سبزی بھی رکھی ہے۔)
 سمیل: (کھانا کھاتے ہوئے) مزہ آ گیا۔ تازہ گندم کے آٹے کی روٹی، اصلی گھی کا سالن، تازہ سبزی۔ واہ!
 عاصم: جی ابو! مجھے بھی سالن بہت مزے کا لگ رہا ہے۔

راشد: بیٹے! جب گندم کی کٹائی ہوتی ہے تو ہم سال بھر کا گندم اپنے لیے رکھ کر باقی بیج دیتے ہیں۔ پھر تھوڑا تھوڑا بیجیں کر تازہ آٹا بناتے رہتے ہیں۔ گھر ہی کی مرغیاں ہیں جنہیں ذبح کر کے کھاتے ہیں۔



سہیل : راشد! تمہیں تو پتہ ہے کہ اب شہروں میں ایسی غذاؤں کے بارے میں آگہی بڑھتی جا رہی ہے جو مصنوعی طریقوں سے تیار کی جاتی ہیں۔ مثلاً مرغیوں کو اس طرح کی خوراک دی جاتی ہے جس سے وہ جلد بڑی اور موٹی ہو جاتی ہیں۔ اس طرح بیچنے والوں کو تو فائدہ ہوتا ہے لیکن صحت پر اس کے بڑے اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ اسی طرح بہت زیادہ آلودگی والے پانی میں اگائی گئی سبزیاں زہر کا کام کر رہی ہیں۔ اب وہاں بھی لوگ تازہ اور فطری طریقے سے تیار کی گئی غذاؤں کا اہتمام کر رہے ہیں۔ ایسی غذائیں organic کہلاتی ہیں اور عام ملنے والی غذاؤں سے قیمت میں بہت زیادہ ہیں۔

راشد : ہاں یہاں گاؤں میں بھی یہی سب کچھ ہونے لگا ہے۔ کچھ لوگ زیادہ دودھ کے لیے گائے بھینسوں کو انجکشن لگانے لگے ہیں۔ اس طرح بھی دودھ کی غذائیت متاثر ہوتی ہے۔

چوتھا منظر

(کھانے کے بعد راشد اور سہیل بیٹھک ہی میں چار پائیاں ڈال کر آرام کرتے ہوئے باتیں کرنے لگتے ہیں۔ دونوں لڑکے دوسرے کمرے میں چلے گئے ہیں جہاں فرقان کا بستہ اور بلا رکھا ہے۔ ٹی وی اسی کمرے میں ہے۔ کمرے میں کچھی چار پائیوں پر آرام کرتے ہوئے وہ دونوں بھی باتیں کرنے میں مصروف ہو جاتے ہیں۔)

فرقان : شام کو باہر کھیتوں میں چلیں گے۔ ایک طرف میدان میں کبڈی کا میچ ہو رہا ہوگا۔ وہ دیکھیں گے۔

عاصم : اچھا! پھر تو بہت مزہ آئے گا۔

فرقان : نہیں کوئی مزہ نہیں۔ یہاں بہت سست اور بور زندگی ہے۔ میرا بس چلے تو میں آج ہی گاؤں چھوڑ کر شہر چلا جاؤں۔ میں ہر وقت ابو سے یہی کہتا رہتا ہوں کہ آپ زمینیں بیچیں اور شہر چلیں۔ تمہارے ابو نے بھی تو یہی کیا تھا نا؟

عاصم : ہاں فرقان یہی کیا تھا! مگر اب وہ افسوس کرتے ہیں۔

فرقان : اچھا؟ کیوں افسوس کرتے ہیں؟ شہروں میں شاپنگ مال، صاف ستھری سڑکیں، ہر چیز کی سہولت۔۔۔ میں جب بھی شہر جاتا ہوں تو میرا وہاں سے آنے کو دل ہی نہیں چاہتا۔

عاصم : ہاں یہ سب تو مجھے بھی بہت اچھا لگتا ہے۔ لیکن یہاں کا سکون، ڈور تک پھیلے کھیت، لوگوں سے ملنا جُلنا اور سب کا ایک دوسرے سے واقف ہونا ابو کو بہت یاد آتا ہے۔ شہر میں بہت کم لوگ ایک دوسرے سے ملتے ہیں۔ وہاں کی تیز زندگی اور بے انتہا مصروفیت گھروں میں لوگوں کو ایک دوسرے سے بات کرنے نہیں دیتی، دوسروں سے ملنا تو ڈور کی بات ہے۔

فرقان : عاصم! تم وہاں رہتے ہو اس لیے ایسا کہہ رہے ہو۔ میں تو بس میٹرک کر لوں، پھر شہر ہی چلا جاؤں گا۔

عاصم : اچھا! وہ حامد اور احمد علی کیسے ہیں؟

فرقان : ٹھیک ہیں۔ شام کو وہ بھی ملیں گے، وہیں میچ دیکھنے آئیں گے۔

پانچواں منظر

(رات کے کھانے پر بھی سب جمع ہیں۔)

سہیل: ہاں بھئی تم لوگ کہاں غائب تھے؟

فرقان: میں عاصم کو بیچ دکھانے لے گیا تھا۔

عاصم: ابوا بہت مزہ آیا۔ بہت ہلکا ہوا رہا تھا۔ کوئی کھیل سامنے دیکھنے کا مزہ ہی الگ ہوتا ہے۔

سہیل: چلو اب تو ہم یہاں آتے ہی رہیں گے۔

عاصم: کیا مطلب ابو؟

سہیل: بات یہ ہے کہ میں اپنے ابا کے چھوٹے سے خستہ حال گھر کو ٹھیک کروا رہا ہوں۔ راشد سے بات کر لی ہے، وہ یہ کام کر

دے گا۔ پھر ہم یہاں اکثر آتے رہیں گے۔

عاصم: (خوش ہوتے ہوئے) یہ تو بہت اچھی بات ہے۔

سہیل: میں جب بھی کاروبار کے لیے مغربی ممالک جاتا ہوں یہ دیکھتا ہوں کہ وہ لوگ پورا ہفتہ شہروں میں کام کرنے کے بعد اپنی

چھٹیاں کسی دیہی علاقے میں گزارتے ہیں۔ یوں فطرت سے قریب ہونا انسانی صحت کے لیے بہت ضروری ہے۔ اسی طرح

پوری دنیا زراعت کو بہت اہمیت دیتی ہے کیونکہ غذا کا حصول انسانوں کی بنیادی ضرورت ہے۔ فیکٹریوں اور صنعتوں میں

بننے والی کسی بھی چیز کے بغیر انسانوں کا گزارا ممکن ہے، لیکن غذا کے بغیر نہیں۔

راشد: ہاں، زراعت ایک ایسی چیز ہے جو انسانوں کو غذا مہیا کرتی ہے۔ نہ صرف غذا بلکہ اس سے متعلق بہت سی دیگر چیزیں بھی

چنتی ہیں، مثلاً ہاتھ سے کیے گئے کام جو آرٹ میں شمار ہوتے ہیں، دستکاریاں اور بہت سے دیگر ہنر۔ ہمارا ملک زرعی ملک

ہے، اس لیے ہمیں زراعت کو مزید ترقی دینے کے لیے بہت سنجیدہ ہونا چاہیے۔

سہیل: ہاں زراعت کے علاوہ اسی سے متعلقہ دوسرے شعبے مثلاً دودھ اور اس سے بنی بہت سی ایشیا۔ میں جن دنوں ڈنمارک میں تھا

میں نے وہاں لوگوں کو دو یا تین چیزیں مثلاً آلو، مکھن، تھوڑا گوشت کا شوربہ کھانے میں استعمال کرتے دیکھا۔ لیکن پیداوار

کے لحاظ سے وہ پوری دنیا کو دودھ، پنیر، مکھن اور بہت سی ایشیا فراہم کرنے والا ملک ہے۔ اسی طرح چین کے لوگ بے انتہا

مختی ہیں اور خود بہت کم چیزیں استعمال کرتے ہیں۔ بقول میرے ایک چینی دوست کہ ہم اپنی چادر دیکھ کر پاؤں پھیلاتے

ہیں ورنہ خواہشات کی تو کوئی حد ہی نہیں ہوتی۔ خود محدود وسائل میں گزارہ کر کے بہت محنت سے پیداوار میں اتنا اضافہ کرنا

کہ اپنے ملک کی ضروریات پوری کرنے کے بعد دوسرے ملکوں کو برآمد یعنی فروخت کرنا ان ملکوں کی ترقی کا راز ہے۔

عاصم: ترقی کا کیا مطلب؟

سہیل : ترقی کا مطلب یہ کہ وہاں کے لوگوں کے چہروں پر اتنی محنت کے باوجود بشارت اور تازگی دیکھتا ہوں۔ جب وہ فارغ ہوتے ہیں تو ایک دوسرے کے ساتھ مل بیٹھ کر گپ شپ کرتے ہیں۔ دوسری جانب آمدورفت کے ذرائع مثلاً بجلی سے چلنے والی ریل گاڑیاں ، بڑے بڑے پل ، بہت بڑے صنعتی پراجیکٹس ، فیکٹریاں ، ملیں جن میں دن رات کام ہوتا ہے ، ترقی کے منہ بولتے ثبوت ہیں۔ یہ ترقی اُن قوموں کی زراعت کو اہمیت دیتے ہوئے اس سے متعلقہ صنعتوں کے فروغ سے ممکن ہوئی ہے۔

راشد : ہاں سہیل! اسی لیے میں ابھی تک شہر جانے نہ جانے کا فیصلہ نہیں کر پایا۔ کیونکہ مجھے گاؤں بہت اچھا لگتا ہے۔ لیکن بچوں کا اصرار بہت ہے کہ ہم شہر چلے جائیں۔

سہیل : ہم نے بچپن میں علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ کا شعر پڑھا اور یاد کیا تھا

۔ مرا طریق امیری نہیں فقیری ہے
خودی نہ بیچ غریبی میں نام پیدا کر

مصنوعی چیزوں سے چند دن کی خوشی حاصل ہوتی ہے اور حقیقی خوشی فطرت سے قریب رہنے میں ہی ہے۔

فرقان : جی انکل! لیکن مجھے تو شہر بہت ہی اچھا لگتا ہے۔

سہیل : ہاں بیٹے! ہر جگہ کے اپنے فائدے اور نقصان ہوتے ہیں۔ تم ضرور شہر آیا کرو ، ہم تمہیں سیر کرائیں گے۔ اور اب ہم بھی یہاں زیادہ آیا کریں گے۔ شہروں اور گاؤں کے فرق اب اس لیے بھی کم ہوتے جا رہے ہیں کہ رابطے کے ذرائع بہت ترقی کر چکے ہیں اب تمہیں یہاں انٹرنیٹ کی سہولت بھی ہے اور ٹی وی کی بھی۔

راشد : تمہاری باتوں سے مجھے فیصلہ کرنے میں آسانی ہوگئی۔

(پردہ گرتا ہے)

۱۔ دیے گئے خانوں میں درکار مواد لکھیے:

اس کردار کا کوئی مکالمہ جو آپ کو پسند آیا ہو	کردار کا تعارف	کردار
.....	راشد صاحب
.....	سہیل صاحب
.....	عاصم
.....	فرقان
.....	فاطمہ

۲۔ درج ذیل سوالات کے جواب تحریر کیجیے:

(i) یہ ڈرامہ کہاں وقوع پذیر ہو رہا تھا؟ (جگہ)

(ii) اس ڈرامے کے کتنے مناظر ہیں؟

(iii) اس ڈرامے کے کتنے کردار ہیں؟

(iv) سہیل شہر جا کر خوش نہیں ہے کس کردار کے کس مکالمے/مکالموں سے یہ بات معلوم ہوئی؟ وہ مکالمے نقل کیجیے۔

(v) پوری دنیا زراعت کو اہمیت کیوں دیتی ہے؟ ڈرامے میں بتائی گئی وجوہات نقل کیجیے۔

(vi) اس ڈرامے میں موجود علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ کے شعر کی تشریح کیجیے۔

نوٹ: یاد رہے 'خودی' کا مطلب 'خود داری' ہے اور 'خود داری' کا مطلب اپنی عزت نفس کا خیال رکھنا اور کم وسائل پر قناعت کرنا ہیں۔

(vii) سہیل نے شہر اور گاؤں دونوں سے فائدہ اٹھانے کے لیے کیا منصوبہ بنایا؟

(viii) فرقان ڈرامے کے آخر تک شہر جانے کا شوقین ہے۔ یہ کس مکالمے سے ظاہر ہوتا ہے؟

(ix) ڈرامے کے اختتام پر راشد نے کہا کہ تمہاری باتوں سے مجھے فیصلہ کرنے میں آسانی ہو گئی۔

آپ کے خیال میں راشد نے کیا فیصلہ کیا ہوگا؟ اپنے جواب کے حق میں دو یا تین وجوہات/دلائل بھی دیجیے۔

(x) اس ڈرامے میں آپ کا پسندیدہ کردار کون سا ہے؟ اپنی پسندیدگی کی وجوہات بھی تحریر کیجیے۔

۳۔ عاصم کے نقطہ نظر سے (عاصم کی زبانی) اس کے گاؤں کے سفر کا حال روزنامے (ڈائری) کے انداز میں لکھیے۔

یاد رہے ڈائری/روزنامے میں صرف اہم باتوں اور تاثرات کا تذکرہ کیا جاتا ہے۔

سرگرمی :



- ☆ اپنی جماعت کو پانچ پانچ بچوں کے گروپس میں تقسیم کیجیے۔ باہمی صلاح و مشورے سے کردار منتخب کیجیے۔ پوری جماعت مل کر کچھ اشیا مثلاً چارپائی، چنگیر وغیرہ کا بندوبست کرے (جو اشیا بھی ممکن ہوں) اور گاؤں میں راشد کے گھر کا منظر ترتیب دے۔
- ☆ ہر گروپ تیاری کے بعد باری باری آکر ڈراما پیش کرے۔ آپ اس ڈرامے میں مزید مکالموں اور کرداروں کا اضافہ بھی کر سکتے ہیں۔ دونگ کے ذریعے پیش کش کو درجہ دیجیے۔ درجہ دینے میں درج ذیل معیارات پر پوائنٹس دیجیے۔
- یادداشت (مکالمے یاد ہونا)
 - تلفظ (درست تلفظ سے مکالموں کی ادائیگی)
 - اداکاری (جسمانی حرکات و سکنات اور چہرے کے تاثرات کا مکالموں کی ادائیگی سے مطابقت رکھنا)۔
 - اداکاروں کی آپس میں ہم آہنگی (ایک دوسرے سے تعلق نظر آنا، مکالموں اور مناظر میں ربط ہونا)۔

گنتی سیکھیے

.....	بہتر	۷۲	اکہتر	۷۱
.....	چوتہتر	۷۳	تہتر	۷۳
.....	چھتہتر	۷۶	ہفتتہتر	۷۵
.....	اٹھتر	۷۸	ستتر	۷۷
.....	اسی	۸۰	اناسی	۷۹
.....	بیااسی	۸۲	اکیاسی	۸۱
.....	چوراسی	۸۴	تراسی	۸۳
.....	چھیاسی	۸۶	پچاسی	۸۵
.....	اٹھاسی	۸۸	ستاسی	۸۷
.....	نویسے	۹۰	نواسی	۸۹
.....	بانویسے	۹۲	اکیانوے	۹۱
.....	چورانویسے	۹۴	ترانوے	۹۳
.....	چھیانوے	۹۶	پچانوے	۹۵
.....	اٹھانوے	۹۸	ستانوے	۹۷
.....	سو	۱۰۰	ننانوے	۹۹

کراچی کی بس

بس میں لٹک رہا تھا کوئی ہار کی طرح
کوئی پڑا تھا سایہ دیوار کی طرح
سہا ہوا تھا کوئی گنہگار کی طرح
کوئی پھنسا تھا مرغ گرفتار کی طرح

محرور ہو گیا تھا کوئی ایک پاؤں سے
جو تباہی کا کھڑاؤں سے

گاڑی میں ایک شور تھا ، کنڈکٹر آگے چل
کہہ دے خدا کے واسطے ، ہاں ٹھیک ہے ڈیل
کب تک کھڑا رہے گا سرِ جاوہ عمل
لڑنے کی آرزو ہے تو باہر ذرا نکل

تجھ پر خدا کی مار ہو ، اشارت کر دے بس
دو پیسے اور لے لے جو دولت کی ہے ہوس



کنڈکٹرز اب یہ کہتا تھا ، وہ بس چلائے کیوں
جو بس میں آگیا ہے کرے ہائے ہائے کیوں
جس کو ہو جاں عزیز مری بس میں آئے کیوں
ایسے ہی گل بدن تھے تو پیسے بچائے کیوں

ٹھانی ہے دل میں اب نہ دہیں گے کسی سے ہم
نگل آگئے ہیں روز کی کنڈکٹری سے ہم

کہتا تھا وہ ، کسی سے بھی کمتر نہیں ہوں میں
یعنی کسی کے باپ کا نوکر نہیں ہوں میں
پبلک سے کیوں ڈروں ، کوئی لیڈر نہیں ہوں میں
کیوں ریگولر چلوں ، مہ و اختر نہیں ہوں میں

بس میں کھڑے رہو جو مرے خیر خواہ ہو
”دیکھو مجھے جو دیدہ عبرت نگاہ ہو“

یہ بس جو واقعی تھی کئی سال سے علیل
مشکل سے ایک گھنٹے میں چلتی تھی چار میل
مالک نے بھی یہ سوچ کے دے دی تھی اُس کو ڈھیل
اب اس کی زندگی کے ہیں لمحے بہت قلیل

اب تو کسی ٹرک سے اچانک یہ جا ملے
کچھ بیمہ کمپنی سے ہمیں بھی صلا ملے

(دلاورنگار)

تعارف

دلاور فگار (پیدائش: ۱۹۲۹ء۔ وفات: ۱۹۹۸ء) کا اصل نام دلاور حسین تھا، تخصص پہلے شباب اور پھر فگار اختیار کیا۔ ابتدائی تعلیم بدایوں (بھارت) میں حاصل کرنے کے بعد آگرہ یونیورسٹی سے ایم اے معاشیات کیا۔ دلاور فگار نے شاعری کا آغاز غزل سے کیا۔ بعد ازاں معروف شاعر کلیل بدایونی کے مشورے پر عمل کرتے ہوئے کلفت شاعری شروع کی اور اس میں نام پیدا کیا۔ آپ نے بطور مزاحیہ شاعر پہلے بھارت میں شہرت حاصل کی، بعد ازاں ۱۹۶۹ء میں کراچی منتقل ہوئے اور یہاں بھی مقبولیت کے جھنڈے گاڑے۔ حس مزاح، طنزیہ اور مزاحیہ شعر گوئی کا انداز اُن کی وجہ مقبولیت ہے۔ دلاور فگار کی تصنیفات میں 'حادثے' (غزلیات)، 'ستم ظریفیاں'، 'شامت اعمال'، 'آداب عرض'، 'انگلیاں فگار اپنی'، 'از سر نو'، 'مطلع عرض ہے'، 'خدا جھوٹ نہ بلوائے' اور 'نی سبیل اللہ' اہم ہیں۔ 'کلیات دلاور فگار' کے عنوان سے اُن کا تمام مزاحیہ کلام بھی شائع ہو چکا ہے۔ کراچی کے مختلف اخبارات میں مظلوم کالم نگاری بھی کرتے رہے۔

(ذخیرۃ الفاظ)

- ۱۔ درج ذیل الفاظ اور محاوروں کے معانی کتاب کے آخر میں دی گئی فرہنگ سے دیکھ کر لکھیے:
- کُل بدن، علیلی، قلیل، صلا، خدا کی مار ہونا، دل میں ٹھان لینا۔
- ۲۔ لغت سے دیکھ کر ان تراکیب کا مفہوم بیان کریں:
- دیدہ عبرت نگاہ، مرغ گرفتار، سر جادہ عمل، مدد اختر۔
- ۳۔ درج ذیل الفاظ و محاورے اپنے جملوں میں استعمال کیجیے:
- علیلی، قلیل، صلا، خیر خواہ، دل میں ٹھان لینا، ڈھیل دینا۔
- ۴۔ نظم "کراچی کی بس" کا مرکزی خیال تحریر کیجیے۔

(تشریح)

- ۵۔ نظم "کراچی کی بس" کے پہلے اور آخری بند کی تشریح کیجیے۔
- ۶۔ دلاور فگار کی یہ نظم کس صنف نظم میں لکھی گئی ہے؟ (مسدس، غزل، مثنوی)

۷۔ اس نظم کے پہلے بند کے پہلے چار مصرعوں کی ردیف اور قافیے درج ذیل ہیں۔ آپ تیسرے اور چوتھے بند کے پہلے چار مصرعوں کی ردیف اور قافیے لکھیے۔

ردیف	قافیہ
مثال: پہلا بند	ار (ہار، دیوار، گنہگار، گرفتار)
تیسرا بند
چوتھا بند

سرگرمیاں:



- ☆ نظم ”کراچی کی بس“ سے اپنا پسندیدہ بند کسی چارٹ پیپر کے آدھے حصے پر خوشخط لکھیے اور اس کی تصویر کشی بھی کیجیے۔
- ☆ اس نظم میں ’بس‘ کا ایک منظر مزاحیہ انداز میں بیان کیا گیا ہے۔ آپ اسی طرح کسی اور سواری (مثلاً رکشا، ریل گاڑی، ٹیکسی، ہوائی جہاز) کا ذکر کر کے اسی نظم میں تبدیلیاں کیجیے اور نئی نظم (بیروڈی) بنائیے۔
- یہ کام چار یا پانچ بچوں کے گروپ کی صورت میں کیجیے۔ بعد ازاں اپنی نظمیں جماعت میں پیش کیجیے۔ ہر گروپ کی نظم کچھ عرصے کے لیے جماعت میں آویزاں بھی کیجیے۔
- ☆ نظم میں سے اپنے پسندیدہ اشعار منتخب کر کے اپنی پیاض میں نقل کیجیے۔

لاہور کا رکشا

.....

.....

.....

.....

.....

.....

.....

.....

جانچ فارم برائے جائزہ حب الوطنی

یہ فارم بھر کر اپنا جائزہ لیجیے کہ آپ کتنے / کتنی محبت الوطن ہیں۔

۱۔ نام ۲۔ والد کا نام

۳۔ گھر کا پتہ

۴۔ اسکول کا نام اور پتہ

۵۔ اپنی پسند بتائیے :

(i) اپنے علاقے کی کیا بات / باتیں پسند ہیں

(ii) پسندیدہ پاکستانی کھانا (iii) پسندیدہ پاکستانی لباس

(iv) پسندیدہ طریقہ رہن سہن

(v) پسندیدہ روایت / روایات (مثلاً مہمان نوازی)

(vi) پسندیدہ ہم وطن (مثلاً کھلاڑی، لیڈر)

(vii) مقام سیر و تفریح (viii) پسندیدہ موسم

(ix) پسندیدہ شخصیت (رشتے دار، معلم)

(x) پاکستانیوں کی کوئی پسندیدہ عادت (مثلاً بیمار پرسی کرنا)

(xi) اہم ترین موقع / مواقع جو آپ کو یہاں رہتے ہوئے حاصل ہے / ہیں

۶۔ آپ اس ملک کے لیے کیا کرتے ہیں؟

۷۔ مستقبل میں کیا کرنا چاہیں گے؟

۸۔ آپ کو یہاں رہتے ہوئے کون سے مسائل درپیش ہیں؟ کوئی تین مسائل تحریر کریں۔

۹۔ ان مسائل کے حل کیا ہو سکتے ہیں؟ کوئی سے تین ممکنہ حل لکھیے۔

۱۰۔ آپ اس سلسلے میں کیا کر سکتے / کر سکتی ہیں؟

☆ کسی بھی نعمت کے لیے شکر گزار ہونا اُس نعمت کی حفاظت بھی کرتا ہے اور اُس میں برکت کا باعث بھی ہوتا ہے۔ اس ملک کے

حاصل ہونے پر آپ اللہ تعالیٰ کا شکر کن الفاظ میں ادا کریں گے؟ تحریر کیجیے۔

مسدس حالی

پس منظر

ہماری زبان کی نظم و نثر میں جو کتابیں لکھی گئیں، اُن میں قبولِ عام اور حیاتِ دوام اگر کسی کو نصیب ہوا تو وہ مولانا حالی کا مسدس ہے۔ یہ ۱۳۹۶ء میں لکھا گیا تھا۔ اُس کے بعد سے اب تک جتنے ایڈیشن نکلے، شاید ہی کسی دوسری کتاب کے نکلے ہوں گے۔

مسلمانوں کی تاریخ میں بغداد کی تباہی پر شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ نے ماقم کیا۔ اُنڈلس (اسپین) کی بربادی پر ابن بدرون نے نوحہ لکھا۔ ہندوستان کی انگریزوں کے ہاتھ بربادی کے چوبیس برس بعد لکھی گئی یہ مسدس لوگوں کے لیے مسلمانوں کے زوال کا مرثیہ بنی۔ جس نے سنا، بے تاب ہوا۔

اس مسدس میں نہ صرف زوال کی داستان لکھی گئی، بلکہ قوم کی غیرت جگانے کے لیے مسلمانوں کی تاریخ کے کارنامے اس طرز و اسلوب سے بیان کیے کہ مسلمانوں کا ذاتی تشخص (پہچان) اور اعتماد بحال ہو سکے۔ اسی طرح مستقبل کی فکر کے سامان کے لیے کمزوریوں کا بیان اور حالت سدھارنے کا خاکہ بھی پیش کیا گیا۔

غرض مولانا الطاف حسین حالی کی لکھی یہ مسدس مسلمان قوم کی تیرہ سو برس کی حالت و کیفیت کا آئینہ تھی۔ سادگی، بے تکلفی، سلاست، روانی اور برجستگی اس مسدس کا خاصہ ہے۔ نظم کے ساتھ مقولے اور دیباچے کی نثر بھی اپنی سلاست اور فصاحت کے لحاظ سے ہماری زبان کے ادب کا اتنا بلند نمونہ ہے جس کی بیرونی آج تک نہ ہو سکی۔

(مولانا سید سلیمان ندوی کے مضمون سے ماخوذ)

کوئی ان سے پوچھے کہ اے ہوش والو
کس اُمید پر تم کھڑے ہنس رہے ہو
بُرا وقت بیڑے پہ آنے کو ہے جو
نہ چھوڑے گا سوتوں کو اور جاگتوں کو

بچو گے نہ تم اور نہ ساتھی تمہارے
اگر ناؤ ڈوبی تو ڈوبیں گے سارے

غرض عیب کیجے بیاں اپنے کیا کیا
کہ گبڑا ہوا یاں ہے آوے کا آوا
فقیہ اور جاہل ضعیف اور توانا
ہاتھ کے قابل ہے احوال سب کا

مریض ایسے مایوس دنیا میں کم ہیں
گبڑ کر کبھی جو نہ سنبھلیں وہ ہم ہیں

کسی نے یہ اک مرد دانا سے پوچھا
کہ ”نعمت ہے دنیا میں سب سے بڑی کیا؟“
کہا، ”عقل جس سے ملے دین و دنیا“
کہا، ”مگر نہ ہو اس سے انسان کو بہرا؟“

کہا، ”پھر اہم سب سے علم و ہنر ہے
کہ جو باعثِ افتخار بشر ہے“

کہا، ”مگر نہ ہو یہ بھی اُس کو میسر؟“
کہا، ”مال و دولت ہے پھر سب سے بڑھ کر“
کہا، ”دُر ہو یہ بھی اگر بند اس پر؟“
کہا، ”اُس پہ بجلی کا گرنا ہے بہتر

وہ ننگِ بشر تا کہ ذلت سے چھوٹے
خلاق سب اس کی نحوست سے چھوٹے“

مجھے ڈر ہے اے میرے ہم قوم یارو
مبادا کہ وہ ننگِ عالم تمہیں ہو
مگر اسلام کی کچھ حمیت ہے تم کو
تو جلدی سے اٹھو اور اپنی خبر لو

وگرنہ یہ قول آئے گا راست تم پر
کہ ہونے سے ان کا نہ ہونا ہے بہتر

رہو گے یونہی فارغ البال کب تک
نہ بدلو گے یہ چال اور ڈھال کب تک
رہے گی نئی پود پامال کب تک
نہ چھوڑو گے تم بھیڑیا چال کب تک

بس اگلے فسانے فراموش کردو
تعصب کے شعلے کو خاموش کردو

(ذخیرہ الفاظ)

- ۱۔ درج ذیل الفاظ اور محاوروں کے معانی کتاب کے آخر میں دی گئی فرہنگ سے دیکھ کر لکھیے :
بیڑے ، تعصب ، آوے کا آوا بگڑنا ، بھیڑیا چال ، فارغ البال ، افتخار بشر۔
- ۲۔ درج ذیل الفاظ کو اپنے جملوں میں استعمال کیجیے :
ناؤ ، تاسف ، فارغ البال ، پامال ، تعصب ، افتخار بشر۔

(تفصیلی جواب کے سوالات)

- ۳۔ درج ذیل سوالات کے تفصیلی جوابات تحریر کیجیے :
(i) ”مسدس حالی“ کس مقصد کے پیش نظر لکھی گئی؟
(ii) مسدس حالی کی خوبیاں کیا کیا ہیں؟
(iii) آج سے تقریباً ۱۳۵ برس پہلے لکھی جانے والی یہ نظم آج کے حالات سے بھی مطابقت رکھتی ہے۔ اس بات کے حق میں کم از کم تین یا چار دلائل دیجیے۔ ان دلائل کی مثال کے لیے چند اشعار بھی چن کر لکھیے۔

(تشریح)

- ۴۔ مسدس حالی کے پہلے اور آخری بند کی تشریح کیجیے۔
- ۵۔ مسدس کے تیسرے اور چوتھے بند کو نثر میں بیان کیجیے۔

رودادِ یومِ آزادی

گورنمنٹ ہائی اسکول میں اس سال بھی آزادی کی تقریب بہت جوش و خروش اور جذبے سے منائی گئی۔ اس سلسلے میں تیاریوں کا آغاز ۹ اگست سے ہی ہو گیا تھا۔ طلبہ و طالبات نے ملی نغموں، ترانوں، تقاریر، ڈراموں اور معلوماتی مقابلوں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ ۱۳ اگست کو طلبہ و طالبات، معلمین اور مددگار عملے نے مل کر پورے اسکول کو جھنڈیوں اور مشاہیر کے اقوال سے سجایا۔ ۱۳ اگست کی صبح تمام بچے ۶ بجکر ۳۵ منٹ پر صاف ستھرے یونیفارم پہنے جشنِ آزادی کے تحفے لگائے ہاتھوں میں جھنڈے تھامے اسکول کے اسمبلی ہال میں جمع ہوئے۔ بچوں کا جوش و خروش دیدنی تھا۔ تھوڑی ہی دیر میں مدرسِ اعلیٰ کے ساتھ مہمانِ خصوصی کی آمد ہوئی۔ بچوں نے نہایت ادب و احترام سے ان کا استقبال کیا۔

پروگرام کا باقاعدہ آغاز سورۃ الرحمن کی تلاوت سے ہوا۔ جماعتِ دہم کے طالب علم سلمان علی نے، جو ماشاء اللہ حافظ بھی ہیں، بہت خوش الحانی سے تلاوت کر کے سنا دیا۔

مدرسِ اعلیٰ کی درخواست پر مہمانِ خصوصی نے پرچم کشائی کی اور اس کے ساتھ ہی قومی ترانہ ملی جوش و جذبے سے پڑھا گیا۔ ترانے کے بعد بچے زمین پر بچھائی گئی دریوں پر بیٹھ گئے۔ مہمانِ خصوصی، مدرسِ اعلیٰ، معلمین نے اسٹیج پر اپنی نشیمنیں سجائیں۔ میزبان احمد جمال نے، جن کا تعلق ہم جماعت سے تھا، پروگرام کا آغاز کرتے ہوئے مہمانِ خصوصی محترم سعید احمد صدیقی صاحب کا تعارف کروایا۔

احمد جمال نے بتایا کہ سعید احمد صدیقی، جو کہ مشہور کالم نگار ہیں اور ان کی تحریریں ملک کے صفِ اول کے اخبارات و رسائل میں چھپتی ہیں، آج بچوں کو قائدِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ سے اپنی ملاقات کا حال سنائیں گے۔ یہ سن کر بچوں نے قائدِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ زندہ باد اور پاکستان زندہ باد کے نعرے لگائے۔

مدرسِ اعلیٰ نے بچوں کو پُر سکون اور منظم رہنے کا اشارہ کرتے ہوئے سعید احمد صدیقی صاحب سے درخواست کی کہ وہ قائدِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ سے اپنی ملاقات کا حال سنائیں۔

بچوں کی دلچسپی کا یہ عالم تھا کہ پل بھر میں ایسی خاموشی چھائی کہ اگر سوئی بھی گرتی تو آواز آ جاتی۔

سعید احمد صاحب نے بچوں سے سلام کے بعد گفتگو کا آغاز کرتے ہوئے بتایا کہ ان دنوں وہ علی گڑھ یونیورسٹی میں پڑھتے تھے۔ قائدِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے آنے کا سن کر ہم سب لڑکے خوشی سے بے تاب تھے۔ اسٹیشن پر ان کا استقبال کرنے کے لیے ایک جم غفیر جمع تھا۔ قائدِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ جیسے ہی اپنے لیے لائی گئی گھوڑا گاڑی میں تشریف فرما ہوئے، نہایت احتیاط سے گھوڑے نکال کر لڑکوں نے گاڑی کو خود چلایا اور یونیورسٹی تک لے گئے۔

سعید صاحب جب یہ تذکرہ کر رہے تھے تو ان کے چہرے پر آج بھی خوشی کے وہی تاثرات دیکھے جاسکتے تھے۔ بعد ازاں انہوں نے قائدِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی تقریر کے کچھ حصہ بالکل انہیں کے انداز و لہجہ میں سنایا۔

طلبہ و طالبات کے اصرار پر کچھ مزید واقعات سننے کے بعد سعید صاحب نے بچوں کا پروگرام دیکھنے کا اشتیاق ظاہر کیا۔

پروگرام کے آغاز میں سب سے پہلے جماعت وہم کے طلبہ و طالبات نے ملی نغمہ ”یہ وطن تمہارا ہے، تم ہو پاساں اس کے“ پیش کیا۔ تقریب کے شرکاء نے بھی جھنڈے ہلاتے ہوئے آواز میں آواز ملا کر ساتھ دیا۔
جماعت نهم اور ہشتم کے طلبہ و طالبات نے علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ کی نظم ”یارب دلِ مسلم کو وہ زندہ تمنا دے“ پر علامتی انداز میں ٹیبلو پیش کیا۔

بعد ازاں جماعت ہفتم، ششم اور پنجم کے طلبہ و طالبات کے مابین معلوماتی مقابلہ ہوا۔ ماشاء اللہ بچوں کے پاس پاکستان کے بارے میں معلومات کا ذخیرہ اکٹھا تھا۔ کانٹے کا مقابلہ ہوا اور صرف ایک پوائنٹ سے جماعت پنجم کے طلبہ و طالبات جیت گئے۔
جماعت پنجم کے طلبہ و طالبات نے ڈراما ”محمد علی جناح رحمۃ اللہ علیہ“ پیش کیا اور فرقان نے قائد اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا کردار ادا کرتے ہوئے اپنی جاندار اداکاری سے سب کے دل جیت لیے۔
جماعت ششم کے طلبہ و طالبات نے ڈراما ”آزادی کے محافظ“ پیش کیا۔ خوبصورت انداز پیشکش اور دلی جذبات نے تمام بچوں کے دلوں پر اثر کیا۔

جماعت پنجم چہارم اور سوم کے طلبہ و طالبات نے پاکستان میں بسنے والی مختلف قوموں کی ثقافت اور روایات کو ایک پریڈ کی صورت میں پیش کیا۔ اسی دوران سندھ، پنجاب، بلوچستان، خیبر پختونخوا اور مختلف علاقوں سے متعلقہ چھوٹے یادگاری نشانات اور اشیا مہمان خصوصی کو ہدیہ کی گئیں۔

مختلف جماعتوں کے طلبہ و طالبات کے درمیان مختصر تقریری مقابلے کے بعد پروگرام اپنے اختتام کو پہنچا۔ اسٹیج پر جماعت اول اور دوم کے طلبہ و طالبات نے چھوٹے پرچم ہلا کر ”دلِ پاکستان“ اتنے معصومانہ انداز میں پڑھا کہ سب کے چہروں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

اختتامیہ کلمات کہتے ہوئے مدرس اعلیٰ نے مہمان خصوصی کا شکریہ ادا کیا اور پھولوں کا گلستہ پیش کیا۔ اپنی تقریر میں مدرس اعلیٰ نے بچوں کو آزادی کی نعت کا شکر ادا کرنے اور قدر کرنے کی نصیحت کی۔
یوں یہ دل چسپ اور رنگا رنگ تقریب ساڑھے دس بجے اختتام پذیر ہوئی۔

”روداد“ کے معنی کارروائی یا حقیقت حال کے ہیں۔ انگریزی میں اسے رپورٹ کہتے ہیں۔ کسی جلسے، تقریب، تعلیمی یا تفریحی دورہ، حادثہ یا کسی محفل میں وقوع پذیر ہونے والے واقعات ترتیب وار من و عن یعنی بالکل ویسے ہی لیکن اختصار سے لکھنا روداد نویسی کہلاتی ہے۔

طریقہ و ترتیب

- واقعہ کیا تھا : جلسہ، تعلیمی دورہ
 کب وقوع پذیر ہوا : تاریخ، موقع
 کہاں ہوا : جگہ، مقام
 کون کون شامل تھا : شرکا، ساتھی، عہدیدار
 پروگرام کی ترتیب : آغاز، درمیانی حصہ، اختتام
 اہم نکات : ایسی باتیں / نکات جن کا تذکرہ ضروری ہو۔
 مختصراً ضرور شامل کیے جاتے ہیں۔

مثلاً: تقاریر کی اہم باتیں، حاضرین کا ردعمل، کوئی چوٹکا دینے والی یا بہت متاثر کرنے والی بات.....

☆ اپنے اسکول میں ہونے والے کسی حالیہ جلسے، تفریحی/تعلیمی دورے یا کسی تقریب کی روداد تحریر کیجیے۔

درخواست نویسی : صفائی کے محکمے کے افسر اعلیٰ کے نام درخواست

صفائی کے محکمے سے متعلقہ ادارے (میونسپل کمیٹی / بلدیہ) کے افسر اعلیٰ کے نام درخواست لکھیے جس میں اپنے علاقے کے مسائل کا تذکرہ کیجیے۔ افسر اعلیٰ کو ان کے اور ان کے محکمے کے فرائض کی کما حقہ ادائیگی اور تسلی نہ برتنے کی جانب توجہ دلاتے ہوئے اپنی توقعات ظاہر کیجیے۔

از چکوال

۱۵ جنوری ۲۰۱۴ء

بخدمت جناب افسر اعلیٰ میونسپل کمیٹی

جناب عالی!

ہم باشندگان چکوال محلہ ، حالیہ بارشوں کے بعد صفائی کے ناقص انتظام سے نہایت پریشان ہیں۔ تمام علاقے میں گندگیوں کے ڈھیر لگے ہوئے ہیں اور گٹر ابل رہے ہیں۔ سڑکیں جگہ جگہ سے ٹوٹی ہوئی ہیں۔ نالے بند ہیں ، پانی کے نکاس کا کوئی انتظام نہیں ہے جس کی وجہ سے پورا علاقہ مچھروں کی آماجگاہ بن چکا ہے۔ بدبو سے لوگ پریشان ہیں۔ راستوں پر چلنا پھرنا دشوار ہو گیا ہے اور سڑکوں پر گاڑیاں چلانا بے حد نقصان کا باعث بن رہا ہے۔ صفائی کا یہ عالم ہے کہ بارش کے بعد خاکروب علاقے میں نظر ہی نہیں آئے اور نہ ہی نکاسی کے لیے موجودہ نالوں سے گندگی صاف کی گئی ہے ، جس کی وجہ سے گندا پانی سڑکوں پر جمع ہے۔ اس کے علاوہ کئی ایک سڑکوں پر مین ہول کھلے پڑے ہیں ، جن کی وجہ سے حادثات کا خطرہ ہے۔ یہی نہیں بلکہ اسٹریٹ لائٹس کا بھی کوئی انتظام نہیں ہے جس کی وجہ سے ان گندی سڑکوں اور گلیوں میں اندھیرے میں چلنا مشکل ہو گیا ہے۔ اگر اس علاقے کی صفائی ، پانی کی نکاسی اور گتروں کا خاطر خواہ انتظام نہ کیا گیا تو کسی وقت بھی کوئی وبا پھوٹ کر پورے علاقے کو اپنی پیٹ میں لے سکتی ہے۔ مچھروں کی وجہ سے تو پہلے ہی زندگی عذاب بنی ہوئی ہے۔ لہذا ہم اہل چکوال آپ اور آپ کے عملے کی توجہ اس طرف دلاتے ہوئے توقع کرتے ہیں کہ ہمارے مسائل کا حل جلد از جلد تلاش کر کے اس پر فوری کارروائی کی جائے گی۔

آپ کے بروقت اقدامات کے لیے

درخواست گزار

اہل محلہ

ضلع چکوال

شہد کی تیاری ایک بے حد محنت طلب کام ہے۔ بہت سی ٹھیاں لگاتار رات دن کام کرتی ہیں تب وہ چیز وجود میں آتی ہے جس کو شہد کہا جاتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ایک پھول میں رس کی مقدار بہت تھوڑی ہوتی ہے اس لیے بے شمار پھولوں کا رس جمع کیا جاتا ہے تاکہ قابل ذکر مقدار میں شہد تیار ہو سکے۔

آدھا کلو شہد تیار کرنے کے لیے شہد کی ٹھیاں کو تین لاکھ میل سفر کرنا پڑتا ہے۔ ایک ٹھہی کی عمر چند ماہ سے زیادہ نہیں ہوتی۔ کوئی ٹھہی اپنی ساری عمر کا ہر لمحہ بھی پھولوں کا رس جمع کرنے میں لگا دے تو چند قطروں سے زیادہ شہد نہیں بنا سکتی۔ اجتماعی کوشش کے ذریعے لاکھوں ٹھیاں مل کر یہ کام کر لیتی ہیں۔ یہ قدرت کا سبق ہے جو اس نے ہم انسانوں کو دیا ہے۔ جس طرح اللہ تعالیٰ نے پانی اور پیٹرول کے ذخیرے زمین میں رکھ دیے ہیں، اسی طرح شہد کے ذخیرے بھی ہمیں مل سکتے تھے۔ ایک پیچیدہ نظام کے تحت اس کی تیاری دراصل ہمارے سیکھنے کے لیے ایک مثال کی حیثیت رکھتے ہیں۔

امریکا کے جہاز ساز کارخانے ۵۰ ہزار ٹن کا ایک ٹینکر ۱۶ ماہ میں بناتے ہیں، اسپین میں وہ ۲۳ مہینے میں بن کر تیار ہوتا ہے۔ مگر جاپان میں وہی ٹینکر ۸ مہینے میں بن کر تیار ہو جاتا ہے۔

اس جاپانی معجزے کا راز مغربی ماہرین نے مکمل جائزے کے بعد متحدہ عمل یعنی ٹیم ورک قرار دیا ہے۔ جاپان کے کارگر، منتظمین اور افسران سب حد درجہ اتحاد سے کام کرتے ہیں۔ عمل کے دوران کسی لمحے اتحاد اور ہم آہنگی ٹوٹنے نہیں دیتے۔ اس کے نتیجے میں کم وقت میں بہتر نتائج حاصل ہوتے ہیں۔

جاپان کی ہر سرگرمی اجتماعی سرگرمی ہے۔ وہ نہ اب اختلافات میں وقت ضائع کرتے ہیں نہ پرانے نقصانات کو غم بنا کر اپنے کام کی رفتار میں فرق آنے دیتے ہیں۔ یہی وہ ملک ہے جس کے دو بڑے شہروں ہیروشیما اور ناگاساکی پر ایٹم بم پھینک کر امریکا نے انہیں تباہ کر دیا تھا۔ لیکن انہوں نے نہ انتقام کو اپنے جذبات میں شامل کیا نہ ہی جنگ عظیم کی تباہی اور شکست سے ہمت ہاری بلکہ ان تمام باتوں کو پس پشت ڈال کر تعمیر اور مثبت کاموں پر توجہ مرکوز رکھی کیونکہ یہی انسانوں اور قوموں کو ترقی کی دوڑ میں آگے رکھتی ہے۔ نتیجتاً جاپان امریکا سے تجارتی فائدہ اٹھانے والوں میں سر فہرست ہے۔ آپس کے اختلافات اور دوسرے ملکوں سے تنازعات اقوام کو کمزور کر دیتے ہیں اور اس طرح افراد اور قومیں نقصان اٹھاتی ہیں۔

بڑی ترقی حاصل کرنے کا سب سے آسان طریقہ اتحاد ہے یعنی مل جل کر کام کرنا، جو کوشش کے نتائج کو ہزاروں گنا زیادہ کر

دیتا ہے۔

یہاں یہ بات یاد رکھنی بہت ضروری ہے کہ مل کر کام کرنے میں صبر و برداشت بہت ضروری ہے۔ جب بھی بہت سے لوگ مل کر کام کریں تو لازماً شکایتیں اور تنخیاں پیدا ہوتی ہیں۔ تقسیم میں کسی کو کم ملتا ہے کسی کو زیادہ، کسی کو اپنا فائدہ کم نظر آتا ہے، حق چھننا نظر آتا ہے، نقصان ہوتا نظر آتا ہے۔ یہ سب فطری ہے۔ اپنے ساتھ کام کرنے والوں پر آنے والے غصے کے جذبات پر قابو پانا اور اپنی انفرادیت کو قربان کرنا مشکل ضرور ہے ناممکن نہیں۔ بڑے مقصد کو ہمیشہ سامنے رکھنا اس کام کو آسان کر دیتا ہے۔ یہ سوچ

پروان چڑھانا بہت ضروری ہے کہ یہ عارضی تکلیفات ہیں جو مقصد کے حاصل کر لینے کے بعد ہمیں یاد بھی نہیں رہیں گی۔ بالکل ایسے ہی جیسے کسی منج کو جیت کر پوری ٹیم ایک ساتھ خوشی مناتی ہے۔

بحیثیت مسلمان یہ یقین پختہ کر لینا کہ ہم ہر کام اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے کر رہے ہیں اور وہی اس کا بدلہ دیں گے، کاموں کو آسان اور بابرکت بنا دیتا ہے۔ خلیفہ دوم حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سپہ سالاری کے منصب سے معزول کیا تو خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دل میں شدید ردِ عمل پیدا ہوا۔ مگر پھر انہوں نے اپنی اصلاح کی اور سوچا کہ میں تو یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ سے انعام کی امید میں کر رہا تھا۔ مجھے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کیا شکایت؟

مشق

- ۱۔ درج ذیل الفاظ کے معانی لغت سے تلاش کر کے لکھیے :
محنت طلب ، لگاتار ، اجتماعی ، پیچیدہ ، کاریگر ، ہم آہنگی ، پس پشت ڈالنا ، قابل ذکر ، حد درجہ ، تعمیری ، تنازعات ، انفرادیت ، عارضی ، معزول۔
- ۲۔ اس مضمون میں متحد ہو کر اجتماعی کوشش کرنے کی فطرت میں موجود کیا مثال دی گئی ہے؟ تفصیل سے لکھیے کہ وہ ہمارے لیے کس طرح مثال ہے؟
- ۳۔ کیا آپ کسی دوسرے کپڑے یا جانور کی مثال دے سکتے ہیں جو متحد اور منظم ہو کر کام کرتا نظر آتا ہو؟
- ۴۔ اس مضمون میں متحد اور منظم ہو کر کام کرنے کی انسانی کوشش کی کیا مثال دی گئی ہے؟
- ۵۔ مثبت طرزِ فکر یعنی انتقامی سوچ کی بجائے تعمیری سوچ اپنانا کس ملک کا طریقہ ہے؟ اس طرزِ فکر سے اس قوم کو کیا فائدہ ہوا؟
- ۶۔ اس مضمون میں تمام امثال مثبت ہی دی گئی ہیں۔ کم از کم تین ایسی امثال دیجیے جہاں متحد نہ ہونے اور بد نظمی سے کام کرنے سے نقصان ہوا ہو یا ہو رہا ہو۔ دو امثال روزمرہ کے واقعات کی اور ایک کسی ملک کی دیجیے۔
- ۷۔ مل جُل کر کام کرنے میں کیا مشکل پیش آتی ہے؟
- ۸۔ مل جُل کر کام کرنے کی مشکلات پر کیسے قابو پایا جاسکتا ہے؟ اس مضمون میں لکھی گئی تجاویز اپنے الفاظ میں تحریر کیجیے۔
- ۹۔ اس مضمون میں دی گئی تجاویز کے علاوہ بھی مل جُل کر کام کرنے کی مشکلات پر قابو پانے کے کچھ حل آپ کے ذہن میں ہیں۔ کم از کم دو تحریر کیجیے۔
- ۱۰۔ اس مضمون میں دی گئی آخری مثال میں حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سوچ بیان کی گئی ہے۔ کوئی ایسی مثال مختصراً تحریر کیجیے جب آپ نے اپنے اوپر قابو پانے کے لیے اپنے آپ کو سمجھایا ہو۔

- حُبّ الوطنی
- یہ وطن ہمارا ہے۔
- وطن کی منی عظیم ہے تو۔

کوئی عنوان منتخب کیجیے

تمہید :

- ☆ حُبّ الوطنی کسے کہتے ہیں؟
- ☆ یہ کیسا جذبہ ہے؟
- (قدرتی جذبہ جو حیوانوں سے انسانوں تک پایا جاتا ہے۔ مثال: مرغابیاں ہزاروں میل دور سے آکر موسم بدلتے ہی واپس وطن چلی جاتی ہیں)۔

متن :

- ☆ اس جذبے کے کیا فائدے ہیں؟
- (اپنی شناخت کے لیے ضروری ہے، وطن سے اپنائیت کا احساس اس کی حفاظت کے لیے آمادہ کرتا ہے، تمام وسائل اور سب سے بڑھ کر عزت کا خیال رکھنے کا جذبہ پیدا ہوتا ہے.....)
- ☆ کب شدت سے احساس ہوتا ہے؟
- (بہت دن وطن سے دور رہنے سے.....، ہمارے ملک کی ٹیم کا مقابلہ کسی دوسری ٹیم سے ہونے پر.....)

اختتام :

- ☆ بیان کیے گئے خیالات اور نکات کا خلاصہ مترادف الفاظ استعمال کر کے لکھیے۔
- ☆ عمل کی جانب رغبت دلاتے ہوئے دعائیہ کلمات سے اختتام کیجیے۔

شروعات دل چسپ اور توجہ کھینچ لینے والی کیجیے۔ مثلاً: "اے اللہ تعالیٰ آج پاکستان جیت جائے"، سب زور و شور سے دعائیں مانگ رہے تھے۔

موضوع کے حق میں دلائل دیجیے۔ ترتیب کا خیال رکھیے۔

فرہنگ

ایک آرزو

سافر دلقریب ذرا	پیالہ دکھش شاہراہ	جلوت قبا سو	جمع، جہاں تنہائی نہ ہو ڈھیلا ڈھالا لباس سست، جانب	خلوت شرود ہم نوا	تنہائی، علیحدگی گیت، نغمہ ہم آواز
-----------------------	-------------------------	-------------------	---	------------------------	---

توصیف کا خواب

خوش الحان دھنکار دینا غلطیاں و جپٹیاں	اچھی آواز والا ڈانٹ ڈپٹ کرنا فکر میں پریشان	ایوان وقت شادی مرگ	محل، مکان عزت، اعتبار خوشی سے مرجانا	طائران مصمم مستغرق	طائر کی جمع، پرندے پختہ، مضبوط ڈوبنا ہوا، نحو
---	---	--------------------------	--	--------------------------	---

گھریلو ملازمہ نے نوٹیل انعام پایا

نیرنگیاں فصلہ	تہہ پیاں، کرشمے باقی ماندہ، بچا کھچا	پوست مشعل راہ	ملا ہوا، جڑا ہوا رہبر، رہنما اصول	ماہیت سنگ میل	حقیقت، اصل کیفیت راستے کا نشان بتانے والا پتھر
------------------	---	------------------	--------------------------------------	------------------	---

بارش کا پہلا قطرہ

گھٹکتھور بساط فیض چہر پھر	گہرا، خوفناک حوصلہ، حیثیت بڑا سخی، دریا دل بہانہ، نال مشول	جوگا والاد جواد بے بضاعت	قابل، لائق بہادر، باہمت سخی بے حیثیت	حلاوت حمیت لکار نہال	مٹھاس، شیرینی فیرت، شرم سخت آواز خوش حال، خوش و خرم
------------------------------------	---	-----------------------------------	---	-------------------------------	--

چچا چھکن نے ردی نکالی

اوزھنی قتل لشتم پشتم تن دی پل پڑنا	اوزھنے کی چادر تالا جوں توں، مشکل سے جی لگا کر کام کرنا حملہ کرنا	چکا سراسیمہ ہونا گتہ جانا عدم تعاون یک لخت	زری کا چوڑا گونا پریشان ہونا لڑ پڑنا مدد نہ کرنا فوراً	ڈیوڑھی تیر بہدف نفاست طبع اظہر من الشمس بات کا افسانہ بنانا	مکان میں آمد و رفت کا دروازہ نشانے پر لگنے والا تیر مزاج کا نفیس ہونا سورج سے زیادہ واضح اور روشن چھوٹی سی بات کو بڑھانا
--	---	--	--	---	--

آدمی نامہ

گدا تغ	مفلس، نادار تلوار	زردار کہار	مالدار، دولت مند پاکلی اٹھا کر چلنے والا	بہشت اشراف	جنت شریف کی جمع
-----------	----------------------	---------------	---	---------------	--------------------

آب و باد خاک

ازل	زمانے کی ابتدا	لطافت	عمدگی، خوبی، نفاست	کثافت	میلا پن، گندگی
سپاس	احساس مندی	برگ و بار	پھول اور پتے	ریگزار	ریگستان، میدان، صحرا

انسان اور سائنس

بیمادات	بے جان چیزیں	کند	پہنندے والی رشی	درماں	علاج
حرب	لڑائی، جنگ	چشم زدن	لمحہ بھر، معمولی وقتہ	رُخ	چہرہ، پہلو

مسلمان سائنس دان اور ان کی ایجادات

اجارہ	ٹھیکا، قبضہ، تصرف	انعکاس	اثر، جھلک، عکس	نباتی	آگنے والی چیز، پودے
کندہ	کھدا ہوا	انعطاف	جھکاؤ، جھکنا، مڑنا	بصریات	آنکھوں کا علم

وہ درخت

قصبہ	چھوٹا شہر، بڑا گاؤں	گمان	شک شبہ، وہم	دل میں ٹوک اٹھنا	رنج و غم کی بات یاد آنا
------	---------------------	------	-------------	------------------	-------------------------

یہ بچے کس کا بچے ہے

دھیلا	معمولی رقم	روپا	چاندی	برکھا	برسات
پورب	شرق	چچم	مغرب	ساجھا	شرکت، حصہ داری

مرغ مرحوم

فرقت	دوری، جدائی	غمرے	نازغزے	کافی	پرنندوں کی چوٹی پر تاج
دلدوز	دل پر اثر کرنے والا	سسی	کوشش، جدوجہد	رانی کھیت	پرنندوں اور مرغیوں کی بیماری

کراچی کی بس

خلیل	بیمار، ناساز	قلیل	کم، تھوڑا	کھل بدن	پھول جیسا نازک اور حسین
بلا	انعام، بدلہ	خدا کی مار ہونا	خدا کا غضب ہونا	دل میں ٹھان لینا	پختہ ارادہ کر لینا

مسدس حالی

بیزے	کشتی، جہاز	تعصب	بے جا طرف داری	آدے کا آدا بگڑنا	کبھی کچھ بگڑا ہوا ہونا
بھیڑیا چال	اندھی تقلید، لکیر کا فقیر	فارغ البال	بے فکر، مطمئن	افتخار بشر	جس پر انسانیت کو فخر ہو

نصابی گوشوارہ

کونول (آٹھویں جماعت کے لیے)	سورج چمکی (ساتویں جماعت کے لیے)	چمپا (چھٹی جماعت کے لیے)	جماعت
(۱) ابلاغ (۲) مشاہدات و تراث (۳) تاریخ کے جھروکوں سے (۴) تہذیب و ثقافت (۵) سائنس اور دنیا (۶) عظیم شخصیات	(۱) خواب (۲) ہم بابت ہیں (۳) گرد و پیش (۴) ایجادات (۵) احساسات (۶) ڈیٹے، الٹنی	(۱) کہانیاں (۲) لغت (۳) دوست (۴) کتاب (۵) معلومات (۶) آرزو زبان	موضوعات
اعادہ: پچھلی جماعتوں میں سکھائے گئے قواعد تعارف: مختلف اصنافِ نثر میں امتیاز، مرکب، تہذیب اور مرتب نام میں فرق کرنا، شعری اصطلاحات (مصرع، بجز، مطلع، مطلع، تاقیہ ردیف) کی تعریف (i) جھول کو مصروف میں بدلنا (ii) چھٹیسی معنی میں اختیار کرنا (iii) عبادات اور ضرب الامثال کا استعمال (مسلماً بنا) (iv) روزِ مژدہ اور عمارے کے لحاظ سے غلط جملوں کی تصحیح (v) متولوں اور کہانیوں کا تحریر میں آگے استعمال (vi) ساہد اور لاجح کی مدد سے لفظ سازی (vii) ردیف کے حوالے سے الفاظ کی ترتیب (viii) غلط / درخواست	اعادہ: پچھلی جماعتوں میں سکھائے گئے قواعد تعارف: ساجھے، لاجھے، اقامتِ نظم (نزل، مسدس، قصیدہ) برطانیہ قومی نصاب (i) فعلی مصروف کو فعلی جھول میں بدلنا (ii) متضاد الفاظ کو درمیانی الفاظ سے بدلنا (iii) روزِ مژدہ اور عمارے کا استعمال (iv) روزِ مژدہ کے لحاظ سے جملوں کی درستی (v) حروف اور متضاد الفاظ کو جملوں میں استعمال کرنا (vi) لغت کا استعمال (vii)	اعادہ: پچھلی جماعتوں میں سکھائے گئے قواعد تعارف: کہانیاں اور ضرب الامثال، تشبیہات، غلامرنگاری (i) سادہ اور مرتب جملوں کے امتیاز کو سمجھنا، مرکب، جملوں کو سادہ جملوں میں بدلنا (ii) مترادف الفاظ کا استعمال (iii) غلط حروف کی درستی (iv) تشابہ، تجسّس لفظی میں امتیاز (v) متضاد الفاظ کی تصحیح (vi) آہ کی تذکیر و تائید (vii) حباب کی تذکیر و تائید (viii) حروفِ فانیہ، استغنیاسیہ، بیان، ملت، جاگید کا استعمال (ix) ہم کرہ کا استعمال (x) لغت کا استعمال (xi) غلط / درخواست	زبان شناسی / قواعد
وضاحت کرنا، اپنے الفاظ میں تحریر کرنا، تعلق و صوفیہ، مدنی مباحثوں و نظریہ میں حصہ لینا، حاصل کی گئی معلومات کو استعمال کرنا، تجزیہ کرنا، نقل کرنا، موازنہ کرنا، عمومی جائزہ لینا، تہلیل و صوفیہ، ثبوت، شہادتوں اور دلائل پر مبنی نتائج اخذ کرنا سیکھنا، مسائل کی پیمائش کرنا اور ان کے حل کی تلاش کرنا، بین استنبوح سے آگے ہونا	ذخیرہ الفاظ، عماروں، کہانیوں اور ضرب الامثال کا درست استعمال کرنا، مشاہدہ، بغیر کرنا اور اس سے نتائج حاصل کرنے کی کوشش کرنا، مماثلت، فرق اور ربط کی پیمائش کرنا، اختصار اور وضاحت کرنا سیکھنا، دوسروں کے جذبات و احساسات پیمائش نیز اپنے احساسات کا اظہار کرنا سیکھنا، مسائل کی پیمائش کرنا اور ان کے حل کی تلاش کرنا	کہانی کے اجزا کی پیمائش (تلفظ، نظر، خاکہ، مرکزی خیال، کردار۔۔۔) مطابقت اخذ کرنا، جزیات سمجھنا، وجوہات بتانا، تجزیوں کو سرخیوں سے ملانا، جزیات پڑھ کر دیکھنے والے سوالات (open & close ended) کے جواب دینا، مختلف اصنافِ نثر مثلاً نثر، نظم، غلط، کہانی وغیرہ میں امتیاز کرنا، ضرب الامثال اور عماروں کا درست استعمال کرنا، اشعار کی تخریج کرنا، صوفیہ میں وسعت کے لیے مدنی کی مشقیں مل کرنا	تعمیر
کہانی نویسی، روزانہ نویسی، مضمون نویسی، نظم نگاری، شعری، خاکہ نگاری، مضمون نگاری، نثر، پلاٹر، تفسیر، بنا، نظم نگاری	کہانی نویسی، روزانہ نویسی، مضمون نویسی، کردار نگاری، ڈرامہ نگاری، واقعہ نگاری، مضمون نگاری، خاکہ نگاری، مضمون نگاری، نثر، پلاٹر، تفسیر، بنا، نظم نگاری	کہانی نویسی، تشبیہات بیان کرنا، کردار نگاری، مضمون نگاری، مضمون نویسی، نظم نگاری	تحریر

اُردو کا گلدستہ

اُردو کی درسی کتابوں کے روایتی اور جامد انداز کے باعث رفتہ رفتہ اس مضمون میں بچوں کی دل چسپی کم ہو رہی ہے۔ اس زبجان کے سدباب کی خاطر اُردو کے وسیع و عریض باغ سے قسم قسم کے رنگا رنگ اور خوشبودار پھول اکٹھے کر کے ایک گلدستہ ترتیب دیا گیا ہے۔

اُردو کا گلدستہ تدریسی کتب کا سلسلہ ہے جس میں پری نرسری سے جماعت ہشتم کی سطح تک کی دل چسپ اور دیدہ زیب کتابیں شامل ہیں۔ صوتیات، لسانی نشوونما کے موثر طریقے، نئے اور اچھوتے موضوعات پر جنی اسباق اور ان اسباق کی جانچ کے جدید طریقے نہ صرف بچوں کی تعلیمی قابلیت بڑھائیں گے بلکہ انھیں ایک اچھا اور مہذب انسان بننے میں بھی مدد دیں گے۔ ہر کتاب میں ایک مجموعی نصابی گوشوارہ بھی دیا گیا ہے جو اساتذہ کرام کو پورا سلسلہ خود سمجھنے اور طلبہ کو سمجھانے میں معاون ثابت ہوگا۔ اس سلسلے کی بہترین اور موثر تدریس میں اساتذہ کرام کی مدد کے لیے (جماعت پری نرسری تا ہشتم کی کتابوں کے لیے) رہنمائے اساتذہ بھی مرتب کی گئی ہیں۔

معاون اجزا: رہنمائے اساتذہ (تفصیلی منصوبہ اسباق کے ساتھ)

OXFORD
UNIVERSITY PRESS

www.oup.com
www.oup.com.pk

ISBN 978-0-19-940067-6



9 780199 400676

RS 535